وفاقی اردو یونیورسٹی
برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی

بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم و تفاسیر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

(تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علوم اسلامی)

ریسرچ اسکالر/مقالہ نگار

امان اللہ
شعبۂ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ
وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس کراچی

زیر نگرانی

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
صدر شعبہ قرآن و سنہ، کلیہ معارف اسلامیہ
وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس کراچی

وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی-کراچی

1439ھ/2018ء

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهم صلّ على سيّدنا محمّد النبي

الأمّي وعلى آله وصحبه وبارك وسلّم

افضل الصّلوٰة ص ٩٨

انتساب

خطۂ بلوچستان میں وارد ہونے والے ان عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کے نام!

جنہوں نے سرورِ کونین، رسالتِ مآب، مدینۃ العلم، معلّمِ انسانیت حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ پر ایمان لاکر اپنی ذات کو ایمان کے نور سے منور اور دولتِ ایمان سے شرف یاب کیا۔ان نفوسِ قدسیہ کی اس سرزمین میں تشریف آوری یہاں اسلام کی دعوت اور دین کی ترویج واشاعت کا سنگ میل اور اہم باب ثابت ہوئی۔

قرآنِ کریم کا پیغام عام ہوا اور بعد ازاں اس عظیم خطے میں قرآن کریم کی تعلیمات، تراجم اور اس خطے میں رائج مختلف زبانوں میں قرآنی تراجم وتفاسیر کا آغاز عمل میں آیا۔

اظہار تشکر

کریما بجشائے بر حالِ ما   کہ ہستم اسیرِ کمند ہوا

تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لیے مختص ہیں جو مولائے کل اور خالقِ کائنات ہے کہ جس نے اپنے محبوب بندے اور پیارے رسول ﷺ پر رحمتِ کاملہ کے نزول کے بعد جمیع ایمان والوں کو رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم صادر فرمایا۔

امّابعد! بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور اعترافِ تشکر کے لیے فقط عجز انکساری کے طور پر اپنی جبینِ نیاز کو بارگاہِ الٰہی میں خاک آلود کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے کہ جس نے اس حقیر و فقیر کو مذکورہ تحقیقی مقالے کی تکمیل کی سعادت عنایت فرمائی۔

بے شک اپنے کم فہمی، کم علمی اور تحقیق کے معیار سے تقریباً نابلد ہونے کے باوجود اپنے والدین اور شفیق استاذ پروفیسر مفتی محمد صادق بلوچ کی طرف سے مشفقانہ اصرار و حوصلہ افزائی کے سبب سے اس میدان میں قدم رکھا تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی و مدد نصرت نیز والدین اور دوستوں کی دعاؤں نے ہر ہر قدم پر سہارا دیا۔

تحقیق اور اسالیبِ تحقیق کی ابتدائی تا انتہائی رہنمائی اور تحقیقی مقالے کے لیے مواد کی تلاش اور ترتیب میں مشفق استاذ و نگرانِ مقالہ جناب ڈاکٹر حافظ محمد ثانی نے جو رہنمائی فرمائی وہ یقیناً ناقابلِ فراموش اور قابلِ ستائش رہی۔ چناں چہ موصوف محترم، استاذ گرامی ڈاکٹر حافظ محمد ثانی نے ہر مرحلے پر میری تحقیقی عمل میں بھرپور راہ نمائی اور متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مصادر و مراجع سے استفادہ اور اسالیبِ تحقیق میں بھرپور معاونت فرمائی۔ (فجزاہ اللہ خیر الجزاء) اس کے ساتھ ساتھ کلیہ معارفِ اسلامیہ کے ڈین اور ہر دل عزیز محترم جناب ڈاکٹر عبدالغفور بلوچ نے خصوصی رہنمائی اور سرپرستی فرمائی۔ میرے جملہ اساتذۂ کرام محترم جناب ڈاکٹر محمد حسن امام، جناب ڈاکٹر عبدالجبار قریشی بہترین معاون رہے۔ اور دستاویزی معاملات کے اعتبار سے میں بے حد ممنون ہوں جناب عبدالمجید بلوچ، جناب ناصر حقانی، جناب عبداللطیف اور جناب محمد ہاشم کا جنہوں نے بروقت جملہ متعلقہ دستاویزات کے موصول ہونے کی اطلاع کی اور دیگر متعلقہ کوائف کی تکمیل میں رہنمائی فرمائی۔

میرا موضوع چونکہ بلوچستان میں قرآنِ کریم کی تفسیری ادب سے متعلق ہے۔ لہٰذا مجھے اس بارے میں بلوچستان کے مختلف علمائے کرام، سیاسی، سماجی، علمی اور ادبی شخصیات سے رہنمائی درکار ہی جن میں سب سے زیادہ استفادہ مولانا پروفیسر عبدالخالق مندوخیل صاحب (نائب امیر جماعتِ اسلامی بلوچستان) مولانا عبدالغفور حیدری (سابق ڈپٹی چیئرمین سینٹ)، سنیٹر مولانا فیض محمد صاحب (جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے صوبائی امیر)، مولانا حافظ حسین احمد شرودی (سابق وزیر حکومت بلوچستان)، مولانا ریاض الحق جامعی (مسؤل وفاق مکران ڈویژن) مولانا عبدالحق ہاشمی صاحب (صوبائی امیر جماعتِ اسلامی بلوچستان)، جناب ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، محترم مولانا قاضی انوار صاحب (ممبر مجلسِ شوریٰ عدالتِ عالیہ

بلوچستان)، مفتی کفایت اللہ صاحب مدیر دارالعلوم (بھاگ ناڑی بولان)، مولانا موسیٰ دین اخوندزادہ (لورالائی) مولانا حافظ محمد انور صاحب (ضلع پشین)، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سید صفوۃ اللہ صاحب (بانی دارالعلوم ہاشمیہ چمن) پروفیسر میر حسن خان اتل (جامعہ بلوچستان شعبہء پشتو) پرفیسر عبدالفرید بروہی (بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد) اور ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں جو مقالے کے مصادر اور متعلقہ موضوع پر کتب تک رسائی میں معاون ومددگار رہے۔

تحقیق کے دوران مجھے ملک کی معروف جامعات، دینی مدارس کے کتب خانوں اور بعض تحقیقی مراکز میں جانے کا موقع ملا جن میں بلا تفریق تمام مسالک کی جامعات دینی ومذہبی ادارے اور کتب خانوں سے استفادے کا بھرپور موقع ملا چنانچہ میں بطورِ خاص، جامعہ دارالعلوم کراچی کی لائبریری، جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی لائبریری، مجلسِ علمی لائبریری، جہاں محترم جناب سراج محمد نے مطلوبہ اور متعلقہ کتب تک رسائی میں رہنمائی فرمائی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ دار العلم والتحقیق، کتب خانہ جامعۃ الرشید، نادر ونایاب کتب پر مشتمل ذاتی کتب خانہ مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، مرکزی سینٹرل لائبریری جامعہ کراچی، کتب خانہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی، کتب خانہ دارالعلوم امجدیہ کراچی، کتب خانہ نعیمیہ مجددیہ (ملیر کراچی)، کتب خانہ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی، کتب خانہ مظہر العلوم (کھڈہ کراچی)، اسلامک ریسرچ سنیٹر کراچی، معارف اکیڈمی کراچی، ادارہ تحقیقاتِ امام رضا کراچی، کتب خانہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ڈاکٹر حمید اللہ ریسرچ لائبریری اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے استفادہ کیا جبکہ اس کے علاوہ خراسان اسلامک کلچر لائبریری، جامعہ مصطفی لائبریری (گلستان جوہر) اس کے ساتھ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی لائبریری جامعہ بلوچستان کی لائبریری، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ اور براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ وغیرہ سے خصوصی استفادہ کیا۔ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ جنہوں نے کسی بھی مرحلے پر میری معاونت فرمائی۔ میں بطورِ خاص علم دوست اور کتاب شناس برادرِ مکرم جناب حافظ محمد عارف گھانچی (مدیر وموسس کتب خانہ سیرت کراچی) کا بے حد مشکور ہوں جنھوں نے بعض نایاب کتب تک رسائی کے لیے بھرپور معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

امان اللہ

ریسرچ اسکالر/مقالہ نگار

شعبۂ علوم اسلامی/کلیہ معارف اسلامیہ

وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

وفاقی اردو یونیورسٹی

برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی

﴿تصدیق نامہ﴾

تصدیق کی جاتی ہے کہ متعلّم شعبہ علوم اسلامی (کلیہ معارفِ اسلامیہ)، ''امان اللہ ولد عبدالغنی'' نے میری زیرِ نگرانی اپنا تحقیقی مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی بعنوان:

'' بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم و تفاسیر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''

تحقیقی اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مکمل کیا ہے۔ لہٰذا طالبِ علم کو پی ایچ۔ڈی کی اعلیٰ سند کے حصول کے لیے یہ تحقیقی مقالہ جمع کرانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

صدر شعبہ قرآن و سنّہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

فاضل درسِ نظامی فاضلِ عربی، فاضلِ فارسی

(ایم اے، ایل ایل ایم، پی۔ایچ۔ڈی (علومِ اسلامی)

-

ABSTRACT

The province of Balochistan is the blessed region of Islamic Republic of Pakistan. Here the companions (*Sahaba*) of the Holy Prophet came in the first century, through which the religion of Islam spread here.

From the very beginning of the first century, tauheed has become common in this region. The Holy Quran is the main source of guidance. The Muslims of Balochistan has a strong faith on Islam, hence they have a firm relation with the Holy Quran and Quranic teachings.

In different periods of Islamic history, the commentaries of the Holy Quran in different languages, such as Persian, Baluchi, Pashto, Urdu, Punjabi and other languages have found their ways into Balochistan and helped the Muslims here to work according to the religion. Especially the scholars of this region have left valuable and thorough knowledge of the Quranic translations and commentaries in every era.

In modern times, the scholars of this region have presented various types of Quranic commentaries in different languages.

In this research work the Quranic teachings, Quranic commentaries and their historical overviews have been presented. This comprises of five chapters and various sections.

It is a fact that Balochistan is a multi-linguistic province where Baluchi, Urdu, Persian and other regional languages are spoken and understood, and in every era the renowned scholars and commentators have offered their services in the translation and commentary of the Holy Quran in these different languages.

In the region of Balochistan, these translations and commentaries began in third century, but these with the passage of time have become unavailable. There have also been translated or interpreted after third century, the details have been given in first chapter and section two. The large contributions of these Quranic translations ant commentaries have taken home in the fifteenth century.

This research thesis consists of five chapters and sixteen sections. In chapter and section I, it is discussed with authentic sources how the religion of Islam began in Balochistan and when the *Sahaba* (companions) came here. In addition there have been given some evidences that instead of Sindh, Balochistan is the "Babul-Islam". It is also described here the rules of Quranic translations given by Shah Waliullah Muhaddith dehlavi and researches of various commentators about the interpretation of Quran.

In section II, a brief introduction of the Quranic interpretation in the early times in Balochistan region has been presented. In section III, introduction about the interpretations in Pushto language has been given; while in section IV, the critical analysis and research of the Quranic

interpretations in the twentieth century in Balochistan region have been explained.

Chapter II is related to the Quranic translations and interpretations of twentieth century in Balochistan that are in Baluchi language. It comprises of three sections. In section I, a brief introduction about the Quranic translation is given. In section II, a detail description about the commentaries of the Holy Quran in Baluchi language is presented having used the authentic sources; while in the last section of this chapter critical analysis and research of different Quranic translations and interpretations in Baluchi language have been presented.

Implementing the layout of the approved synopsis, one chapter is taken for the Quranic translations and commentaries in Brahui language. This chapter has three sections. In section I, an introduction about the translations and interpretations in Brahui language is presented. In section II, the literal commentary in the twentieth century is discussed in detail; while in the last section, the critical analysis and research of different Quranic translations and interpretations have been given.

In this way, in pre-Pakistan Balochistan before twentieth century there was the Persian language; in this language too, the ancient and modern scholars of the Qur'an have presented interpretations. This chapter also consists of three sections. A brief historical introduction about the Quranic commentary in Persian language has been presented in section I. In section II, there are described the literal services of the scholars

who compiled the Persian commentaries of the Holy Quran; while in the last section, the critical analysis and research of different Quranic translations and interpretations in the Persian language have been given.

The last chapter of the article also has three chapters like the other chapters, which covers the Quranic translations and commentaries in various languages spoken in Balochistan. In section I, the introduction about the commentaries in different languages like Urdu, Arabic, Balochi, Brahui, Persian, Pushto and Panjabi has been presented. In section II, there is given a brief historical analysis and research of the Quranic translations and commentaries of the Holy Quran; while in the last section, the critical analysis and research of different Quranic translations and interpretations in the regional languages, have been presented.

All the ancient and modern sources are used to get the necessary matters in the completion of the thesis. This thesis is completed in the esteemed supervision of Dr. Hafiz Muhammad Sani, the Associate Professor, and Head of department of Quran and Sunnah, Federal Urdu University, Molvi Abdul Haq Campus. Shortly, this is a critical analysis and research on the translations and commentaries of the Holy Quran in different languages spoken in the region of Balochistan.

تفصیلی فہرستِ مضامین وعناوین

مُقَدِّمَة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

بلوچستان-مختصر تاریخ وجغرافیہ

بلوچستان کو رقبہ کے لحاظ سے مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے، یہ تقریباً ۴۵% فی صد پر مشتمل وطنِ عزیز کا وسیع و عریض قطعہ ہے، جس کی سرحد شمال مشرق کی طرف افغانستان کو چھوتی ہے تو مغرب میں ایران کو، یہ معاشی، معاشرتی، سیاسی، دفاعی، تمدنی، علمی اور تجارتی غرض کئی لحاظ سے ملک کے بہترین قطعات میں سے ہے۔ ماضی بعید میں بھی اس کی اہمیت مسلّمہ حیثیت کی حامل تھی، جب بھی برصغیر پر حملہ آوروں کا گذر ہوا وہ اسی خطے سے یہاں وارد ہوئے، اگر سرزمینِ ہند میں آریاؤں کی آمد کا ذکر ہو تو وہ مذکورہ خطے سے ہوا، پارسیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' میں بھی بلوچستان کا ذکر ہے جس میں بلوچستان کا ذکر ''پشینا'' سے کیا گیا ہے، اس طرح یونان کے مؤرخین میں ہروڈائس ہسٹر یونے بھی اپنی تحریر میں بلوچستان کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ خطے کا علاقہ ژوب (موجودہ بلوچستان کا ڈویژن) جس میں ''دو ہزار قبلِ مسیح کے قریب آریاؤں کی لوٹ مار اور اس علاقہ کی تباہی و بربادی کے آثار ملتے ہیں''[(1)]۔ یونان کے باشندوں نے اس علاقے کو مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے، مثلاً ''جھالاوان اور مکران کو گدوشیا کیچ (موجودہ تربت) کو کیز گوادر کو کوڈ کا سیرا کچھی، ساراوان کو آرکوسیا اور قندھار کو درنجیانا'' وغیرہ [(2)]۔ ریاستِ مکران کی سرحد (قبل از قیامِ پاکستان) سندھ کے ساتھ تھی، جبکہ دوسری طرف ملتان واقع تھا اور یہ علاقہ قیقان تک پھیلا ہوا تھا۔

''کتاب البدء والتاریخ'' کے مؤلف المطھر بن طاھر المقدسی نے اس کا ذکر یوں کیا ہے کہ:

"فأما مكران تمتد إلى قيقان من أرض السند وفيه مدن وكور كثيرة، ثم إلى مولتان تسمى بيت الذهب؛ لأن محمد بن يوسف لما افتتحها أصاب بها أربعين بهارا من الذهب والبهار ثلاث مائة وثلاثة وثلاثون منا ذهبا، ثم يتصل حدود مولتان بحدود الهند، وأما

سجستان فمشارقها أرض كابل ومغاربها كرمان، وجنوبها مكران وقيقان، وشمالها قهستان وخراسان"[3].

ترجمہ : ''جہاں تک مکران کی بات ہے تو وہ قیقان تک پھیلا ہوا ہے، جو سندھ کی اراضی میں سے ہے جس میں بہت سے شہر اور بستیاں ہیں، پھر یہاں سے ہوتے ہوئے ملتان تک پھیلا ہوا ہے، جسے سونے کا گھر کہا جاتا ہے۔اس لئے محمد بن یوسف نے جب اس کو فتح کیا،انہیں یہاں سے چالیس بھار سونا ملا اور ایک بھار کا وزن تین سو تینتیس من کا ہوتا ہے، ملتان کی حدود ہندوستان کی حدود کے ساتھ متصل ہے اور جہاں تک سجستان کا تعلق ہے تو اس کے مشرق میں کابل اور مغرب میں کرمان ہے اور جنوب میں مکران اور شمال میں قہستان اور خراسان واقع ہیں''۔

یہاں کا ایک علاقہ مہر گڑھ ہے، جہاں سے قدیم تہذیب کے نمایاں اثرات دریافت ہوئے ہیں،ماہرین کے مطابق ''آریائی اور دراوڑ سے بہت پہلے دریائے بولان پر مہر گڑھ کے قریب اولین تہذیب کے آثار ملتے ہیں جو چھ ہزار سال قبلِ مسیح یعنی پتھر کے دور سے تعلق رکھتے ہیں[4]۔''

عرب مؤرخین نے اپنی تحریروں میں دیبل کو گنداوہ یا قندابیل [5] جبکہ قلات کو قیقان اور خضدار کو قصدار یا قزدار کے ناموں سے پکارا ہے۔''[6]

قدیم ترین عرب جغرافیہ نویس ابنِ خرداذبہ نے بلادِ سندھ میں ان شہروں کو شمار کیا ہے۔

''قیقان (گیگان، قلات) مکران، مید، قندھار (گندھارا) قصدار (خضدار) بوقان، قندابیل، فنزبور، ارمابیل، دیبل۔''[7]

قدیم جغرافیہ میں سندھ وبلوچستان حتیٰ کہ ہندوستان کے بعض علاقے بھی سندھ میں شمار کئے جاتے تھے اور انہیں ''سندھ وہند'' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

یہ خطہ بلوچستان کا ایک علاقہ ہے، جسے زمانہ قدیم میں بوقان کہا جاتا تھا "کتاب الانساب" کے مؤلف عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی المروزی نے علمائے خضدار کے متعلق لکھا ہے کہ:

"أبو محمد بن جعفر الخطاب القصداري كان فقيها زاهدا سكن بلخ، وهو من قصدار سمع أبا الفضل عبد الصمد بن محمد بن نصير القاضي"[8].

ترجمہ: "ابو محمد جعفر بن خطاب قصداری (موجودہ خضدار) وہ فقیہ اور زاھد تھے"۔

جبکہ موجودہ بلوچستان کا علاقہ مکران آغاز ہی سے تاریخی اہمیت کا حامل رہا ہے، جس کا پرانا نام "مکران بن فارک بن سام ابن نوحؑ" تھا جسے بعد کے لوگوں نے موکران کے بجائے مکران پکارنا اور لکھنا شروع کیا۔[9]

پانچویں صدی ہجری کے عظیم محدث حضرت امام ابوداؤد سیبویہ بن اسمٰعیلؒ کا اسمِ گرامی بھی علمائے خضدار میں آتا ہے، جس کے بعد آپؒ مکہ مکرمہ تشریف لے جا کر وہیں درسِ حدیث میں مصروف ہو گئے۔"[10]

غرض اسی طرح اگر بہ نگاہِ غائر بلوچستان سے متعلق تاریخی کتب کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات واضح ہو گی کہ محلِ وقوع کے لحاظ سے بلوچستان کی جغرافیائی، معاشی، تمدنی اور سیاسی ودفاعی حیثیت تاریخ کے مختلف ادوار نہ صرف اہمیت کی حامل تھی بلکہ آج بھی یہ خطہ محل وقوع کے اعتبار سے مثالی اہمیت کا حامل ہے۔

بلوچستان میں صحابہ کرامؓ کا ورودِ مسعود اور اسلام کی آمد کا مختصر تاریخی جائزہ:

اس بحث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بلوچستان ایک تاریخی اور قدیمی خطہ ہے، اگرچہ دورِ رسالت ﷺ میں براہِ راست مسلمانوں کی یہاں آمد اور اشاعتِ اسلام کے متعلق کوئی تاریخی شواہد موجود نہیں ہیں، لیکن قبل از اسلام یہاں سے عرب کے تجارتی قافلوں کا گذر اور جنوبی ایشاء میں تجارت بلوچستان ہی کے خطہ کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے قبل برصغیر کے باشندوں اور اہلِ عرب میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں، دونوں بت پرست تھے، دونوں پتھر، لکڑی اور مٹی کے بت تراشتے اور انہیں پوجتے تھے، دونوں خطوں کے باشندے بہت سے وساوس واوہام کا شکار تھے۔"[11]

رسولِ اکرم ﷺ نے جب مختلف علاقوں اور ملکوں کے سرداروں اور حکمرانوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تو برصغیر کے جو لوگ عرب کے بعض علاقوں میں سکونت پذیر تھے، یا تجارت وغیرہ کے سلسلے میں ان سے تعلق رکھتے تھے، انہیں بھی اس کا علم ہوا، اس طرح رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور دعوتِ اسلام کی اطلاع اہلِ ہند کو ہوئی اور وہ اس دعوت سے دینی وفکری اعتبار سے متاثر ہوئے،[12] اس طرح خطہ ء بلوچستان بھی اسلام کے نور سے ابتدائی طور پر منور ہوا، اور اس خطے پر اسلام کے اولین نقوش مرتب ہوئے، بعد ازاں متعدد صحابہ کرامؓ دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا عزمِ مصمم لیے اس خطے میں وارد ہوئے۔ دوسرا یہ کہ ہجرتِ مدینہ اور فتحِ مکہ کے بعد اسلام کی روشنی جزیرۂ عرب کے اطراف واکناف میں مزید تیزی سے پھیلنے لگی ایک تو حضرات صحابہ کرامؓ نے اشاعتِ اسلام کی خاطر یہاں آکر اسلام پھیلایا، دوسرا یہ کہ عرب تاجر مذکورہ خطے میں سامانِ تجارت لایا کرتے تھے، عرب تاجروں کی یہاں آمد اور دعوت وتبلیغ کی بدولت اس علاقے کے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے، اس طرح یہاں کے مقامی لوگوں پر اسلام کے گہرے نقوش مرتب ہوئے، اگرچہ کتبِ احادیث میں اس خطے کا براہِ راست تذکرہ نہیں ملتا، تاہم سندھ اور ہندوستان کے ضمن میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

عہدِ فاروقیؓ سے فتوحاتِ اسلامی کا سلسلہ شروع ہوا، جو خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ اور ان کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے دور سے ہوتا ہوا بعد کے دور تک جاری رہا بلوچستان کے کئی ایسے مقامات ہیں جنہیں ایک تو صحابہ کرامؓ کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا اور دوسرا یہ کہ تاریخی آثار وقرائن اس امر کی شہادت دیتے نظر آتے ہیں کہ ژوب اور خضدار کے مقامات پر صحابہ کرامؓ کی قبریں بھی موجود ہیں۔[13]

تاریخی قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ عہدِ فاروقیؓ میں بعض صحابہ ء کرامؓ کرمان اور مکران کے علاقوں میں وارد ہوئے، وہاں جنگیں لڑیں اور اس نواح کے بہت سے حصوں کو فتح کیا، روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، بعض صحابہؓ ان کچھ کے علاقے میں بھی تبلیغِ اسلام اور جہاد کے لئے تشریف لائے، جس سے عربی کتب میں ''کس'' لکھا گیا ہے، یہ علاقہ جغرافیائی صورتِ حال کے مطابق ہندوستان میں واقع ہے اور اس کی حدود ایک طرف صوبہ گجرات دوسری طرف راجھستان اور تیسری جانب صوبہ سندھ سے ملحق ہیں۔ قلات، لسبیلہ اور بلوچستان کے بعض علاقوں کو بھی چند صحابہ ء کرامؓ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، عربی تاریخ کی کتب میں اسے بلوص (ص کے ساتھ) اور بلوس (س کے ساتھ) بھی لکھا گیا ہے۔[14]

خلفائے راشدینؓ کے مختلف ادوار میں جو حضرات صحابہ کرامؓ سرزمینِ بلوچستان پر تشریف لائے ان کا مختصر اً تذکرہ درج ذیل ہے۔

عہدِ رسالت ﷺ میں اگرچہ مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) نے اس علاقہ کا باقاعدہ طور پر رخ کیا اور نہ ہی باقاعدہ لشکر کشی کی تھی، حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا آغاز ہوا تو مذکورہ خطے کے علاقہ "مکران" کے متعلق حکم بن عمروؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہاں کے حالات کے حوالے سے ایک پیغام بھیجا اور اس میں کہا کہ:

يا أمير المؤمنين! أرض سهلها جبل وماؤها وشل وثمرها دقل وعدوها بطل وخيرها قليل وشرها طويل والكثير بها قليل والقليل بها ضائع وماؤها شر منها فقال عمر ﷺ: أسجاع أنت أم مخبر؟ فكتب عمر ﷺ إلى حكم بن عمرو ﷺ أن لا يغزو بعد ذلك مكران وليقصروا على ما دون النهر[15].

ترجمہ: "امیر المؤمنین! یہاں پانی کی قلت ہے، کھجور ادنیٰ قسم کی ہوتی ہے، دشمن بہادر ہیں، اس میں خیر بہت ہی کم مگر شر بے انتہا ہے، ایک بڑی فوج چھوٹی معلوم ہوتی ہے اور چھوٹی فوج کا خاتمہ ہو جائے گا، اس علاقے کے آگے بد تر حالات کا سامنا ہوگا، پھر حضرت عمر فاروقؓ نے سپہ سالار کو حکم دیا کہ اب وہ مزید پیش قدمی نہ کریں"۔ چنانچہ اس مرتبہ فاتحین نے دریائے سندھ پار نہیں کیا۔

حضرت عمرو بن حکم غفاریؓ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور فاتحین میں سے ہیں، ۲۳ھ میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو فتحِ مکران کے لئے روانہ کیا، اس طرح مکران آپؓ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا اور آپؓ ہی فاتح مکران کہلائے۔[16] حضرت عاصم بن عمرو التمیمیؓ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے مشہور سپہ سالار کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے، آپؓ پہلے صحابی رسول ہیں، جنہوں نے ہلمند (افغانستان) کے علاوہ مکران اور خاران (بلوچستان) اور وادیِ سندھ کی فتح میں حصہ لیا اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔[17] حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ جو کہ ۲۳ھ کی فوجی مہمات میں شامل تھے، آپؓ نے بلادِ سندھ کی فتوحات میں حصہ لیا، جن میں مکران اور خاران (بلوچستان) شامل تھے، انھوں نے یہاں شہادت پائی۔[18]

اسی طرح عہدِ فاروقیؓ میں بلوچستان کے علاقے مکران، خاران اور دیگر علاقوں کی طرف یہ ابتدائی پیش قدمی تھی جس میں یہ خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو بھی فتوحاتِ اسلامی کا دور دورہ تھا، حضرت حکیم بن جبلہؓ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں، آپؓ کو سندھ (اس دور میں بلوچستان کا علاقہ مکران، گنداوہ وغیرہ سندھ میں شامل تھے) حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں آپؓ کو بلوچستان کے سب سے پہلے قاضی ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔[19] جبکہ عہدِ عثمانیؓ میں ۲۹ھ میں حضرت عبیداللہ بن معمر بن عثمانؓ کو حضرت عثمان غنیؓ نے مکران (بلوچستان) کی مہم کا امیر بنا کر بھیجا، جہاں آپؓ نے شاندار فتوحات حاصل کیں۔[20]

آپؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمیر بن عثمان بن سعدؓ صحابی رسول ﷺ ۲۹ھ میں مکران کے امیر مقرر ہوئے۔[21] ایسے ہی ایک اور صحابی رسول ﷺ جن کا اسمِ گرامی مجاشع بن مسعود سلمیؓ ہے، فاتحینِ بلوچستان میں سے ہیں، آپؓ نے کابل (افغانستان)، بلوچستان، (پاکستان) اور کرمان (ایران) کے علاقے فتح کئے، چنانچہ آپؓ کی فتوحات کے بعد مسلمان مستقل طور پر بلوچستان میں آباد ہوئے، اور یوں بلوچستان کا خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا اور اشاعتِ اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں۔[22] اسی عہد ۳۵ھ میں خراسان کے حاکم حضرت ابنِ عامرؓ نے بلوچستان کے علاقے خاران کو فتح کر کے سیستان میں ضم کر دیا، اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا، اس کے بعد آپؓ نے قلات (بلوچستان) کو فتح کیا۔[23]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہد ۳۵ھ میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوا تو آپؓ کے دورِ خلافت میں ۳۸ھ کے اواخر میں اسلامی فوج مکران سے ہوتی ہوئی سندھ میں داخل ہوئی تو قیقان، نال، خضدار اور جھالاوان (بلوچستان کے علاقے) فتح ہوئے۔[24] ایسے ہی ایک اور صحابی رسول ﷺ خیر بن راشد ناجی سامیؓ کا حضرت علیؓ کے دور میں مکران (بلوچستان) آنا بھی ثابت ہے۔[25]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت کے بعد ۴۰ھ میں جب حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت شروع ہوا تو بھی اس دور میں عربوں نے بدستور برصغیر پر حملے جاری رکھے، چنانچہ حضرت عمر بن عبیداللہ بن معمر تمیمیؓ نے بلوچستان کے علاقہ لسبیلہ پر حملہ کر کے اسے فتح کیا، اور سندھ کا ایک شہر ارمائل (ارمن بیلہ) پر فتح حاصل کی، یہ اس زمانے میں بہت بڑا شہر تھا اور سرزمین سندھ میں مکران اور دیبل کے درمیان واقع تھا آج کل یہ شہر قلات میں واقع ہے، حضرت عمر بن عبداللہؓ نے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی۔ حضرت مہلب بن ابو صفرہؓ کو امیر معاویہؓ نے مکران بھیجا جس کے بعد آپ قلات تک آگئے اور نال بلوچستان کے مقام پر آپ کی سرکردگی میں مسلمانوں نے جنگ لڑی، جہاں قندابیل (گنداوہ بلوچستان) میں کامیابی حاصل کرنے

کے بعد وہ لاہور، بنوں اور کوہاٹ تک جا پہنچے۔(26) حضرت یاسر بن سوار عبدی ؓ آپ ؓ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عبدی ؓ کے ہمراہ ۴۷ھ میں قیقان (موجودہ قلات) کی جنگ میں موجود تھے۔(27)

حضرت امیر معاویہ ؓ کے دورِ خلافت کے بعد ۶۰ھ میں یزید کا دور شروع ہوا تو اس دور میں بھی عربوں کے حملے بدستور جاری تھے، اس عہد میں ایک صحابیِ رسول ﷺ کا بلوچستان آنا ثابت ہے، جن کا اسمِ گرامی حضرت منذر بن جارود عبدی ؓ ہے، آپ ؓ حضرت سنان بن سلمہ ؓ کی شہادت کے متصل بعد ان کی جگہ بلوچستان کے حاکم بنے، آپ ؓ نے بوقان (خاران) اور قلات میں جہاد کیا، اسی اثنا میں انھوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔(28)

تاریخی حقائق اس امر کی نشاندہی کرتے نظر آتے ہیں کہ خطہء برصغیر بالخصوص دیارِ مکران، بلوچستان وادیء مہران سندھ میں رسول اللہ ﷺ کے پچیس صحابہ کرام ؓ تشریف لائے۔ بارہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں، پانچ حضرت عثمانِ غنی ؓ کے عہدِ خلافت میں، تین حضرت علی ؓ کے دورِ خلافت میں، چار حضرت امیر معاویہ ؓ کے دورِ امارت میں اور ایک یزید بن معاویہ ؓ کے زمانۂ حکمرانی میں۔(29) اس طرح بلوچستان میں مذکورہ صحابہ کرام ؓ کی آمد سے اس خطے میں دعوتِ دین، اسلام کی تبلیغ اور دینِ مبین کی ترویج واشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں اور اس طرح نہ صرف بلوچستان بلکہ برصغیر پاک وہند میں بالعموم اور مکران وبلوچستان میں بالخصوص اشاعتِ اسلام کی قابلِ فخر تاریخ رقم ہوئی، ذیل میں ان پچیس صحابہء کرام ؓ کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں، جو ظلمت کدۂ ہند برصغیر میں سندھ وبلوچستان کے راستے سے تشریف لائے چنانچہ عہدِ فاروقی ؓ میں:

(۱) ''حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی ؓ خیار صحابہ ؓ میں سے تھے، انہوں نے بلادِ ہند میں تین جنگیں لڑیں۔

(۲) حضرت حکم بن ابوالعاص ثقفی ؓ نے بندرگاہ تھانہ اور بہرائچ فتح کئے۔

(۳) حضرت مغیرہ بن ابوالعاص ثقفی ؓ، انہوں نے دیبل فتح کیا۔

(۴) ربیع بن زیاد حارثی مدحجی ؓ۔ کرمان اور مکران کے علاقوں میں جہاد کیا۔

(۵) حکم بن عمرو بن مجدع ثعلبی غفاری ؓ، فاتح مکران۔

(۶) عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری ؓ فتح مکران میں شامل ہوئے۔

(۷) حضرت سہل بن عدی بن مالک، خزرجی انصاری ؓ۔ موصوفِ محترم نے جنگِ مکران میں شرکت کی۔

(۸)حضرت شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی یامازنیؓ۔یہ مدرک ہیں، فتحِ مکران میں شامل ہوئے۔

(۹)صحار بن عباس عبدیؓ جنگِ مکران میں شمولیت کی۔

(۱۰)عاصم بن عمر تمیمیؓ۔نواحی سندھ اور سجستان کے ارد گرد کے علاقے فتح کئے۔

(۱۱)عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ، بعض بلادِ سندھ فتح کئے۔

(۱۲)نسیر بن دیسم بن ثور عجلیؓ مخضرم تھے۔بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا۔''[30]

جبکہ عہدِ عثمانیؓ میں مندرجہ ذیل صحابہ ء کرامؓ تشریف لائے۔

(۱۳)''حلیم بن جبلہ عبدیؓ یہ مدرک ہیں اور یہ بلادِ ہند کے پہلے مسلم سیاح اور یہاں کے حالات کے عالم۔

(۱۴)عبیداللہ بن معمر بن عثمان قرشی تمیمیؓ فاتحِ مکران اور اس کے امیر تھے۔

(۱۵)عمیر بن عثمان بن سعدؓ امیرِ مکران۔

(۱۶)مجاشع بن مسعور بن ثعلبہ سلمیؓ فاتحِ مکران۔

(۱۷)عبدالرحمن بن سمرہ بن بن جیب قرشی عبشمیؓ نے سجستان اور کابل فتح کئے اور نواحی ہند کے کچھ علاقوں پر قبضہ کیا۔[31]

جب کہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل صحابہ ء کرامؓ سندھ و بلوچستان تشریف لائے۔

(۱۸)خریت بن راشد ناجی سامیؓ واردِ مکران ہوئے۔

(۱۹)عبداللہ بن سوید تمیمی شقریؓ مخضرم تھے، غزوۂ سندھ میں شامل ہوئے۔

(۲۰)کلیب بن ابو وائلؓ صحابی یا تابعی تھے، ہندوستان آئے کہتے ہیں کہ ،انہوں نے ایک درخت دیکھا جس کے ایک سرخ رنگ کے پھول پر سفید حروف میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ مرقوم تھے۔''[32] جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ امارت میں مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ اس خطے میں اشاعتِ دین اور اس خطے کو اسلام کے نور سے منور کرنے والوں میں شامل ہیں۔

(۲۱)''مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکیؓ یہ مدرک تھے،انھوں نے براستہ، مکران، بلوچستان بنوں،لاہور اور سندھ کے ایک شہر بدھہ تک تگ وتاز کی۔

(۲۲)عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدیؓ مدرک تھے، بعض غزواتِ ہند میں شریک ہوئے اور شہادت پائی۔

(۲۳)یاسر بن سوار عبدیؓ مدرک یہاں کے ایک پہاڑی مقام قلات کی جنگ میں شامل ہوئے۔

(۲۴)سنان بن سلمہ بن محبق ہذلیؓ صحابی تھے ایک مرتبہ ہند کے مفتوحہ علاقوں کے والی مقرر ہوئے۔''[33]

جبکہ عہدِ یزید بن معاویہؓ میں:

(۲۵)''منذر بن جارود عبدیؓ بوقان (موجودہ ضلع خاران) اور قلات وغیرہ علاقوں کی جنگوں میں شریک ہوئے اور وہیں وفات پائی۔''[34]

''برصغیر کا یہ خطہ اگرچہ بعض ملکوں کی بہ نسبت خطہ ءحجاز اور عرب سے بہت دور تھا،تاہم اسلامی تاریخ، کتبِ سیرت اور دیگر متعلقہ کتب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اس خطۂ ارض دیارِ سندھ وہند/بلوچستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ کرامؓ تشریف لائے، بعدازاں تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ وفقہائے کرامؒ کی خاصی تعداد نے یہاں قدم رنجہ فرمایا اور ہر علم وفن سے وابستہ رجالِ کار نے بڑی تعداد میں اپنے وجودِ مسعود سے نہ صرف اس خطے کو رونق بخشی بلکہ یہاں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کی راہ ہموار کی۔''[35]

یہ وہ حضرات صحابہ کرامؓ ہیں، جنہوں نے خلفائے راشدینؓ کے مختلف ادوار میں بلوچستان کے مذکورہ بالا علاقوں کو اسلام کے نور سے منور کرنے اور یہاں اشاعتِ دین میں بھرپور حصہ لیا،اسلامی لشکر کی قیادت کی،اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس خطہ کو زیرِ نگیں کرنے میں کافی تعداد میں صحابہ کرامؓ نے حصہ لیا،ان حضرات نے یہاں اشاعتِ دین کی خاطر تشریف لاکر سرزمین بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کی داغ بیل ڈالی جس کے نتیجہ میں کثیر تعداد میں اس خطہ کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، جس کے نتیجے میں برپا ہونے والا عہد ساز انقلابِ اسلامی علوم وفنون،اسلامی طرزِ زندگی اور اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کا یہ سفر ہنوز جاری ہے،ان حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے اسی طرح ان کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے بلوچستان جیسے بجاطور پر ''باب الاسلام'' ہونے کا شرف حاصل ہے، یہاں دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے سفر کو آگے بڑھایا، جس کے نتیجے میں اس خطے میں اسلام، اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تہذیب وثقافت کا احیاء اور اشاعتِ دین کے اس دور کا آغاز ہوا جس کی بدولت نہ صرف خطہ ءبلوچستان

بلکہ برصغیر اور اس کے قریبی ممالک میں اشاعتِ اسلام اور تبلیغ کی راہیں ہموار ہوئیں، مختصر لفظوں میں اگر کہا جائے، کہ بلوچستان برصغیر اور اس خطے کے دیگر علاقوں میں اشاعتِ دین کا دروازہ اور ''گیٹ وے'' ہے، تو بجا طور پر اس خطے کی تاریخ یہاں پروان چڑھنے والی تہذیب وثقافت اس کی تائید وتصدیق کرتی نظر آتی ہے۔

ان تاریخی آثار وحقائق اور روشن نقوش سے پتہ چلتا ہے کہ خطۂ بلوچستان آغازِ اسلام کی پہلی صدی ہجری میں اسلام کے نور سے منور ہوا، یہاں اشاعتِ دین کی راہیں ہموار ہوئیں آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل سرزمینِ بلوچستان اسلام کے نور سے منور ہوا یہ انہی حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینِ عظامؒ، تبع تابعینؒ اور بزرگانِ دینؒ کا مرہونِ منت ہے کہ جن کے طفیل یہاں رشد وہدایت کے چشمے پھوٹ پڑے، اس خطے کے لوگوں نے اسلام کو سینوں سے لگایا، ان حضرات کے بعد آنے والے بزرگانِ دینؒ نے اپنے اپنے طور پر دین کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ اسلامی درسگاہوں کی بنیاد ڈالی گئی اور یہ سلسلہ انشاءاللہ تاابد جاری رہے گا، آج بھی بحمد للہ کثیر تعداد میں علمائے کرام اسلام اور اسلامی علوم وفنون کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہیں، جہاں قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ کی صدائیں شب وروز بلند ہورہی ہیں، ان تمام تاریخی آثار اور حقائق سے پتہ چلتا ہے، کہ خطہ ء بلوچستان وادیِ مہران سندھ سے پہلے اسلام کے نور سے منور ہوچکا تھا، بناء بریں اس لحاظ سے اور تاریخی آثار وحقائق کی روشنی میں بلوچستان کو ''باب الاسلام'' کہنا ہی قرین قیاس اور تاریخی حقائق کے عین مطابق ہے، بلوچستان اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ہر عہد اور ہر دور میں اسلامی علوم وفنون اور دینِ اسلام کی ترویج واشاعت کے حوالے سے ہر لحاظ سے ممتاز اور عہدِ آفرین ہے۔ خطہ ء بلوچستان میں مسلم فاتحین بالخصوص صحابہ ء کرامؓ کے ورودِ مسعود اور ان کی اس خطے میں تشریف آوری سے جہاں دینِ مبین کی ترویج واشاعت اور اسلام کی تبلیغ کا آغاز ہوا وہیں قرآنِ کریم کی تعلیمات، تراجم وتفاسیر کا آغاز بھی ان ہی کے مرہونِ منت ہے۔ دیارِ بلوچستان میں جب اسلام کی روشنی عام ہوئی، اس خطے کے باشندے دولتِ ایمان سے شرف یاب اور دینِ مبین کے نور سے منور ہوئے تو قرآنِ کریم مختلف زبانوں میں تراجم وتفاسیر کا آغاز عمل میں آیا، بالخصوص عربی، فارسی، براہوئی، پشتو، بلوچی، اردو اور بعض دیگر علاقائی زبانوں کو یہ شرف نصیب ہوا کہ ان زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر عمل میں آئے میرے پیشِ نظر مقالے کا عنوان اسی موضوع سے متعلق ہے، جس کا طرز واسلوب اور طریقۂ تحقیق درج ذیل ہے:

طرز،اسلوب اور طریقہء تحقیق:

راقم الحروف،گذشتہ دودہائی سے'' اسلامیہ پبلک ہائی اسکول''اور ''جامعہ عربیہ دارالقرآن''لیاری کراچی کے شعبہء درس وتدریس سے وابستہ رہاہے۔درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ ایم اے علومِ اسلامی،ایم ایڈ(عصری علوم)سے فراغت اور اس کی تدریس سے وابستہ ہونے وجہ سے عربی،اردو اور انگریزی عبارات کو سمجھنے کی استعداد کے سبب تینوں زبانوں کی کتب سے براہِ راست استفادہ کرنے کے وسیع تر مواقع فراہم ہوئے۔

میرا موضوع چونکہ ''بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' ہے۔اس موضوع پر مختلف جہتوں پر اور متفرق طور پر مستقل کام اب تک نہیں ہوا اگر ہوا بھی ہے تو صرف ایم فل تک محدود لیکن وہ بھی پورے بلوچستان میں مختلف زبانوں کے قرآن پاک کے تراجم وتفاسیر کو محیط نہیں ہے۔

اس تحقیقی مقالے میں میری بھرپور کوشش رہی ہے کہ بلوچستان میں مختلف زبانوں مثلاً بلوچی،براہوئی،فارسی،اردو،پشتو،عربی اور دیگر علاقائی زبانوں میں جو جو تراجم یا تفاسیر مذکورہ صدی میں لکھے گئے ہیں خواہ کسی بھی مسلک مثلاً دیوبندی،بریلوی،اہلِ تشیع،اہلِ حدیث اور جماعتِ اسلامی سے رہا ہو تمام مسالک کو غیر جانبداری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے مقالہ ہذا میں بنیادی قدیم وجدید مصادر وماخذ کی روشنی میں جمع کیے گئے ہیں اور مذکورہ بالا تمام مسالک کے اکابر اور جید علمائے کرام،مذہبی،سماجی،سیاسی،ادبی شخصیات سے بالمشافہ ملاقاتیں کیں بعد ازاں ان تمام اہل علم واہل قلم اشخاص کا تعارف ہر قسم کے افراط وتفریط سے بالاتر اور غیر جانبدار ہو کر مقالہ کے مختلف ابواب میں پیش کیا گیا ہے۔تاکہ جو طریقہء کار جو کہ ایک بہترین اور ایماندار محقق کے اسلوب ہونے چاہئے کے درجہ پر فائز ہو سکوں۔

احقر نے تحقیق ہذا میں ہمہ وقت اس امر کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ حتی الامکان ہر عنوان سے متعلق اس کی امہات الکتب جو بنیادی اصولی مآخذ کے درجے کی ہوں ان ہی سے استفادہ کیا جائے اور بغیر ضرورتِ شدیدہ کے ثانوی مآخذ کی طرف التفات نہ کیا جائے نیز جابجا محققین وماہرین کی تحقیقات کو بھی بطورِ استشہاد پیش کیا ہے۔

تحقیق کے جدید اسالیب کو اپناتے ہوئے پیشِ نظر مقالہ مرتب کیا گیا ہے اور دورانِ تحقیق مختلف مسالک کے مساجد و مدارس اور ان کے ذمہ داروں سے بالمشافہ ملاقاتیں بھی کی ہیں جس سے ان کی نادر کتب ورسائل تک رسائی ممکن ہوئی۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ موضوع کافی وسیع ہے لہٰذا کوشش کی گئی ہے کہ جملہ ضمنی امور پر مختصراً اس طرح کلام کیا جائے کہ موضوع ہر پہلو سے واضح ہو، اس لیے مختلف مسالک کا تعارف اور علمی احوال بھی کی گئی ہیں۔

چونکہ موضوع کا ایک اہم اور خاص حصہ قرآنِ کریم کے تراجم و تفاسیر کے بارے میں ہے لہٰذا اسلام کے مبتداء و منبع مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ایک دفعہ زیارتِ حرمین کی سعادت نصیب ہوئی جہاں مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی ﷺ کے متصل جدید اور وسیع لائبریریوں سے بھی استفادے کے مواقع ملے۔ اس کے علاوہ مختلف مدارس کی لائبریریز سے استفادہ کیا۔ جیسے جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جامعہ دار العلوم کراچی، جامعہ احسن العلوم، مجلسِ علمی لائبرریز اور اس کے ساتھ ساتھ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی لائبریری سے خوب مستفید ہوا۔

مقالہ کے ابواب و فصول کا اجمالی خاکہ:

میرا یہ مقالہ بنیادی طور پر پانچ ابواب پر مشتمل ہے مقالے آغاز میں ایک تفصیلی مقدمہ ہے جو اس کے تعارف کی حیثیت رکھتا ہے۔

مقالہ حسبِ ذیل ابواب اور فصول پر مشتمل ہے۔

بابِ اول بلوچستان میں قرآنِ کریم کے پشتو زبان میں تراجم و تفاسیر سے متعلق ہے اور یہ باب مندرجہ ذیل چار فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول: بلوچستان میں آغازِ اسلام

فصلِ دوم: اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے تراجم و تفاسیر (مختصر تعارفی جائزہ)

فصلِ سوم: بیسویں صدی میں بلوچستان کے علماء کی تفسیری خدمات (مختصر تعارفی جائزہ)

فصلِ چہارم: بیسویں صدی کے منتخب پشتو تراجم و تفاسیر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

فصلِ پنجم: بیسوی صدی میں بلوچستان میں پشتو زبان میں لکھی جانے والی تفاسیرِ قرآن

فصلِ ششم: بیسوی صدی کے منتخب پشتو تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

یہ باب میں نے اپنے مشرف استاذ اور نگرانِ مقالہ کی ہدایات اور علمی راہنمائی میں متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مصادر ومراجع کی روشنی میں مکمل کیا ہے۔اس سلسلے میں جملہ دستیاب کتب اور علمی مواد تک میں رسائی حاصل کی۔ مطبوعہ کتب کا مطالعہ کیا، مخطوطات اور دیگر غیر مطبوعہ کتب کے لیے ملک مختلف علاقوں میں موجود مشہور ومعروف کتب خانوں تک رسائی حاصل کی اور ان کتب خانوں میں متعلقہ موضوع پر بھرپور استفادہ کیا۔ قلمی کتب اور مخطوطات کے لیے متعلقہ تراجم وتفاسیر کے مؤلفین، مترجمین ومفسرین سے ذاتی ملاقات واستفادہ کیا، مختلف جامعات اور دینی اداروں بالخصوص بلوچستان کے کم وبیش تمام علمی ودینی اداروں اور دینی مراکز تک گیا اور وہاں قیام کر کے مقالے کی تکمیل کے لیے بھرپور معاونت واستفادہ کیا اور مقالے ھٰذا کا دوسرا باب بلوچستان میں بلوچی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر سے متعلق ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب دوم: بلوچی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر سے متعلق ہے اور یہ باب درج ذیل تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصلِ اول: بلوچی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن

فصلِ دوم: بلوچی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر

فصلِ سوم: بلوچی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

دوسرے باب کا پہلا فصل بلوچستان میں بلوچی زبان میں قرآنِ کریم کے منتخب تراجم سے متعلق ہے اور یہ باب بھی میں نے اپنے مشفق استاذ ونگرانِ مقالہ جناب ڈاکٹر حافظ محمد ثانی کی ہدایات اور علمی رہنمائی میں متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مصادر ومراجع کی روشنی میں مکمل کیا ہے۔اس سلسلے میں بلوچی قوم کے متعلق بنیادی تحقیقی اور تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے بعد ازاں مذکورہ قوم کا قبولِ اسلام سے متعلق بنیادی تحقیق اور اس قوم کا قبولِ اسلام تاریخ کی روشنی میں قدیم وجدید مصادر کو بروئے کار لاتے ہوئے اور اس قوم کی سماجی، علمی اور ادبی شخصیات کا ایک مکمل تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے جس کی تکمیل کے لیے راقم الحروف نے مذکورہ قوم کے قدیم وجدید مآخذ کو بنیاد بنا کر بلوچستان میں آباد بلوچی آبادی میں موجود علمی مراکز مثلاً کتب خانے، مدارسِ دینیہ اور لائبریریز میں موجود کتب جن میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تک رسائی حاصل کر کے دونوں کا مطالعہ کر کے ان سے بھرپور انداز میں استفادہ کیا اس کے علاوہ مخطوطات اور دیگر ذارئع یعنی رسائل وجرائد اور قلمی کتب جن میں متعلقہ موضوع پر قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کو اپنے مطالعے

میں شامل کر کے اضافہ کیا جہاں قیام کی ضرورت پڑی وہیں کئی دن اور رات قیام کر کے وہاں موجود متعلقہ موضوع کے مؤلفین،مترجمین ومفسرین حضرات سے ذاتی ملاقات کر کے استفادہ کیا۔

مقالہ ہذا کا تیسرا باب بلوچستان میں براہوئی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر سے متعلق ہے جس میں درج ذیل تین فصول ہیں:

فصلِ اول: براہوئی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن۔

فصلِ دوم: براہوئی زبان میں بیسویں صدی میں کی تفاسیر

فصل سوم: براہوئی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ہے۔

مذکورہ بالا باب بھی اپنے نگرانِ مقالہ اور استاذِ محترم جناب ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب کی ہدایات کے موافق اور علمی راہنمائی میں متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مصادر ومراجع کی روشنی میں مکمل کیا ہے۔اس ضمن میں بلوچستان میں آباد براہوئی قوم سے متعلق بنیادی اور تحقیقی وتاریخی معلومات اس قوم کا بنیادی تعلق ان کی زبان اور قبولِ اسلام سے متعلق ایک تحقیقی وتاریخی جائزے کا احاطہ مذکورہ قوم کے مختلف علاقوں میں موجود مختلف علمی،سیاسی،ادبی،تاریخی اور مذہبی شخصیات سے جدید ذرائع مثلاً موبائل فون کو بروئے کار لاتے ہوئے براہِ راست رابطہ کر کے اس طرح ان حضرات سے وقت لے اور وہاں مقرر کردہ اوقات پر پہنچنے کی پابندی کرتے ہوئے ان کے ذریعے سے اس علاقے میں موجود مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کا مطالعہ کیا، مخطوطات اور دیگر کتب کے لیے مذکورہ علاقے میں موجود مشہور ومعروف کتب خانوں تک رسائی حاصل کی اور ان کتب خانوں سے متعلقہ موضوع پر بھرپور استفادہ کیا۔اس کے علاوہ قلمی کتب، مخطوطات اور جرائد وغیرہ کے لیے متعلقہ تراجم وتفاسیر کے مؤلفین ومصنفین سے ذاتی ملاقاتیں کیں جن کے ذریعے وہاں موجود علمی،ادبی اور سماجی مراکز مثلاً مدارسِ دینیہ، کتب خانوں تک رسائی حاصل کر کے وہاں قیام کیا اور اس طرح مقالے کی تکمیل کے لیے بھرپور معاونت اور استفادہ کیا۔ان میں کچھ ایسے علاقے بھی شامل ہیں جہاں تک راقم الحروف کی رسائی ممکن نہیں تھی اس سلسلے میں وہاں کی علمی،ادبی شخصیات سے بذریعہ ڈاک متعلقہ موضوع پر مواد منگوا کر اس طرح عصر حاضر میں سائنس کے جدید آلات وذرائع سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

مقالہ ہذا کا چوتھا باب بلوچستان میں فارسی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر سے متعلق ہے جس میں درج ذیل تین فصول ہیں:

فصلِ اول: فارسی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن۔

فصلِ دوم: فارسی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر اور

فصل سوم: فارسی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ شامل ہے۔

مذکورہ بالا باب کی تکمیل کے لیے بھی اپنے مشفق استاذ ونگرانِ مقالہ کی وقتاً فوقتاً راہنمائی میں علمی و تحقیقی موضوع پر مشتمل مقالہ سے متعلق قدیم وجدید مصادر ومراجع کی روشنی میں بھرپور استفادہ ومعاونت حاصل کی۔اگرچہ مذکورہ زبان کے بولنے والوں کی تعداد آج بالکل ناپید ہو چکی ہے تاہم اس سلسلے میں بلوچستان میں موجود مختلف علمی ادبی شخصیات مثلاً ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب اور ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی صاحب کی شخصیت کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں،اس طرح ان حضرات کی بلوچستان میں موجود سیرت کی علمی وادبی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب سے بھرپور انداز میں معاونت واستفادہ کر کے بلوچستان میں لکھی گئی مختلف مترجمین ومفسرین کی قدیم وجدید تراجم وتفاسیر سے مواد اخذ کیا اور ان کی بنیادی کتب کو نہایت ہی مستند حوالوں کے ساتھ مقالہ ہذا کے حواشی وحوالہ جات میں اضافہ کیا۔

مذکورہ بالا ترتیب پر عملدرآمد کرتے ہوئے اس طرح مقالہ ہذا کا پانچواں باب بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر سے متعلق ہے جس میں درج ذیل تین فصول ہیں۔

فصلِ اول: دیگر علاقائی زبانوں میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن

فصلِ دوم: دیگر علاقائی زبانوں میں بیسویں صدی کی تفاسیر اور

فصلِ سوم: دیگر علاقائی زبانوں میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ہے۔

مذکورہ ترتیب وہدایات کو اپناتے ہوئے اس باب کو بھی مکمل کیا ہے۔ اس طرح بلوچستان میں موجود دیگر علاقائی زبانوں مثلاً(اردو، پشتو، بلوچی، براہوئی، سندھی اور پنجابی) سے متعلق متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مصادر ومراجع کو بنیاد بنا کر اور ان سے بھرپور استفاہ ومعاونت کیا ہے۔اس طرح محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مہربانی سے مقالہ ہذا کو نہایت ہی مستند وجامع مآخذات کی روشنی میں مکمل کیا ہے۔

﴿حواشی وحوالہ جات مقدمہ﴾

(1) محمد ادریس/وادی سندھ کی تہذیب، کراچی، مکتبہ نیا راہی، ۱۹۵۹ء، ص ۲۴۵۔

(2) خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، پبلشر جامعہ پنجاب، لاہور ۱۹۷۱ء، جلد دوم صفحہ ۳۴۴۔

(3) مطہر بن طاہر المقدسی، (المتوفی ۳۵۵ھ) بیروت، کتاب البدا والتاریخ مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ ۴/۷۸۔

(4) سعید دہوار/تاریخ بلوچستان، کوئٹہ، مطبوعات النساء، ۱۹۹۰ء، ص ۲۲۷۔

(5) یاقوت حموی/معجم البلدان دار صادر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۲، ص ۴۰۰۔

(6) ایضاً ج ۶، ص ۳۵۳۔

(7) ابنِ خرداذبہ/المسالک والممالک، قاہرہ، ص ۵۷۔ نیز دیکھئے: مبارک پوری، قاضی محمد اطہر/عرب وہند، عہدِ رسالتؐ میں، لاہور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ص ۱۷، ص ۱۸

(8) السمعانی، عبدالکریم، (م، ۵۶۲ھ): الانساب، حیدر آباد دکن، مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۹۶۲ء، ۴۲۹/۱۰۔

(9) ایضاً ج ۵، ص ۱۸۰۔ محولہ بالا۔

(10) السمعانی، عبدالکریم، م ۵۶۲ھ، الانساب، ج ۱۰، ص ۹۳۴۔

(11) محمد اسحٰق بھٹی/برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۳۱۔

(12) ایضاً ص ۳۱۔

(13) عبدالرحمٰن براہوئی، ڈاکٹر، بلوچستان میں دینی ادب غیر مطبوعہ ص ۲۱۔

(14) محمد بن اسحٰق بھٹی/برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۹۰ء، ص ۴۰۔

(15) ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی ۷۷۴ھ)/البدایہ والنہایہ، بیرت، دار الفکر، ۱۹۸۶ء، ۱۳۲/۷۔

(16) مبارک پوری، قاضی محمد اطہر/خلافتِ راشدہ اور ہندوستان، سکھر،۱۹۸۶ء ص،۲۳۹،۲۳۸۔

(17) قریشی، محمد اسحٰق، ڈاکٹر/علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ترجمہ شاہد حسین رزاقی، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۷ء، ص ۲۸۰۔

(18) محمد اسحاق بھٹی/فقہائے ہند، لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۶۔

(19) قاضی اطہر مبارک پوری، خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص ۲۶۵۔

(20) ایضاً، خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص ۲۵۴ ۔

(21) محمد اسحاق بھٹی/فقہائے ہند ۱/۱۶۔

(22) محمد اسحاق بھٹی/فقہائے ہند، ۱/۱۲ اور خلافت راشدہ اور ہندوستان قاضی اطہر مبارک پوری، ص ۲۶۱۔

(23) بلوچستان کی تاریخ کے قدیم اوراق، مطبوعہ ماہنامہ بلوچی دنیا، ملتان/دسمبر، ۱۹۸۳ء، ص ۴۱۔

(24) محمد اسحاق بھٹی/فقہائے ہند ۱/۱۴۔

(25) محمد اسحاق بھٹی/فقہائے ہند، ص ۱۲۔

(26) محمد اسحاق بھٹی/فقہائے ہند جلد اول، ص ۱۰،۹ ۔

(27) خلافتِ امویہ اور ہندوستان، قاضی اطہر مبارک پوری، ص ۶۲۰۔

(28) فقہائے ہند جلد اول، محمد اسحاق بھٹی، ص ۱۳۔

(29) محمد اسحق بھٹی/برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص ۴۱۔

(30) محمد اسحق بھٹی/فقہائے ہند، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۴ء، ۱/۱۲۔

(31) ایضاً ۱/۱۲۔

(32) ایضاً حوالہ سابقہ فقہائے ہند ۱/۱۲۔

(33) ایضاً محولہ بالا ۱/۱۳۔

(34) محمد اسحق بھٹی/فقہائے ہند ۱/۱۳۔

(35) محمد اسحق بھٹی/برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص ۴۴۔

١

بابِ اوّل

صوبۂ بلوچستان میں قرآن کریم کے پشتو زبان میں تراجم وتفاسیر

- **فصل اول:** بلوچستان میں آغازِ اسلام
- **فصل دوم:** ابتدائی دور کے تراجم وتفاسیر (مختصر تعارفی جائزہ)
- **فصل سوم:** بلوچستان کے علماء کی تفسیری خدمات (مختصراً تعارفی جائزہ)
- **فصل چہارم:** بیسوی صدی میں بلوچستان میں پشتو زبان میں لکھے جانے والے تراجم قرآن
- **فصل پنجم:** بیسوی صدی میں بلوچستان میں پشتو زبان میں لکھی جانے والی تفاسیر قرآن
- **فصل ششم:** بیسویں صدی کے منتخب پشتو تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

باب اول: صوبۂ بلوچستان میں قرآن کریم کے پشتو زبان میں تراجم و تفاسیر

تمہید

تاریخی طور پر فطرت انسانی اس پر گواہ ہے کہ انسان تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ ہر زمانے میں وہ مل جل کر زندگی گزارتا رہا ہے۔اسی انسانی فطرت کے پیچھے ریاستوں کا وجود اور قیام نظر آتا ہے کہ مختلف عقائد و نظریات رکھنے والے افراد مختلف ریاستوں میں قیام پذیر ہیں اور ان ریاستوں کے پیچھے کئی سالوں کی جدوجہد کی تاریخ بھی ہے، پھر کہیں جا کر ریاست کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان نے ایک خطہ زمین کے حصول کے لیے جدوجہد کیوں کی اور اس کی کیا ضرورت تھی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ افراد میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ذہنی شعور بھی پروان چڑھا اور ہر الگ اور جداگانہ نظریہ رکھنے والے افراد نے معاشی، معاشرتی اور سماجی تحفظ و امن کے ساتھ زندگی گزارنے کو ترجیح دی اور پھر اپنے ہی میں سے ایک فرد کو لیڈر نامزد کیا تاکہ علیحدہ وطن و ریاست کے حصول کی کوششیں ممکن بنائی جا سکیں۔تاریخ آج بھی ان واقعات سے بھری پڑی ہے کہ کس طرح افراد نے مختلف تحریکوں کے ذریعے علیحدہ وطن کے حصول کی جدوجہد کی اور بعد ازاں ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

اسی تناظر میں اگر ریاستِ پاکستان کی بات کی جائے تو برصغیر کا نام پاکستان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ کیونکہ برصغیر میں دو مختلف نظریات و عقائد رکھنے والے افراد ایک ساتھ کئی برسوں سے رہ رہے تھے جس کی وجہ سے معاشرہ میں حقوق کے حصول کی جدوجہد میں تناؤ اور رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں، اور رفتہ رفتہ وہ ایک سنگین صورت حال اختیار کر گیا جس کہ وجہ سے معاشرتی امن و امان کی صورتحال کو خطرات لاحق ہونا شروع ہو گئے۔اس خطرے کو بھانپتے ہوئے مختلف سیاسی، علمی اور قومی شخصیات نے ایک تحریک شروع کر دی جس نے مسلمانوں کی سوچ و فکر میں تبدیلی پیدا کی اور مشکلات سے بھرپور طویل اور مسلسل جدوجہد کے بعد مسلمانوں نے علیحدہ وطن حاصل کیا اور اسی وطن میں اپنے نظریات و سوچ کے مطابق زندگی گزارنا شروع کر دی۔

تاریخ کے صفحات سے یہ بات واضح اور صاف ہو جاتی ہے کہ دنیا میں ہر ملک کے افراد چاہے وہ جس بھی تہذیب و تمدن، نظریہ وعقائد کے ماننے والے ہوں، معاشرے کو ارتقاء کی جانب گامزن کرنے کے لیے افراد معاشرہ میں نئی سوچ کو پروان چڑھایا ہے اور یہ سوچ وفکر پیدا کرنے میں سب سے اہم کردار علمی شعور کو حاصل ہے۔ کیونکہ علمی ترقی کسی بھی معاشرے کے ماضی، حال اور مستقبل کے عروج کا واضح سبب ہے۔

ایسے ہی اگر پاکستان کے تناظر میں بات کی جائے تو قیام پاکستان سے قبل برصغیر پاک وہند میں جتنے عہد گزرے، ہر عہد میں علمی ترقی اپنے عروج پر رہی۔ اگرچہ حالات نامساعد رہے مگر پھر بھی بڑے بڑے دانشور، علماء نے اسلام اور قرآنی فکر کی روشنی میں افراد معاشرہ کے عقائد پر صحیح معنوں میں کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کے نتیجے میں بہت سے لوگ پاکستان آگئے مگر بلوچستان کے خطے میں فکرِ قرآنی کو پھیلانے کا کام مسلسل جاری رہا اور مختلف زبانوں میں تراجم وتفاسیر قرآن سامنے آتے رہیں۔

پاکستان چونکہ قومی سطح پر چار صوبوں میں تقسیم ہے جن میں ایک صوبہ بلوچستان بھی شامل ہے۔ صوبہ بلوچستان بنیادی طور بلوچ قوم کی طرف منسوب ہے۔ تو یہاں کے اہل علم نے بلوچستان میں آباد مقامی بلوچی، پشتو، براہوئی، اور غیر مقامی اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں تراجم وتفاسیر قرآن پر قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ تاہم صوبہ بلوچستان میں تراجم وتفاسیر پر ہونے والے علمی کام سے قبل بلوچستان کا تاریخی اور تہذیبی طور پر جائزہ بھی لینا ضروری ہے تاکہ وہاں کی مقامی تاریخ اور تہذیب وتمدن آشکارا ہو سکے۔

پیشِ نظر تحقیقی مقالہ ''بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے باب اول میں صوبہ بلوچستان کا تاریخی، تہذیبی وتمدنی سطح پر جائزہ لیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے اس باب کو درج ذیل اہم فصول میں تقسیم کیا ہے۔

فصل اول: بلوچستان میں آغاز اسلام

فصل دوم: ابتدائی دور کے تراجم وتفاسیر (مختصر تعارفی جائزہ)

فصل سوم: بیسویں صدی میں بلوچستان کے علماء کے پشتو تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ذیل میں ان فصول پر تفصیل کے ساتھ ابحاث قلم بند کی جائیں گی۔

فصلِ اول: بلوچستان میں آغازِ اسلام

پشتون قوم کی مختصر تاریخ:

بلوچستان کو رقبہ کے لحاظ سے مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے، یہ تقریباً ۴۵% فی صد پر مشتمل وطنِ عزیز کا وسیع و عریض قطعہ ہے، جس کی سرحد شمال مشرق کی طرف افغانستان کو چھوتی ہے تو مغرب میں ایران کو، یہ معاشی، معاشرتی، سیاسی، دفاعی، تمدنی، علمی اور تجارتی غرض کئی لحاظ سے ملک کے بہترین قطعات میں سے ہے۔ ماضی بعید میں بھی اس کی اہمیت مسلّمہ حیثیت کی حامل تھی، جب بھی برصغیر پر حملہ آوروں کا گذر ہوا، وہ اسی خطے سے یہاں وارد ہوئے، اگر سرزمینِ ہند میں آریاؤں کی آمد کا ذکر ہو تو وہ مذکورہ خطے سے ہوا، پارسیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' میں بھی بلوچستان کا ذکر ہے جس میں بلوچستان کا ذکر ''پشینا'' سے کیا گیا ہے، اس طرح یونان کے مؤرخین میں ہروڈائس ہسٹریبو نے بھی اپنی تحریر میں بلوچستان کا ذکر کیا ہے۔ پارسیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' میں بھی بلوچستان کا ذکر ہے جس میں ان لوگوں نے بلوچستان کا ذکر پشینا سے کیا ہے، اس طرح یونان کے مؤرخین میں ہروڈائس ہسٹریبو نے بھی اپنی تحریر میں بلوچستان کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ خطے کا علاقہ ژوب (موجودہ بلوچستان کا ڈویژن) جس میں ''دو ہزار قبلِ مسیح کے قریب آریاؤں کی لوٹ مار اور اس علاقہ کی تباہی و بربادی کے آثار ملتے ہیں[(1)]۔''

جب کہ ''یونان کے باشندوں نے اس علاقے کو مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے، مثلاً جھالاوان اور مکران کو گدروشیا، کیچ (موجودہ تربت) کو کیز، گوادر کو کوڈگاسیرا، کچھی ساروان کو آرسیا اور قندھار کو درنجیانا ''وغیرہ[(2)]۔

''بلوچستان'' نام کی وجہ تسمیہ:

لفظ بلوچستان بلوچ قوم کی طرف منسوب ہے، اس کا معنی و مفہوم کچھ یوں قلم بند کیا گیا ہے:

''لفظ بلوچستان دو لفظوں کا مرکب ہے۔ یعنی ''بلوچ'' اور ''ستان'' ستان فارسی زبان کا لفظ ہے

۔ جس کے معنی ''مسکن یا جائے پیدائش'' بلوچ اور ستان کے مرکب سے بلوچستان بنا جس کے معنی ہیں

بلوچوں کے رہنے کی جگہ [3]۔"

قدیم تاریخ کے صفحات میں لفظ بلوچ اور بلوچستان کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ کیونکہ قدیم ادوار میں مختلف خطے یا علاقے اس کے باشندے کے ناموں سے موسوم ہوتے تھے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بلوچ قبائل من حیث القوم اس وقت بلوچ کے بجائے کسی اور نام سے موسوم ہوگی۔اور یہی دلیل بلوچستان کی عدم عرفیت کی ہوسکتی ہے۔ بہرحال موجودہ خطہ بلوچستان کا جہاں بلوچ آباد ہیں۔ مختلف اسماء سے پرانی اور قدیم تاریخی تحریروں میں اس کا ذکر ہوا ہے [4]۔

بلوچستان کا جغرافیہ:

اس لیے جب ہم قدیم بلوچستان کے جغرافیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بلوچستان ماضی میں ایران کا حصہ شمار کیا جاتا تھا۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ایران کا حدود اربعہ یوں ذکر کیا گیا ہے کہ :

"یہ سلطنت بلوچستان، کیچ، مکران، کرمان، غور، بامیان، ہندوکش، سیستان، زابلستان، خراسان، ماوراءالنہر، دشت اصفہان، مازندران، استرآباد، گرگان، فارس، لارستان، خوزستان، افغانستان، کابلستان، پنجاب، کردستان، شیروان، بابل، موصل اور دیار بکر پر مشتمل تھی [5]۔"

ریاستِ مکران کی سرحد (قبل از قیامِ پاکستان) سندھ کے ساتھ تھی، جبکہ دوسری طرف ملتان واقع تھا اور یہ علاقہ قیقان تک پھیلا ہوا تھا۔

"کتاب البدأ والتاریخ" کے مؤلف مطہر بن طاہر المقدسی نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

"فأما مكران تمتد إلى قيقان من أرض السند وفيه مدن وكور كثيرة، ثم إلى مولتان تسمى بيت الذهب؛ لأن محمد بن يوسف لما افتتحها أصاب بها أربعين بهارا من الذهب والبهار ثلاث مائة وثلاثة وثلاثون منا ذهبا، ثم يتصل حدود مولتان بحدود الهند، وأما سجستان فمشارقها أرض كابل ومغاربها كرمان، وجنوبها مكران وقيقان، وشمالها قهستان وخراسان"[6]

ترجمہ : ''جہاں تک مکران کی بات ہے تو وہ قیقان تک پھیلا ہوا ہے، جو سندھ کی اراضی میں سے ہے جس میں بہت سے شہر اور بستیاں ہیں، پھر یہاں سے ہوتے ہوئے ملتان تک پھیلا ہوا ہے، جسے سونے کا گھر کہا جاتا ہے۔اس لئے محمد بن یوسف نے جب اس کو فتح کیا، انہیں یہاں سے چالیس بھار سونا ملا اور ایک بھار کا وزن تین سو تینتیس من کا ہوتا ہے، ملتان کی حدود ہندوستان کی حدود کے ساتھ متصل ہے اور جہاں تک سجستان کا تعلق ہے تو اس کے مشرق میں کابل اور مغرب میں کرمان ہے اور جنوب میں مکران اور شمال میں قہستان اور خراسان واقع ہیں''۔

یہاں کا ایک علاقہ مہر گڑھ ہے، جہاں سے قدیم تہذیب کے نمایاں اثرات دریافت ہوئے ہیں، ماہرین کے مطابق ''آریائی اور دراوڑ سے بہت پہلے دریائے بولان پر مہر گڑھ کے قریب اولین تہذیب کے آثار ملتے ہیں جو چھ ہزار سال قبلِ مسیح یعنی پتھر کے دور سے تعلق رکھتے ہیں[7]۔''

عرب مؤرخین نے اپنی تحریروں میں دیبل کو گنداوہ یا قندابیل[8] جبکہ قلات کو قیقان اور خضدار کو قصدار یا قزدار کے ناموں سے پکارا ہے[9]۔''

قدیم ترین عرب جغرافیہ نویس ابنِ خرداذبہ نے بلادِ سندھ میں ان شہروں کو شمار کیا ہے۔

''قیقان (گیگان، قلات) مکران، مید، قندھار (گندھارا) قصدار (خضدار) بوقان، قندابیل، فنزبور، ارمابیل، دیبل[10]۔''

قدیم جغرافیہ میں سندھ وبلوچستان حتیٰ کہ ہندوستان کے بعض علاقے بھی سندھ میں شمار کئے جاتے تھے، اور انہیں ''سندھ وہند'' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

یہ خطہ بلوچستان کا ایک علاقہ ہے، جسے زمانہ قدیم میں بوقان کہا جاتا تھا ''کتاب الانساب'' کے مؤلف عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی المروزی نے علمائے خضدار کے متعلق لکھا ہے کہ:

''أبو محمد بن جعفر الخطاب القصداری: كان فقيهاً زاهدا سكن بلخ، وهو من قصدار سمع أبا الفضل عبد الصمد بن محمد بن نصير القاضي''[11].

ترجمہ: ''ابو محمد جعفر بن خطاب قصداری (موجودہ خضدار کے رہنے والے) وہ فقیہ اور زاھد تھے''۔

جبکہ موجودہ بلوچستان کا علاقہ مکران آغاز ہی سے تاریخی اہمیت کا حامل رہا ہے، جس کا پرانا نام ''مکران بن فارک بن سام ابن نوحؑ'' تھا جسے بعد کے لوگوں نے موکران کے بجائے مکران پکارنا اور لکھنا شروع کیا[12]۔

پانچویں صدی ہجری کے عظیم محدث حضرت امام ابو داؤد سیبویہ بن اسمٰعیلؒ کا اسمِ گرامی بھی علمائے خضدار میں آتا ہے، جس کے بعد آپؒ مکہ مکرمہ تشریف لے جاکر وہیں درسِ حدیث میں مصروف ہوگئے[13]۔''

غرض اسی طرح اگر بہ نگاہِ غائر بلوچستان سے متعلق تاریخی کتب کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات واضح ہوگی کہ محلِ وقوع کے لحاظ سے بلوچستان کی جغرافیائی، معاشی، تمدنی اور سیاسی ودفاعی حیثیت تاریخ کے مختلف ادوار میں نہ صرف اہمیت کی حامل تھی بلکہ آج بھی یہ خطہ محل وقوع کے اعتبار سے مثالی اہمیت کا حامل ہے۔

آب وہوا وماحول:

کسی بھی علاقہ کی خاص اہمیت اس کی فضاء کی مجموعی کیفیت ہے جس کا تعین چار عناصر کے ذریعے کیا جاتا ہے یعنی درجہ حرارت، بارش، ہوا کا رخ اور دباؤ اور ہوا میں نمی کی مقدار۔ پھر ان میں پہلی شے ہوا ہے جس کی کیفیت تمام مقامات پر ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی بلکہ بدلتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے مذکورہ علاقہ کے موسم بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ اس کے برخلاف آب وہوا یعنی پانی وہوا ایک طویل عرصے کے لئے کسی مقامِ معین یا علاقے میں موسم کی پورے سال کی مجموعی کیفیت کو کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر سال کے بیشتر واکثر حصوں میں کوئی علاقہ گرم رہتا ہوا اور بارش بھی کم ہوتی ہو تو اس علاقے کی آب وہوا کو ہم گرم اور خشک کہیں گے۔

اور اگر گرمی کے ساتھ ساتھ بارشیں وافر مقدار میں ہوتی ہوں تو ایسے علاقے کو ہم گرم و مرطوب کہیں گے، جبکہ ایسے علاقوں کی جہاں گرمی اور سردی کی شدت نہ ہو ان علاقوں کی آب وہوا کو معتدل کہیں گے۔

آب وہوا کے لحاظ سے پاکستان کو درج ذیل چار موسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔موسم گرما ۲۔موسم برسات ۳۔موسم خزاں ۴۔موسم سرما

موسم گرما کا آغاز پاکستان میں اپریل سے شروع ہو کر جون کے اختتام تک اپنے نقطہ عروج پر ہوتا ہے۔ چونکہ پاکستان کا صوبہ بلوچستان کو موسم کے اعتبار سے پورے برصغیر کا تھرمل پول (Thermal pole) کہا جاتا ہے یہاں گرمی کے موسم میں مذکورہ خطے کا درجہ حرارت ۵۱ سے ۵۳ سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے، جبکہ میدانی علاقوں کے برعکس ساحلی علاقوں کا موسم گرم اور معتدل رہتا ہے۔

دوسرا موسمِ برسات کا ہوتا ہے جو جولائی کے آغاز میں حدودِ پاکستان میں پہنچ جاتا ہے۔ پاکستان میں موسم برسات کا آغاز جولائی سے ستمبر تک رہتا ہے، اس کے ساتھ مون سون کی بارش کا آغاز بھی ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ ستمبر تک جاری رہتا ہے۔ اسی طرح بلوچستان کے شمالی پہاڑی علاقوں میں بھی بارشیں ہوتی ہیں، جہاں اس موسم میں درجہ حرارت میں نمایاں کمی آجاتی ہے لیکن رطوبت کی زیادتی کے باعث حبس بڑھ جاتا ہے اور موسم ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

موسموں کے اعتبار سے تیسرا موسم خزاں کا ہے جس کا آغاز اکتوبر کے مہینہ میں ہوتا ہے۔ اور دسمبر تک چلتا رہتا ہے اس موسم میں درجہ حرارت رفتہ رفتہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور موسم معتدل ہو جاتا ہے۔ بارشوں کا سلسلہ رک جاتا ہے اور ہوا کا دباؤ بھی آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور موسم عموماً خشک رہتا ہے۔

چوتھا موسم سرما کا ہوتا ہے جس میں موسم سرد اور ٹھنڈا رہتا ہے پاکستان میں عموماً موسم سرما ماہِ دسمبر سے مارچ تک رہتا ہے، اس میں مغرب کی جانب سے ہوائیں خشکی سے سمندر کی جانب چلنا شروع ہوتی ہیں۔ اس دوران ہوا میں نمی یا رطوبت کم اور رات دن کے درجہ حرارت میں کافی حد تک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ صوبہ بلوچستان خصوصاً کوئٹہ شہر اور اس کے مضافاتی علاقوں قلات، ضلع پشین وغیرہ کے علاقوں میں سالانہ اوسط کے اعتبار سے بارش کی ۷۵ فی صد بارشیں موسم سرما میں ہوتی ہیں۔

جس سے ایک تو علاقے کی ہریالی اور دوسرا یہاں کی زراعت اور معیشت پر نمایاں اثرات پڑتے ہیں۔اس طرح میدانی علاقوں میں ہلکی بارش اور درجہ حرارت میں نمایاں تبدیلی آتی ہے۔

مجموعی طور پر پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے چار خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

"۱۔ نیم حاری بری پہاڑی آب وہوا کا خطہ

۲۔ نیم حاری بری میدانی آب وہوا کا خط

۳۔ نیم حاری بری سطح مرتفع آب وہوا کا خطہ

۴۔ حاری ساحلی آب وہوا کا خطہ"۔(14)

خطوں کے اعتبار سے یہاں کا ایک نیم حاری بری سطح مرتفع کے آب وہوا کا خطہ ہے آب وہوا کے اس خطے میں سطح مرتفع بلوچستان کا علاقہ آتا ہے اس خطے میں یہاں موسم گرما اور موسم سرما دونوں شدید رہتے ہیں، بارش برائے نام ہوتی ہے، گرمی کے اس موسم میں گردآلود ہوائیں چلتی اور آندھیاں آتی ہیں، یہ ملک کا خشک ترین علاقہ ہے۔ ضلع چاغی اور اس کے مضافات میں سالانہ بارشوں کی اوسط مقدار صرف ۲ انچ تک ہے۔اس موسم میں نباتات برائے نام ہوتی ہیں،اور معمولی گھاس پھونس پیدا ہوتی ہے۔

یہاں دوسرا خطہ حاری ساحلی آب وہوا کا خطہ ہے،آب وہوا کے اس خطے میں صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کے ساحلی علاقے شامل ہیں۔اس موسم میں یہاں سردیوں اور گرمیوں کا موسم معتدل رہتا ہے۔ساحلی علاقے میں نسیمِ بحری کے اثرات کی وجہ سے موسم قدرے خوشگوار رہتا ہے۔ہوا میں نمی کی مقدار زیادہ رہتی ہے۔صوبہ سندھ کے ساحل کے ساتھ ساتھ درخت اور پودے پائے جاتے ہیں۔جبکہ بلوچستان کا ساحلی علاقہ خشک اور بنجر رہتا ہے۔

لہٰذا ساحلی علاقوں کا اوسط درجہ حرارت ۳۲ سینٹی ڈگری کے قریب رہتا ہے۔یہاں کے دو مہینے یعنی مئی اور جون گرم ترین شمار ہوتے ہیں۔سندھ کے ساحلی علاقوں میں بارش موسم گرما میں، جبکہ مکران ڈویژن کے ساحلی علاقوں میں بارش موسم سرما میں اور لسبیلہ کے ساحلی علاقوں میں بارش موسم سرما اور گرما دونوں میں ہوتی ہے۔بارش کی سالانہ اوسط صرف ۷ انچ ہے اور درجہ حرارت میں انتہائی تفاوت ہے۔

بلوچستان میں قدیم مذہبی تصورات:

دین اسلام سے قبل ہر زمانے میں مذہبی لحاظ سے ہر قوم کے تصورات الگ الگ رہے ہیں۔ایسے ہی بلوچستان میں اسلام سے قبل مختلف مذہبی نظریات کے حامل گروہ رہے ہیں،جوان نظریات کے مطابق مذہبی عبادات اور رسومات سرانجام دیتے تھے۔اگرچہ بلوچستان کے قدیم باشندوں کی ترقی کے ابتدائی چاروں ادوار میں ان کے مذہبی معتقدات کے بارے میں کوئی آثار وشواہد دریافت نہیں ہوئے۔لیکن ان کی اجتماعی زندگی کے آخری دو ترقی یافتہ ادوار میں ان کے مذہبی معتقدات کے بارے میں معلومات فراہم ہو چکی ہیں۔ان دونوں ادوار کے باشندے زرخیزی کے ایک مذہبی شعار میں اعتقاد رکھتے تھے اور ماتادیوی کو ہی رب البشر تسلیم کرتے تھے۔انھوں نے مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے معبد خانے تعمیر کئے تھے،جہاں سے ماتادیوی کے مجسمے یابت،بیلوں کے مجسموں کے ساتھ یکجادریافت کئے گئے ہیں،ان معبد خانوں میں زمین کی زرخیزی کے لئے دعاومناجات کر کے رسومات ادا کرتے تھے۔زرخیزی کا یہ مذہبی شعار زراعت ہی سے ماخوذ تھا۔جس پر اس زمانہ کے لوگ ضرورت سے زیادہ انحصار رکھتے تھے۔

ابتداء میں یہ مذہبی رسومات سادہ ہوا کرتی تھیں،لیکن آخری دور میں ان میں وسعت پیدا ہو گئی تھی۔جیسا کہ ملک محمد سعید دہوار نے لکھا ہے:

''سٹوارٹ پگٹ نے سب سے پہلے وادی ژوب میں پیر یانوغندی کی قدیم بستی سے ماتادیوی کے مجسمے دریافت کر کے اس دیوی کو ژوب کی دیوی کا نام دیا تھا۔''(15)

اسی طرح ''موسیو کسال نے جھالاوان کی وادی اور ناچ میں نندانی کی قدیم بستی میں ایک معبد خانے کا کھوج لگایا تھا جو ایک طویل وعریض چبوترے کے اوپر پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔اس معبد خانے کے اندر سے بھی ماتادیوی اور سانڈھوں کے مجسمے دریافت کئے گئے تھے۔''(16)

اس کے علاوہ ''الکاک نے وادی کوئٹہ دمب سادات کی قدیم بستی میں ایک مذہبی نوعیت کے چبوترے سے مٹی ہٹا کر اسے اجاگر کر دیا تھا۔جس کے ارد گرد چار دیواری تعمیر کی گئی تھی۔اس عمارت سے بھی ماتادیوی اور سانڈھوں کے مجسمے برآمد کئے گئے تھے۔''(17)

مملکتوں کے تناظر میں چونکہ قدیم بلوچستان ایک زمانے تک ایران کا حصہ رہا ہے۔اس زمانے میں یہاں ساسانی خاندان کی حکمرانی تھی جس کا بانی اردشیر تھا۔اردشیر نے جب طیسفون کو فتح کیا تو اس کی عظمت کا ڈنکا بجا اس کے بعد جب وہ شہر میں فاتحانہ شان سے داخل ہوا تو اس نے آشکانی

خاندان کے جانشین ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جس کی وجہ سے ساسانی خاندان کی حکمرانی کاآغاز ہوااور طویل مدت تک یہ خاندان ایران پر حکومت کرتا رہا، جس نے ایران کے زیر نگیں علاقوں پر سیاسی، سماجی اور مذہبی اثرات مرتب ہوئے۔

ساسانی عہد حکومت میں جب اہل ایران کے مذہبی افکار وخیالات کا تجزیہ کیا جاتاہے تو ساسانی عہد حکومت میں ان کے مذہبی ماقبل کے مذہبی خیالات وافکار سے بالکل الگ اور جداگانہ تھے ۔ساسانی عہد حکومت میں اہلِ ایران کے عقائد کے بارے میں بریگیڈئر جنرل سرپرسی سائیکس(sir,percy sykes)نے اپنی کتاب ہسٹری آف پرشیا میں لکھاہے کہ :

"آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی،روشنی،شفاف،آسمان،آگ،ہوائیں،حیات بخش بارشیں ان سب کی مقدس معبودوں کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔جب ظلمت اور قحط سالی کو ملعون دیو تصور کیا جاتاتھا۔

اس مشرکانہ نظام میں آسمانوں کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی سورج کوآسمان کی آنکھ کہاجاتا تھااور روشنی کوآسمان کا فرزند،آسمانی دیوتا وارونا(varuna)جسے یونانی یورانس (ouranos)کہتے تھے اس کو سب سے بڑے خدا کی حیثیت سے پوجاجاتا تھااس کے متھر(mithere)اکے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کے دلوں کے حالات اوران کے اعمال کامشاہدہ کرتے اور پھر وہ دونوں سب کچھ دیکھنے والے ہیں"(18)

بعض محققین کے نزدیک وولاگاس جو کہ پہلی صدی عیسوی میں پارتھیوں کا بادشاہ تھا،اس نے جبکہ بعض کے نزدیک :اردشیر جو کہ ساسانی خاندان کا بانی تھا،نے کافی تحقیق کے بعد اس کتاب کے چند حصے دریافت کر کے انہیں مدون کیا جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ :

"زرتشت سے قبل آرین مظاہر فطرت کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن زرتشت نے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی جسے ان کی زبان میں اھو رامزدا(AHURAMAZDA) یاآرمزد (ARMOZD)کہاجاتا تھا۔ جس کا معنی ہے

سب کچھ جاننے والا خداوند برتر اور ساری دنیا کا پیدا کرنے والا۔اس حقیقت کا علم اس گفتگو سے ہوتا ہے جو اھورامزدا نے زرتشت سے کی اس نے کہا کہ آسمان کو میں بلندیوں پر سلامت رکھتا ہوں جو چمکتا ہے اور دور تک نظر آتا ہے اور زمین کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔" (19)

یہاں ول ڈیورانٹ کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے تاکہ مزید وضاحت ہو سکے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :

"زرتشت سے پہلے جو مذہب ایران میں رائج تھا اس میں متعدد خداؤں پر ایمان لانا ضروری تھا سب سے بڑا خدا سورج دیوتا تھا جس کو "مترا" کہا جاتا تھا۔زمین اور اس کی زرخیزی کی دیوی کا نام "اینتا" تھا اور ہوما اس مقدس بیل کا نام تھا جو ایک دفعہ مر گیا اسے پھر زندہ کیا گیا اس نے نوع انسانی کو اپنا خون پینے کے لئے دیا۔تاکہ اس کو دوام حاصل ہو جائے۔وہ لوگ جب اس بیل کی عبادت کرتے تھے تو پہلے شراب پی کر خوب مست ہو جاتے تھے پھر اس کی پوجا کرتے تھے یہ شراب "ہوما" نامی ایک بوٹی سے کشید کی جاتی تھی جو ایران کے پہاڑوں کے دامن میں اگتی تھی۔جب زرتشت نے ایرانی معاشرے کو شرک اور فسق کی دلدل میں پھنسا ہوا دیکھا تو وہ غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس نے مجوس کے مذہبی طبقہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور بڑی شجاعت اور بہادری سے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ "لیس فی العالم الا الٰہ واحد "کہ سارے جہاں میں صرف ایک خدا ہے اور وہ اھورامزدا ہے جو نور اور آسمانوں کا خدا ہے۔" (20)

ساسانی خاندان کی حکومت کے بانی اردشیر نے جب ۲۲۶ء یا ۲۲۷ء میں اپنی شہنشاہیت کی بنیاد رکھی تو اس نے پھر زرتشتی مذہب کو عروج بخشا، سورج اور چاند کی پوجا ختم کر دی گئی، دوسرے معبودوں کے اصنام کو توڑ پھوڑ دیا گیا، ساری قوم زرتشت کے مذہب کی پیروکار بن گئی۔لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اردشیر نے زرتشت کے دینِ توحید کو قبول کر لیا تھا، بلکہ اس نے زرتشت کے انہی نظریات کو قبول کیا جس کی نمائندگی موبدان کر رہے تھے۔جس میں آگ کی پرستش سرِ فہرست تھی اس تحریف شدہ مروج زرتشتی مذہب کی حمایت و تبلیغ کا بیڑا اردشیر نے اٹھایا۔

الغرض پروفیسر آرتھر " ایران بعہدِ ساسانیان" میں لکھتے ہیں کہ :

''اردشیر دل کا دادا اصطخر میں ''اناھتا'' کے معبد کا رئیس تھا،اور یہ کہ ساسانی خاندان کو اس معبد کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ خاص خاص دیوتاؤں کے خاص خاص معبد تھے لیکن پھر بھی یہ قرینِ قیاس ہے کہ تمام معبد بطور عمومی تمام زرتشتی خداؤں کی پرستش کے لئے وقف تھے۔عبادت کی مرکزی جگہ آتش گاہ تھی جہاں پر مقدس آگ جلتی رہتی تھی،عام طور پر ہر آتش کدے کے آٹھ دراوزے اور چند ہشت پہلو کمرے ہوتے تھے،اس نمونہ کی عمارت شہر یزد کا قدیم آتش کدہ ہے جو آج بھی موجود ہے۔''(21)

مسعودی نے اصطخر کے قدیم آتش کدے کا حال یوں بیان کیا ہے کہ :

''میں نے اس عمارت کو دیکھا ہے،اصطخر سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے،وہ ایک قابلِ تعریف عمارت اور ایک شاندار معبد ہے،اس کے ستون پتھر کے ایک ایک ٹکڑے سے تراش کر بنائے گئے ہیں،ان کا طول و عرض حیرت انگیز ہے۔''(22)

تہذیب و ثقافت:

انگریزی میں تہذیب کے لیے (civilization)کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔انگریزی میں اس لفظ کے معنی تربیت،اصلاح اور درستگی وغیرہ کے ہیں۔تہذیب انسانی معاشرے کی وہ خصوصیت ہے جس کی امتیازی خصوصیت ذہنی،تیکنیکی،تمدنی اور معاشرتی ترقی ہوتی ہے۔تہذیب انسانی ثقافت کی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس میں وحشیانہ پن اور غیر محفوظ طرز عمل موجود نہ ہو جس میں مناسب حد تک مادی،ثقافتی،روحانی اور انسانی وسائل کا استعمال پایا جاتا ہو اور فرد معاشرتی ڈھانچے میں رہ کر مکمل طور پر اس سے ہم آہنگ ہو۔کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ تہذیب ثقافتی ترقی کا وہ درجہ ہے جس میں لکھنا پڑھنا موجود ہو اور جس میں ریکارڈ کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں تہذیب کے مختلف معانی لکھے گئے ہیں۔جو کچھ یوں ہے کہ :

''اصلاح، پاک کرنا، صفائی، آراستگی، ذہنی ترقی، طرزِ معاشرت، رہنے سہنے کا انداز، تمدن، ترقی، بہتری، کسی کتاب وغیرہ کی ترتیب، تدوین، درست کرنا اور صفا و جلا''[23]

ثقافت یا کلچر کے مفہوم میں کسی ملک یا قوم کے افراد کی وہ ساری خوبیاں آتی ہیں جن کی بنا پر ان کی پہچان ہو سکے۔ ثقافت کی اصطلاح ان ساری خوبیوں اور کمالات کو منعکس کرتی ہے، جو کسی قوم کے افراد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حاصل کرتے ہیں اور جن کی وجہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں، یہ خوبیاں نہ صرف ان کے ادب اور فنون میں بلکہ روزمرہ زندگی کے آداب اور معاشرتی رسوم ورواج میں بھی پائی جاتی ہیں۔

تہذیب وہ معاشرتی ترتیب ہے جو ثقافتی تخلیق کو فروغ دیتی ہے۔ تہذیب معاشرے کی طرز زندگی اور فکر واحساس کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان، آلات، اوزار، پیداوار کے طریقے، سماجی رشتے، رہن سہن، اخلاق وعادات، رسوم وروایات، علم وادب، حکمت وفلسفہ، عقائد ورسوم، فنون لطیفہ، عشق ومحبت کے سلوک اور خاندانی تعلقات وغیرہ سب تہذیب ہی کے مظاہر شمار کیے جاتے ہیں۔

تہذیب وثقافت کے باب میں موجود متنوع مباحث وتفاصیل اور ان سے پیدا ہونے والے خلط مبحث کے حل کے لیے تہذیب کی ایسی جامع تعریف جو اس کی جملہ جہات کا احاطہ کرے اور ایک مثالی تہذیب کے لیے معیار کا کام دے۔ کچھ یوں کی جا سکتی ہے کہ:

''تہذیب کسی قوم کے ایسے اجتماعی طرز فکر وعمل کا نام ہے جو واضح نظریاتی اساس پر قائم اور ایک نصب العین کا حامل ہو۔ اس نظریاتی اساس سے اس قوم کا نظام اقدار وجود میں آسکتا ہو جو خیر وشر کی واضح تمیز کرتا ہو۔ ان اقدار کا اس قوم کے اجتماعی ثقافتی مظاہر اور نظام زندگی میں عملی اظہار موجود ہو نیز وہ تہذیب عقبی جہت سے بھی عاری نہ ہو۔''[24]

بلوچستان میں آمد اسلام اور عہد نبوی ﷺ:

بلوچستان ایک تاریخی اور قدیم خطہ ہے۔ اگرچہ دورِ رسالت ﷺ میں براہِ راست مسلمانوں کی یہاں آمد اور اشاعتِ اسلام کے متعلق کوئی تاریخی شواہد موجود نہیں ہیں۔ لیکن قبل از اسلام یہاں سے

عرب کے تجارتی قافلوں کا گذر اور جنوبی ایشیاء میں تجارت بلوچستان ہی کے خطہ کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ " اسلام سے قبل برصغیر کے باشندوں اور اہلِ عرب میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں، دونوں بت پرست تھے، دونوں پتھر، لکڑی اور مٹی کے بت تراشتے اور انہیں پوجتے تھے، دونوں خطوں کے باشندے بہت سے وساوس واوہام کا شکار تھے۔"(25)

اس کے علاوہ صلح حدیبیہ کے بعد جب رسولِ اکرم ﷺ نے " مختلف علاقوں اور ملکوں کے سرداروں اور حکمرانوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے۔ تو برصغیر کے جو لوگ عرب کے بعض علاقوں میں سکونت پذیر تھے، یا تجارت وغیرہ کے سلسلے میں ان سے تعلق رکھتے تھے، انہیں بھی اس کا علم ہوا، اس طرح رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور دعوتِ اسلام کی اطلاع اہلِ ہند کو ہوئی اور وہ اس دعوت سے دینی وفکری اعتبار سے متاثر ہوئے۔"(26)

اس طرح خطہ بلوچستان بھی اسلام کے نور سے ابتدائی طور پر منور ہوا، اور اس خطے پر اسلام کے اولین نقوش مرتب ہوئے، بعدازاں متعدد صحابہ کرامؓ دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا عزمِ مصمم لیے اس خطے میں وارد ہوئے۔

دوسرا یہ کہ ہجرت مدینہ اور فتح مکہ کے بعد اسلام کی روشنی جزیرۂ عرب کے اطراف واکناف میں مزید تیزی سے پھیلنے لگی۔ ایک تو حضرات صحابہ کرامؓ نے اشاعتِ اسلام کی خاطر یہاں آکر اسلام پھیلایا۔ دوسرا یہ کہ عرب تاجر مذکورہ خطے میں سامانِ تجارت لایا کرتے تھے، عرب تاجروں کی یہاں آمد اور دعوت وتبلیغ کی بدولت اس علاقے کے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح یہاں کے مقامی لوگوں پر اسلام کے ابتدائی آمد کے اثرات اور نقوش مرتب ہونا شروع ہوئے۔ اگرچہ کتب احادیث میں اس خطے کا براہ راست تذکرہ نہیں ملتا، تاہم سندھ اور ہندوستان کے ضمن میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

عہد خلافت اسلامی اور بلوچستان

عہد فاروقیؓ اور بلوچستان:

عہدِ فاروقی سے فتوحاتِ اسلامی کا سلسلہ شروع ہوا، جو خلیفہ چہارم حضرت علیؓ اور ان کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے دور سے ہوتا ہوا بعد کے دور تک جاری رہا۔ بلوچستان کے کئی ایسے مقامات ہیں جنہیں ایک تو صحابہ کرامؓ کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا۔ اور دوسرا یہ کہ تاریخی آثار وقرائن اس امر کی شہادت دیتے نظر آتے ہیں کہ، ژوب اور خضدار کے مقامات پر صحابہ کرامؓ کی قبریں بھی موجود ہیں۔ [27]

تاریخی قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد فاروقیؓ میں بعض صحابہ ء کرامؓ کرمان اور مکران کے علاقوں میں وارد ہوئے، وہاں جنگیں لڑیں اور اس نواح کے بہت سے حصوں کو فتح کیا، روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، بعض صحابہؓ ان کچھ کے علاقے میں بھی تبلیغ اسلام اور جہاد کے لئے تشریف لائے، جس سے عربی کتب میں ''کس'' لکھا گیا ہے، یہ علاقہ جغرافیائی صورت حال کے مطابق ہندوستان میں واقع ہے اور اس کی حدود ایک طرف صوبہ گجرات دوسری طرف راجھستان اور تیسری جانب صوبۂ سندھ سے ملحق ہیں۔ قلات، لسبیلہ اور بلوچستان کے بعض علاقوں کو بھی چند صحابہ ء کرامؓ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، عربی تاریخ کی کتب میں اسے بلوص (ص کے ساتھ) اور بلوس (س کے ساتھ) بھی لکھا گیا ہے۔ [28]

خلفائے راشدینؓ کے مختلف ادوار میں جو حضرات صحابہ کرامؓ سرزمین بلوچستان پر تشریف لائے، ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

عہدِ رسالت ﷺ میں اگرچہ مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) نے اس علاقہ کا باقاعدہ طور پر رخ کیا اور نہ ہی باقاعدہ لشکر کشی کی تھی، حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا آغاز ہوا تو مذکورہ خطے کے علاقہ '' مکران'' کے متعلق حکم بن عمروؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہاں کے حالات کے حوالے سے ایک پیغام بھیجا اور اس میں کہا کہ:

فقال: يا أمير المؤمنين، أرض سهلها جبل، وماؤها وشل، وثمرها دقل، وعدوها بطل، وخيرها قليل، وشرها طويل، والكثير بها قليل، والقليل بها ضائع، وما وراءها شر

منها. فقال عمر: أسجاع أنت أم مخبر؟ فقال: لا بل مخبر. فكتب عمر إلى الحكم بن عمرو أن لا يغزو بعد ذلك مكران، وليقتصروا على ما دون النهر. "۔ [29]

ترجمہ: " امیر المؤمنین ! یہاں پانی کی قلت ہے، کھجور ادنیٰ قسم کی ہوتی ہے، دشمن بہادر ہیں، اس میں خیر بہت ہی کم مگر شر بے انتہا ہے، ایک بڑی فوج چھوٹی معلوم ہوتی ہے اور چھوٹی فوج کا خاتمہ ہو جائے گا، اس علاقے کے آگے بدتر حالات کا سامنا ہوگا، پھر حضرت عمر فاروقؓ نے سپہ سالار کو حکم دیا کہ اب وہ مزید پیش قدمی نہ کریں "۔ چنانچہ اس مرتبہ فاتحین نے دریائے سندھ پار نہیں کیا۔"

حضرت عمرو بن حکم غفاریؓ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور فاتحین بلوچستان میں سے ہے۔ ۲۳ھ میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے " آپ کو فتح مکران کے لئے روانہ کیا، اس طرح مکران آپؓ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا اور آپؓ ہی فاتح مکران کہلائے۔ [30]

حضرت عاصم بن عمرو التمیمیؓ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے مشہور سپہ سالار کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ آپؓ پہلے صحابی رسول ہیں جنہوں نے "ہلمند (افغانستان) کے علاوہ مکران اور خاران (بلوچستان) اور وادیِ سندھ کی فتح میں حصہ لیا اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔ [31]

حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ جو کہ ۲۳ھ کی فوجی مہمات میں شامل تھے۔ "آپؓ نے بلاد سندھ کی فتوحات میں حصہ لیا، جن میں مکران اور خاران (بلوچستان) شامل تھے، انھوں نے یہاں شہادت پائی۔" [32]

اسی طرح عہد فاروقیؓ میں بلوچستان کے علاقے مکران، خاران اور دیگر علاقوں کی طرف یہ ابتدائی پیش قدمی تھی جس میں یہ خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا۔

عہد عثمان غنیؓ اور بلوچستان:

حضرت عثمان غنیؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو بھی فتوحاتِ اسلامی کا دور دورہ تھا۔ چونکہ اس دور میں بلوچستان کا علاقہ مکران، گنداوہ وغیرہ سندھ میں شامل تھے۔ اس لیے اس دور میں حضرت حکیم بن جبلہؓ صحابی رسول اللہ ﷺ نے اسلامی حکومت کی طرف سے خدمات سرانجام دی۔ اور حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں آپؓ کو بلوچستان کے سب سے پہلے قاضی ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ [33]

جبکہ عہد عثمانیؓ میں ۲۹ھ میں ''حضرت عبیداللہ بن معمر بن عثمانؓ کو حضرت عثمان غنیؓ نے مکران (بلوچستان) کی مہم کا امیر بنا کر بھیجا، جہاں آپؓ نے شاندار فتوحات حاصل کیں۔[34]

آپؓ کی شہادت کے بعد'' حضرت عمیر بن عثمان بن سعدؓ صحابی رسول ﷺ ۲۹ھ میں مکران کے امیر مقرر ہوئے۔[35]

ایسے ہی ایک اور صحابی رسول ﷺ جن کا اسمِ گرامی حضرت مجاشع بن مسعود سلمیؓ ہے، فاتحینِ بلوچستان میں سے ہیں، آپؓ نے کابل (افغانستان)، بلوچستان، (پاکستان) اور کرمان (ایران) کے علاقے فتح کئے، چنانچہ آپؓ کی فتوحات کے بعد مسلمان مستقل طور پر بلوچستان میں آباد ہوئے، اور یوں بلوچستان کا خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا اور اشاعتِ اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں۔[36]

اسی عہد ۳۵ھ میں خراسان کے حاکم حضرت ابنِ عامرؓ نے بلوچستان کے علاقے خاران کو فتح کر کے سیستان میں ضم کر دیا، اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا، اس کے بعد آپؓ نے قلات (بلوچستان) کو فتح کیا۔[37]

عہد علیؓ اور بلوچستان:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہد ۳۵ھ میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوا تو آپؓ کے دورِ خلافت میں ۳۸ھ کے اواخر میں اسلامی فوج مکران سے ہوتی ہوئی سندھ میں داخل ہوئی تو قیقان، نال، خضدار اور جھالاوان (بلوچستان کے علاقے) فتح ہوئے۔[38]

ایسے ہی ایک اور صحابی رسول ﷺ خیر بن راشد ناجی سامیؓ کا حضرت علیؓ کے دور میں مکران (بلوچستان) آنا بھی ثابت ہے۔[39]

عہدِ امیر معاویہؓ اور بلوچستان:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت کے بعد ۴۰ھ میں جب حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت شروع ہوا تو بھی اس دور میں عربوں نے بدستور برصغیر پر حملے جاری رکھے، چنانچہ حضرت عمر بن عبیداللہ بن معمر تمیمیؓ نے بلوچستان کے علاقہ لسبیلہ پر حملہ کر کے اسے فتح کیا، اور سندھ کا ایک شہر ارمائل (ارمن بیلہ) پر فتح حاصل کی، یہ اس زمانے میں بہت بڑا شہر تھا اور سرزمین سندھ میں مکران اور دیبل کے درمیان واقع تھا، آج کل یہ شہر قلات میں واقع ہے، حضرت عمر بن عبداللہؓ نے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی۔ حضرت مہلب بن ابو صفرہؓ کو امیر معاویہؓ نے مکران بھیجا جس کے بعد آپ

قلات تک آگئے اور نال بلوچستان کے مقام پر آپ کی سرکردگی میں مسلمانوں نے جنگ لڑی، جہاں قندابیل (گنداوہ بلوچستان) میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ لاہور، بنوں اور کوہاٹ تک جا پہنچے۔(40)

حضرت یاسر بن سوار عبدیؓ آپؓ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عبدیؓ کے ہمراہ ۴۷ھ میں قیقان (موجودہ قلات) کی جنگ میں موجود تھے۔(41)

عہدِ یزید بن معاویہؓ اور بلوچستان:

حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت کے بعد ۶۰ھ میں یزید کا دور شروع ہوا تو اس دور میں بھی عربوں کے حملے بدستور جاری تھے، اس عہد میں ایک صحابی رسول ﷺ کا بلوچستان آنا ثابت ہے، جن کا اسمِ گرامی حضرت منذر بن جارود عبدیؓ ہے، آپؓ حضرت سنان بن سلمہؓ کی شہادت کے متصل بعد ان کی جگہ بلوچستان کے حاکم بنے، آپؓ نے بوقان (خاران) اور قلات میں جہاد کیا، اسی اثنا میں انھوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔(42)

تاریخی حقائق اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں، کہ خطۂ برصغیر بالخصوص دیارِ مکران، بلوچستان وادیٔ مہران سندھ میں رسول اللہ ﷺ کے پچیس صحابہ ٔ کرامؓ تشریف لائے۔ بارہ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں، پانچ حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہدِ خلافت میں، تین حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں، چار حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ امارت میں اور ایک یزید بن معاویہؓ کے زمانہ ٔ حکمرانی میں۔(43)

اس طرح بلوچستان میں مذکورہ صحابہ کرامؓ کی آمد سے اس خطے میں دعوتِ دین، اسلام کی تبلیغ اور دینِ مبین کی ترویج واشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں اور اس طرح نہ صرف بلوچستان بلکہ برصغیر پاک وہند میں بالعموم اور مکران وبلوچستان میں بالخصوص اشاعتِ اسلام کی قابلِ فخر تاریخ رقم ہوئی، ذیل میں ان پچیس صحابہ ٔ کرامؓ کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں، جو ظلمت کدۂ ہند برصغیر میں سندھ وبلوچستان کے راستے سے تشریف لائے چنانچہ عہدِ فاروقیؓ میں

(۱) ''حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفیؓ خیار صحابہؓ میں سے تھے، انہوں نے بلادِ ہند میں تین جنگیں لڑیں۔

(۲) حضرت حکم بن ابوالعاص ثقفیؓ نے بندرگاہ تھانہ اور بھراچ فتح کئے۔

(۳) حضرت مغیرہ بن ابوالعاص ثقفیؓ، انہوں نے دیبل فتح کیا۔

(۴)ربیع بن زیاد حارثی مدحجیؓ۔ کرمان اور مکران کے علاقوں میں جہاد کیا۔

(۵)حکم بن عمرو بن مجدع ثعلبی غفاریؓ، فاتح مکران۔

(۶)عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاریؓ فتح مکران میں شامل ہوئے۔

(۷)حضرت سہل بن عدی بن مالک، خزرجی انصاریؓ۔ موصوفِ محترم نے جنگِ مکران میں شرکت کی۔

(۸)حضرت شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی یامازنیؓ۔ یہ مدرک ہیں، فتحِ مکران میں شامل ہوئے۔

(۹)صحار بن عباس عبدیؓ جنگِ مکران میں شمولیت کی۔

(۱۰)عاصم بن عمر تمیمیؓ۔ نواحی سندھ اور سجستان کے ارد گرد کے علاقے فتح کئے۔

(۱۱)عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ، بعض بلادِ سندھ فتح کئے۔

(۱۲)نسیر بن دیسم بن ثور عجلیؓ مخضرم تھے۔ بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا۔"(44)

جبکہ عہدِ عثمانیؓ میں مندرجہ ذیل صحابہء کرامؓ تشریف لائے۔

(۱۳)"حلیم بن جبلہ عبدیؓ یہ مدرک ہیں اور یہ بلادِ ہند کے پہلے مسلم سیاح اور یہاں کے حالات کے عالم۔

(۱۴)عبیداللہ بن معمر بن عثمان قرشی تمیمیؓ فاتحِ مکران اور اس کے امیر تھے۔

(۱۵)عمیر بن عثمان بن سعدؓ امیرِ مکران۔

(۱۶)مجاشع بن مسعور بن ثعلبہ سلمیؓ فاتحِ مکران۔

(۱۷)عبدالرحمن بن سمرہ بن بن جیب قرشی عبشمیؓ نے سجستان اور کابل فتح کئے اور نواحی ہند کے کچھ علاقوں پر قبضہ کیا۔(45)

جب کہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل صحابہء کرامؓ سندھ وبلوچستان تشریف لائے۔

(۱۸)خریت بن راشد ناجی سامیؓ واردِ مکران ہوئے۔

(۱۹)عبداللہ بن سوید تمیمی شقریؓ مخضرم تھے، غزوۂ سندھ میں شامل ہوئے۔

(۲۰) کلیب بن ابو وائلؓ صحابی یا تابعی تھے، ہندوستان آئے کہتے ہیں کہ، انہوں نے ایک درخت دیکھا جس کے ایک سرخ رنگ کے پھول پر سفید حروف میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ مرقوم تھے۔''(46)

جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ امارت میں مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ اس خطے میں اشاعتِ دین اور اس خطے کو اسلام کے نور سے منور کرنے والوں میں شامل ہیں۔

(۲۱) ''مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکیؓ یہ مدرک تھے، انھوں نے براستہ، مکران، بلوچستان بنوں، لاہور اور سندھ کے ایک شہر بدھہ تک تگ وتاز کی۔

(۲۲) عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدیؓ مدرک تھے، بعض غزواتِ ہند میں شریک ہوئے اور شہادت پائی۔

(۲۳) یاسر بن سوار عبدیؓ مدرک یہاں کے ایک پہاڑی مقام قلات کی جنگ میں شامل ہوئے۔

(۲۴) سنان بن سلمہ بن محبق ہذلیؓ صحابی تھے ایک مرتبہ ہند کے مفتوحہ علاقوں کے والی مقرر ہوئے۔''(47)

جبکہ عہدِ یزید بن معاویہؓ میں بھی صحابہ کرام بلوچستان تشریف لائے ہیں جو کچھ یوں ہیں کہ

(۲۵) ''منذر بن جارود عبدیؓ بوقان (موجودہ ضلع خاران) اور قلات وغیرہ علاقوں کی جنگوں میں شریک ہوئے اور وہیں وفات پائی۔''(48)

برصغیر کا یہ خطہ اگرچہ بعض ملکوں کی بہ نسبت خطہء حجاز اور عرب سے بہت دور تھا، تاہم اسلامی تاریخ، کتبِ سیرت اور دیگر متعلقہ کتب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ '' اس خطہء ارض دیارِ سندھ وہند/بلوچستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہء کرامؓ تشریف لائے، بعد ازاں تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ وفقہائے کرامؒ کی خاصی تعداد نے یہاں قدم رنجہ فرمایا اور ہر علم وفن سے وابستہ رجالِ کار نے بڑی تعداد میں اپنے وجودِ مسعود سے نہ صرف اس خطے کو رونق بخشی بلکہ یہاں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کی راہ ہموار کی۔''(49)

یہ وہ حضرات صحابہ کرامؓ ہیں، جنہوں نے خلفائے راشدینؓ کے مختلف ادوار میں بلوچستان کے مذکورہ بالا علاقوں کو اسلام کے نور سے منور کرنے اور یہاں اشاعتِ دین میں بھرپور حصہ لیا، اسلامی لشکر کی قیادت کی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس خطہ کو زیرِ نگیں کرنے میں کافی تعداد میں صحابہ کرامؓ نے حصہ لیا، ان حضرات نے یہاں اشاعتِ دین کی خاطر تشریف لا کر سرزمین بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کی داغ بیل ڈالی جس کے نتیجہ میں کثیر

تعداد میں اس خطہ کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، جس کے نتیجے میں برپا ہونے والا عہد ساز انقلابِ اسلامی علوم وفنون، اسلامی طرزِ زندگی اور اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کا یہ سفر ہنوز جاری ہے، ان حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے اسی طرح ان کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے بلوچستان جسے بجا طور پر ''باب الاسلام'' ہونے کا شرف حاصل ہے، یہاں دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے سفر کو آگے بڑھایا۔

جس کے نتیجے میں اس خطے میں اسلام، اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تہذیب وثقافت کا احیاء اور اشاعت دین کے اس دور کا آغاز ہوا جس کی بدولت نہ صرف خطہء بلوچستان بلکہ برصغیر اور اس کے قریبی ممالک میں اشاعت اسلام اور تبلیغ کی راہیں ہموار ہوئیں، مختصر لفظوں میں اگر کہا جائے، کہ بلوچستان برصغیر اور اس خطے کے دیگر علاقوں میں اشاعتِ دین کا دروازہ اور ''گیٹ وے'' ہے، تو بجا طور پر اس خطے کی تاریخ یہاں پروان چڑھنے والی تہذیب وثقافت اس کی تائید وتصدیق کرتی نظر آتی ہے۔

ان تاریخی آثار وحقائق اور روشن نقوش سے پتہ چلتا ہے کہ خطہء بلوچستان آغازِ اسلام کی پہلی صدی ہجری میں اسلام کے نور سے منور ہوا، یہاں اشاعتِ دین کی راہیں ہموار ہوئیں آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل سرزمینِ بلوچستان اسلام کے نور سے منور ہوا یہ انہی حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینِ عظامؒ، تبع تابعینؒ اور بزرگانِ دینؒ کا مرہونِ منت ہے کہ جن کے طفیل یہاں رشد وہدایت کے چشمے پھوٹ پڑے، اس خطے کے لوگوں نے اسلام کو سینوں سے لگایا، ان حضرات کے بعد آنے والے بزرگانِ دینؒ نے اپنے اپنے طور پر دین کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ اسلامی درسگاہوں کی بنیاد ڈالی گئی اور یہ سلسلہ انشاءاللہ تاابد جاری رہے گا، آج بھی بحمد للہ کثیر تعداد میں علمائے کرام اسلام اور اسلامی علوم وفنون کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہیں، جہاں قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ کی صدائیں شب وروز بلند ہو رہی ہیں، ان تمام تاریخی آثار اور حقائق سے پتہ چلتا ہے، کہ خطہء بلوچستان وادیٔ مہران سندھ سے پہلے اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا، بناء بریں اس لحاظ سے اور تاریخی آثار وحقائق کی روشنی میں بلوچستان کو ''باب الاسلام'' کہنا ہی قرینِ قیاس اور تاریخی حقائق کے عین مطابق ہے، بلوچستان اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ہر عہد اور ہر دور میں اسلامی علوم وفنون اور دینِ اسلام کی ترویج واشاعت کے حوالے سے ہر لحاظ سے ممتاز اور عہدِ آفرین ہے۔

بلوچستان اور پشتون:

پشتون، پٹھان یا پختون جو کہ ہم معنٰی الفاظ ہیں، پشتون قوم کی بنیادی وجہ تسمیہ، شکل وشباہت اور تاریخی حیثیت پر ایک مختصر بحث کرنا مناسب ہوگا کہ تاریخ کے تناظر میں یہ قوم کیسے اور کہاں سے وجود میں آئی، اس کا تاریخی پسِ منظر کیا ہے۔ یہ ایک تحقیق طلب مسئلہ ہے، اس سلسلے میں جس طرح دیگر اقوام روئے زمین پر صدیوں سے آباد ہیں ایسے ہی پشتون قوم بھی تاریخ کے اعتبار سے روئے زمین پر ایک قدیم قوم ہے جس کی ایک طویل تاریخی داستان ہے، مگر بد قسمتی سے اس قوم کی تاریخی حیثیت تاریخ کے اندھیروں کا شکار ہونے کی وجہ سے آج یکدم معدوم ہو چکی ہے، جیسے دیگر اقوام کی نظامِ زندگی کی بنیاد اجتماعی طور پر قبائلی معاشرتی ستون پر قائم ہے، اسی طرح پشتون قوم کی نظامِ زندگی بھی قبائلی نظام پر قائم ہے ہاں! یہ الگ بات ہے کہ بعض جغرافیائی اور طبعی حالات کی وجہ سے ان میں بعض تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں، لیکن پشتون روزِ اول سے ایک خوشحال، آزاد پسند، مزاج کے لوگ ہیں۔ جو آگے تفصیل سے زیر بحث ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر تاریخِ ہند پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ پشتون ہی نے ان پر حملے میں پہل کر کے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو سکھ اور راحت کی زندگی میسر آئی، تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس قوم نے آج تک کسی غاصب اور ظالم کے سامنے سر خم تسلیم نہیں کیا بلکہ اس قوم کا سر ہمیشہ سے فخر سے بلند رہا ہے، اس قوم کے متعلق بعض مؤرخین کا نظریہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ بعض حضرات انہیں آرین نسل سے جوڑتے ہیں، ان تمام باتوں سے قبل مناسب ہوگا کہ مذکورہ قوم کے نام پر غور کر کے اس کی بنیادی وجہ معلوم کرنے کی تحقیق کی جائے۔

پشتون نام کی بنیادی وجہ تسمیہ :

پشتون، پٹھان یا پختون نام کی ایک کثیر آبادی آج پاکستان کے مختلف علاقوں مثلاً پورے صوبہ خیبر پختون خواہ میں اس کے علاوہ صوبہ بلوچستان میں ضلع پشین، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، ژوب، لورالائی وغیرہ میں آباد ہیں، یہ نام کیسے اور کہاں وجود میں آیا، اس کے متعلق پشتو تاریخ کے محقق محمد عمر نے یوں لکھا ہے کہ:

''داخلک لہ قینان اوایران سخہ د ''پشت'' سیمی تہ وکوچیدل اوپہ اسلامی دور کی پہ طبرستان پہ نامہ سرہ یادیدلہ ددی نظری مطابق ددی علاقائی (پشت یا پشتیا) خلک دوخت پہ تیریدو سرہ اول د (پاشتین) او بیاد (پشتون او پشتانہ) پہ نومونہ مشہور شول۔'' (50)

ترجمہ: ''ایران میں ایک علاقہ جس کا نام پشت تھا یہ سرسبز وشاداب علاقہ تھا، یہ لوگ قینان اور ایران سے ''پشت'' کوچ کر گئے تھے، وہاں پر آباد ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اس نام سے موسوم ہو گئے اور یہاں اسلام کے آنے بعد یہ علاقہ طبرستان کے نام سے مشہور ہوا، اس نظریے کے مطابق یہ لوگ اس علاقائی نسبت کی وجہ سے پاشتین یا پشتون کے نام سے مشہور ہو گئے۔''

موصوف نے یہ نہیں لکھا کہ قینان کون سے اور کس جگہ کا نام تھا؟ جہاں سے یہ لوگ چل کر آئے تھے جبکہ ایران کے نام سے آج بھی ایک ملک موجود ہے اور نہ ہی ''پشت'' نام کے علاقے کی نشاندہی کی ہے کہ پشت کہاں کس مقام اور جگہ کا نام ہے؟۔البتہ وہاں کے بادشاہوں کے حوالے سے ایک انگریز مؤرخ مسٹر ٹیلر کے حوالے سے پشتون امراء کے متعلق لکھا ہے:

''ہم دایران (پارتین) پاچاھان د پشتنو پہ نامہ یاد کڑی دی۔'' (51)

ترجمہ: ایران کے بادشاہ کو پشتون کے نام سے موسوم کیا ہے۔''

ایک اور لفظ جو پشتون کے بجائے پختون مستعمل ہے، اس کے قبائل کے متعلق موصوف نے لکھا ہے:

دا خلک پہ مختلفو قبیلو ویشل شوی وہ چی درگیگ ویدا پہ شہادت دا پنحۂ (پانچ) قبیلی وی (پکتھا، سیوا، ولیشانن، بھالاناوالینا) پہ دی پنحۂ قبیلو کی مہمہ قبیلہ د ''پکتھا'' وبیلہ وہ۔ دی قبائیلو چی کومہ ژبہ ویلہ ھغہ ژبہ پہ وروستو زمانو کی د پکتھا د قبیلی پہ مناسب پہ ''پکتھو'' یا ''پشتو'' سرہ مشہورہ شوہ اوددوی دھستوگنی علاقہ پہ (پکتیکا) (پشتیحا) او (پختونخواہ) یادہ شوہ چی وروستہ یونانی مؤرخینو داخلک د خپلو لہجو مطابق د (پکتوس، پکتوان، پکتین، پرستانی) او نورو نومونہ سرہ یاد کڑی دی چی اوس ددی ٹولو لفظونو سخہ مراد

یواوهغہ پشتون یا پختون دی۔''[52]

ترجمہ: ''یہ لوگ مختلف قبائل میں منقسم ہیں، ''رگ وید'' کی شہادت کے بموجب یہ کل پانچ قبیلے تھے۔ (پکتھا، سیوا، ولیشانن، بھالااور الینا) مذکورہ بالا قبائل میں پکتھا قبیلہ اہم تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ جو زبان بولتے تھے وقت کے ساتھ ساتھ یہ پکتھا قبیلہ کے نام کی مناسبت سے ''پکتھو یا پشتو کے نام سے منسوب ہوگئے، ان کے رہائشی علاقے پکتیکا (پشتیجااور پختونخواہ کے نام سے موسوم ہوئے اور یونانی مؤرخین نے مذکورہ علاقوں کے مطابق انہیں پکتوس، پکتون، پکتین اور پرستانی وغیرہ ناموں سے ذکر کیا ہے، اب ان تمام الفاظ سے مراد ایک ہی زبان پشتون یاپختون ہے۔''

اسی طرح پشتون یاپختون کے لیے ایک اور لفظ پٹھان جو کہ اہلِ ہند کی طرف سے ملاہے اور قیس عبدالرشید کو پشتون کے مورثِ اعلیٰ خیال کرتے ہیں اس کے متعلق بھی موصوف نے نہایت مستند حوالوں سے لکھاہے کہ:

''قیس یو عبرانی نوم وو پہ یوہ اسلامی نوم (عبدالرشید) بدل کڑل تر دی وروستہ د قیس عبرانی نوم پہ عبدالرشید مسمّیٰ شوہ، قیس عبدالرشید او ملگروي د مکی پہ غزوہ کی ہم گڈون وکڑ قیس عبدالرشید پہ دی جگڑہ کی ڈیرہ میڑانہ شودلی وہ نو رسول اللہ ﷺ دہ تہ (ملک اوبطان) القاب ورکڑل اووي فرمایل چی دی بہ یعنی قیس عبدالرشید بی زماد دین بطان وی۔ دغہ لفظ بطان د هندی خلو لخواد وخت پہ تیریدو سرہ پہ پتھان، پٹھان بدل شوی دی پہ دغہ وخت کی حضرت خالد بن ولیدؓ خپلہ لورہ (سارہ بی بی) ہم قیس عبدالرشید تہ پہ حلالہ نکاح ورکڑہ تر دی وروستہ قیس عبدالرشید بیر تہ خپلی سیمی (غور) تہ ولاڑ اود اسلام پہ دعوت یي پیل وکڑہ تر سو چی پہ سنہ ۴۱ھ د ۸۷ کالو پہ عمر پہ یوہ جنگ کی شہید شو دہ دری زامن لرل سڑبن، غرغشت، بیٹن چی دادری واڑہ داوسنیو پشتنو دا کثرو قبیلو اعلیٰ مورثان دی۔'' [53]

مفہوم: قیس ایک عبرانی نام تھا جو کہ عبدالرشید کے نام سے تبدیل کیا ہواہے اس کے بعد

عبدالرشید کے نام سے مسمی ہو گیا۔ قیس اور اس کے ساتھیوں نے غزوۂ مکہ میں بھی شرکت کی جس میں قیس عبدالرشید نے بڑے جوہر دکھلائے جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں ملک اور بطان کے القابات سے نوازا، اور فرمایا کہ یہ میرے دین کا بطان (کشتی کا فریم) ہے۔ لفظ بطان جو کہ اہلِ ہند کی جانب سے وقت کے ساتھ ساتھ پٹھان سے تبدیل ہوا اُسی زمانہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ جس نے اپنی بیٹی (سارہ بی بی) کا نکاح قیس عبدالرشید سے کروایا، جس کے بعد قیس عبدالرشید اپنے علاقہ ''غور'' کی طرف چلے گئے، اور وہاں جا کر دینِ اسلام کی دعوت شروع کی اور ۱۴ھ ۸۷ سال کی عمر میں موصوفؓ کسی جنگ میں شہید ہوئے، ان کے تین بیٹے جن کے نام سڑبن، غرغشت اور بیٹن ہیں، یہی تینوں آج کے پشتون قبیلوں کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔''

اور قیس عبدالرشید کے سلسلہ ءنسب کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

''د قیس عبدالرشید شجرہ:

قیس پہ پنځہ دیر شم (۳۵) پُشت افغانہ بن ارمیا تہ پہ اووہ دیرشم (۳۷) پُشت طالوت تہ، پہ دوہ حلوۍ شتم (۴۲) پشت حضرت یعقوب علیہ السلام تہ پہ پنځہ حلوۍ یشتم (۴۵) پشت حضرت ابراہیم علیہ السلام تہ او پہ دری شپیتم (۶۳) پشت حضرت آدم علیہ السلام تہ رسیږی''[54]

اردو ترجمہ: ''قیس عبدالرشید کا شجرہ:

قیس پینتیس (۳۵) واسطوں سے افغانہ بن ارمیا سے جا ملتا ہے، سینتیس (۳۷) واسطوں سے طالوت سے بیالیس (۴۲) واسطوں سے حضرت یعقوبؑ سے پینتالیس (۴۵) واسطوں سے حضرت ابراہیمؑ سے اور تریسٹھ (۶۳) واسطوں سے حضرت آدمؑ سے جا ملتا ہے۔''

د قیس عبدالرشید د نسب سلسلہ تر طالوت پوری پہ دی ترتیب دہ۔

قیس بن عیس بن سلول بن عقبہ بن نعیم بن مرہ بن حبذر بن سکندر بن رُمان بن عین بن بھلول بن سلم بن صلاح بن قاروح بن عثیم بن فھلول بن کرم بن عمیل بن حذیفہ بن مھنال بن قیص بن علیم بن اشموئیل بن ھارون بن قمرود بن ابی بن صلیب بن طلل بن لوئی بن عامل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغانہ بن ارمیا بن ساول مقلب پہ طالوت۔''(55)

اردو ترجمہ: ''قیس عبدالرشید کا سلسلہ نسب طالوت تک اس ترتیب سے ہے:

قیس بن عیس بن سلول بن عقبہ بن نعیم بن مرہ بن حبذر بن سکندر بن رُمان بن عین بن بہلول بن سلم بن صلاح بن قاروح بن عثیم بن فہلول بن کرم بن عمیل بن حذیفہ بن منہال بن قیص بن علیم بن اشموئیل بن ہارون بن قمرود بن ابی بن صلیب بن طلل بن لوئی بن عامل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغانہ بن ارمیا بن ساول مقلب طالوت کے ساتھ۔''

تاریخِ خورشید جہان کے مصنف نے افغان اور پشتون کے باب میں ان کے متعلق لکھا ہے:

''کوم وخت چی عربو د افغان طائفی پہ ملاتڑ سیستان، بلوچستان، سند او ملتان فتح کڑل د دی طائفی پر همت او میڑانہ یی تحسین ووایہ او داچی داتو کالو پہ اوڑدو کی یی د عربو ملاتڑ وکڑو، نو دوی (پشتانہ) د دی سیمود فارسی ژبو خلکو لخواد ''پشتوانی '' پہ نامہ ونومول شول افغانانو ہم د پشتوانی (ملاتڑ) پہ نوم چی د اسلام د لشکر و پہ د ملاتڑ یو پہ مفہوم استعمالیدہ فخر کاوہ، او ځانونہ تہ یی د پشتوان یعنی ملاتڑ خطاب کاوہ سو پہ دی نامہ مشہور شول دوخت پہ تیری دو سرہ د علت لفظ یعنی (الف) حذف شو او پشتوان پہ پشتون بدل شو او داپنځمہ وجہ تسمیہ وہ چی تر اوسہ اسرائیلیت وروستہ افغان (پشتون) تہ منسوبیږی پہ دی توگہ چی لومړی بنی اسرائیل وو بیا افغان او ورپسی سلیمانی شول۔ د آنحضرت رسول اللہ ﷺ پہ زمانہ کی د بطان پہ لقب مفتخر شول او وروستہ د بنی امیہ د سلطنت پہ زمانہ کی پہ پشتون ونومول شول چی اوس فارسیان افغان، عربیان سلیمانی او ھندیان پٹھان بولی

اوپہ افغانستان کی دی میڑنی قوم تہ پشتون وایی چی ھزارگان او نور دری ژبی افغانان یی آوغو او اوغان ہم یادوی۔" (56)

ترجمہ: "جس وقت عربوں نے افغان قوم کی مدد سے سیستان، بلوچستان، سندھ اور ملتان کے علاقے فتح کیے اور مسلسل آٹھ سال سے عربوں کی مدد کرنے پر جنگ میں ان کا ساتھ دیتے رہے اور بہادری وشجاعت کے جوہر دکھلاتے رہے، تو عربوں نے انہیں دادِ تحسین سے نوازا، یہ لوگ وہاں کے مقامی فارسیوں کی جانب سے پشتوانی کے نام سے موسوم ہونے لگے اسلامی لشکروں کی مدد ونصرت کی وجہ سے افغانی بھی پشتوانی نام پر فخر کیا کرنے لگے اور اپنی طرف پشتوان کا خطاب کرنے لگے کسی عرصہ تک اسی نام سے مشہور ہوئے اس کے بعد مرورِ زمانہ کے ساتھ پشتوان سے حرفِ علت الف کو حذف کر دیا گیا تو پشتوان کے بجائے پشتون بن گیا۔یہی پانچ وجہ تسمیہ ہیں کہ کسی زمانے میں اسرائیلیت پھر افغان پھر پشتون کی طرف منسوب ہوئے اس طرح پہلے بنی اسرائیل پھر افغانی اور پھر سلیمانی بن گئے۔جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ءمبارک میں بطان کے لقب سے مشہور ہوئے، اس کے بعد بنی امیہ کے دور میں پشتون ہی کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے، اب فارسی گفتہ انہیں افغان، عرب سلیمانی اور اہلِ ہند انہیں پٹھان کہتے ہیں، افغانستان میں آج اس بہادر قوم کو پشتون کہا جاتا ہے، اور اہلِ تشیع انہیں آغو یا اوغان کے نام سے پکارتے ہیں۔"

مذکور بالا تمام تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ پٹھان جس کے لیے دیگر مختلف نام مثلاً افغان، پشتون اور پختون کے نام آج استعمال ہوتے رہے ہیں کسی زمانے میں یہ بنی اسرائیل تھے جس کی تاریخ توریت کے مطابق طالوت سے جا ملتی ہے اس کے بعد زندگی کے مختلف وقتوں میں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان کے لیے بطان کا لفظ استعمال ہونے لگا پھر اہلِ ہند انہیں بطان کے بجائے پتھان یا پٹھان پکارنے لگے اور اس قوم کی بہادری وشجاعت کے بے مثال کارناموں کی وجہ سے یہ مختلف نام اس قوم کے اعزازی نام ہیں جو کہ انہیں اس کی ہر دور میں شجاعت وجوانمردی کی وجہ سے ملے

ہیں، اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ پٹھان قوم کی ایک طویل تاریخی حیثیت ہے، لہٰذا ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوم اصل میں بنی اسرائیل سے کسی زمانے میں تعلق رکھتی تھی، بعد میں یہاں اس خطے میں آباد ہونے کی وجہ سے مؤرخین اور محققین نے انہیں آرین النسل جوڑا ہے جو کہ کسی ایک حد صحیح اور درست بھی ہو سکتا ہے، اس کی وجہ یہاں پر کئی صدیوں سے آباد ہونے کی وجہ ہے یہی وجہ ہے کہ مؤرخین اور محققین انہیں آرین النسل سے جوڑتے ہیں کیونکہ تاریخ کا ایک باب وہ ہے جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا باب اس کے بعد زندگی کے مختلف گوشوں کا ہے جو اس کے بعد کے مختلف ادوار ہیں۔ اس لیے ایک قسم کے مؤرخین جن کا تاریخ کے متعلق علم محدود ہے جنہوں نے اپنے عقل کی کسوٹی پر انہیں آرین النسل سے جوڑا ہے یہاں تک تو یہ صحیح اور درست ہو سکتا ہے لیکن دوسرا باب وہ علم جو کہ روئے زمین پر انسانیت کی بنیاد سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ مذکورہ قوم سے متعلق سلسلہ نسب کا ہے تو اگر اس پر غور کیا جائے تو یہ ہمیں سیدھا حضرت آدمؑ سے ملا دیتا ہے جو کہ ایک مستقل سلسلہ ہے، اس طرح آج یہ قوم دنیا بھر کے علاوہ ملکِ پاکستان اور افغانستان میں آباد بھی ہیں اور یہ مقامات ان کے خاص مسکن اور مامن بن گئے ہیں۔

روئے زمین پر انسانی تاریخ کا علم ایک مستقل اور طویل علم ہے جس کا صحیح اور درست اندازہ لگانا کسی انسان کے بس میں نہیں اور کسی بھی مسئلہ کے حل کے لیے بسا اوقات انسان، انسان ہی کی تاریخ کے تناظر میں کہی ہوئی بات کو قبول کر لیتا ہے جب کہ بعض ایسے شواہد جس کی بنیاد مضبوط ہو مثال کے طور پر زندگی کے مختلف مراحل پر جن ٹھوس ذرائع مثلاً کتبِ الہامی کے ذریعے سے اگر اندازہ لگایا جائے تو کسی حد تک انسانی ضمیر مطمئن ہو سکتا ہے کہ نسلِ انسانی کی مثال بھی زمین پر انتشارِ بیج کی مانند ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پٹھان قوم مذکورہ خطے پر آباد ہونے کی وجہ سے آرین النسل ہے اور بنیادی طور پر بنی اسرائیل سے اس کا تعلق ہونا ہی قرینِ قیاس ہے۔ بحر حال، ہمارے موضوع کا تعلق پاکستان میں صوبہ بلوچستان کے پشتون قوم کے اسلامی ادب سے ہے، اس لیے اس قبل ہم مختصر طور پر پاکستان کے قیام وترقی میں مذکورہ قوم کی خدمات کا جائزہ اور دنیا بھر میں پشتون آبادیوں کا ایک سری سری جائزہ مناسب ہوگا۔

پاکستان کی تعمیر وترقی میں پشتونوں کی خدمات:

پشتون ایک محبِ وطن اور وفادار قوم ہے، جس کی حبّ الوطنی سے متعلق نہ صرف پاکستان میں بلکہ تاریخِ ہند پر حکمرانی کرنے میں کئی صدیوں پر محیط ان کی خدمات ہیں جب سے قیامِ پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے، اس وقت سے آج تک پاکستان کی تعمیر وترقی میں پٹھانوں کا اہم کردار رہا ہے اور پاکستان کے ہر میدانِ عمل میں پشتون قوم کی جو خدمات ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

''۱۔ سابق صدر و چیف آف آرمی اسٹاپ جنرل ایوب خان کا تعلق پٹھانوں کے قبائل ترین قبیلہ سے تھا۔

۲۔ پاکستان کو عالمی سطح پر ایٹمی طاقت بنانے والے ڈاکٹر عبد القدیر خان ہیں جن کا تعلق پٹھان قبائل کے '' غور '' قبیلہ سے ہے۔

۳۔ سابق چیف آف آرمی اسٹاپ جنرل عبد الوحید کاکڑ جن کا تعلق کاکڑ قبیلہ سے ہے۔

۴۔ سابق صدر پاکستان غلام اسحق خان جن کا تعلق پٹھان قبائل کے بنوں قبیلہ سے ہے۔

۵۔ گورنر جنرل پاکستان غلام محمد کاکڑ جن کا تعلق کاکڑ قبیلہ کی ذیلی شاخ کٹکے زئی ضلع پشین سے ہے۔

۶۔ پاکستان نے کرکٹ ون ڈے ورلڈ کپ ۱۹۹۲ء عمران خان نیازی (پٹھان) کی قیادت میں جیتا، یہ بھی پٹھان ہے۔

۷۔ ۲۰۰۹ء کا T-20 ورلڈ کپ یونس خان (پٹھان) کی سربراہی میں جیتا، یہ بھی یوسف زئی پٹھان ہے۔

۸۔ جان شیر خان خلیل، جہانگیر خان خلیل (پٹھان) کا اسکواش کے میدان میں اہم کردار رہا ہے اور دونوں ورلڈ چیمپئن بنتے رہے۔'' تعلق بھی پٹھان قبائل سے ہے۔ (57)

غرض، پاکستان کے ہر شعبہء حیات میں پٹھانوں کا کردار اہم رہا ہے، اور قیامِ پاکستان کے بعد سے جو جو علاقے پاکستان کے حصے میں آئیں ہیں اسی وجہ سے آئے ہیں کہ یہاں کے مقامی لوگوں میں محنت، وطنِ عزیز سے محبت، ایمان داری کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار اور مخلص ہیں، جس کا مشاہدہ مذکورہ قوم کی پاکستان کے لئے مذکورہ بالا خدمات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ پٹھان قوم کی موجودہ آبادی کا اندازہ جو آج کل دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہیں، اس مختصر تجزیہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

کل آبادی	۵۰ ملین (بمطابق ۲۰۱۱ء)
پاکستان	۲۹۳۴۲۸۹۲/ ۲۰۱۲ء
افغانستان	۱۲۷۷۶۳۶۹/ایضاً
دبئی	۳۳۸۳۱۵/۲۰۰۹ء
امریکہ	۱۳۸۵۵۴/۲۰۱۰ء
ایران	۱۱۰۰۰۰/۱۹۹۳ء
برطانیہ	۱۰۰۰۰۰/۲۰۰۹ء
جرمنی	۳۷۸۸۰ /۲۰۱۲ء
کینڈا	۲۶۰۰۰/۲۰۰۶ء
انڈیا	۱۱۰۸۶/۲۰۰۱ء
روس	۹۸۰۰/۲۰۰۲ء
اسٹریلیا	۸۱۵۴/۲۰۰۶ء
ملائشیا	۵۵۰۰/۲۰۰۸ء
تاجکستان	۴۰۰۰۰/۱۹۷۰ء۔[58]

پشتون قوم کے رسم ورواج:

دنیا کے ہر معاشرے اور قوم میں اس کے اپنے معاشرتی رسم ورواج ہوتے ہیں ان میں بعض ایسے رسومات ہیں جو تمام مسلمانوں میں باہم مشترک ہیں جنہیں اسلامی یا مذہبی رسوم کہا جاسکتا ہے اور یہ ان کی مذہبی عکاسی کی غماز ہوتی ہیں، جبکہ بعض سماجی رسوم ہوتی ہیں، جو ان کے معاشرتی نظامِ زندگی کی عکاسی پیش کرتی ہیں، جنہیں ہم قومی رسم ورواج کہتے ہیں، اسی طرح پشتون قوم کی اپنی رسومات ہیں، لہٰذا ذیل میں ہم پشتون معاشرے کے رسم ورواج کو بیان کرتے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

مہمان نوازی:

پشتون قوم میں مہمانوازی حد درجہ پائی جاتی ہے۔ دل ودماغ کے کھلے اور مہمان کی حد درجہ خاطر داری کرتے ہیں، اس کے علاوہ اگر کوئی مسافر مہمان ہو تو اسے بھی انہیں اپنے گھر لے جاتے ہیں اور مہمانوں کو بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عورتوں کا درجہ اور حقِ جائیداد :

پشتون معاشرے میں عورتوں کی حیثیت نہایت بلند ہے۔ اس معاشرے نے ہمیشہ عورت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے عزت واحترام دیا ہے ہاں یہ الگ بات ہے کہ زمانہ جہالت میں اسے ایک حقیر شے خیال کیا جاتا تھا لیکن جب سے اسلام کی کرنیں اس خطے پر پھوٹ پڑی ہیں، جہالت کا خاتمہ ہو گیا جس کی وجہ سے عصرِ حاضر میں اب وہ نمایاں تبدیلیاں آگئیں ہیں کہ عورت کے لیے باپ کے انتقال کے بعد میراث میں باقاعدہ حصہ مقرر ہونے لگا ہے اس طرح عورت کو باپ کے جائیداد میں حقِ میراث سے محروم کرنے کا غیر اسلامی اور غیر اخلاقی رسم کا مکمل طور سے رفتہ رفتہ خاتمہ ہونے لگا ہے۔

قبائلی تعاون:

جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

''ید اللہ علی الجماعۃ''

ترجمہ: ''جماعت پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔''

مراد اس سے یہ ہے کہ اتفاق میں برکت ہے بالکل اسی طرح پشتون معاشرے میں قبائلی سطح پر ہر مشکل وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا اور اہلِ قبائل کے ساتھ ممکنہ طور پر تعاون کرنا یہ پشتون قوم کا ہمیشہ سے ایک اعلیٰ اور عمدہ صفت رہی ہے کہ وہ اپنے بھائی یا پڑوسی کا اگرچہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو بھرپور ساتھ دیتے ہیں۔

پوشاک :

پشتون معاشرے کا لباس انتہائی عزت والا ہے اپنے جسم کو ڈھانپنے کے لیے قمیص اور شلوار وغیرہ پہنتے ہیں جبکہ سر پر پگڑی یا لنگی باندھتے ہیں اور ساتھ ہی اعلیٰ قسم کی واسکٹ (یا صدری) پہنتے ہیں جو ایک طرح سے پاکستان کا قومی لباس بھی خیال کیا جاتا ہے لہٰذا پشتون معاشرے کا لباس قرآنِ کریم کے احکام کے موافق یعنی تقویٰ کا لباس ہوتا ہے اسی طرح عورتیں بھی اپنے لباس میں آزاد و باپردہ ہیں سر پر دوپٹہ ، لمبا قمیص پاؤں تک اس کے ساتھ ہی شلوار ہوتی ہے، کپڑے موسم کے موافق بسا اوقات گرم، اور بسا اوقات ٹھنڈے جبکہ موسم سرما میں اور عام طور سے معتدل لباس میں ہی ملبوس ہوتی ہیں۔

غرض اسی طرح پشتون قوم میں بے شمار اوصاف پائے جاتے ہیں جن کا احاطہ کرنا یہاں مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔

بلوچستان میں آباد پشتون اقوام وقبائل:

چونکہ صوبہ بلوچستان میں مختلف اقوام وقبائل صدیوں سے آباد ہیں جو کہ ایک کثیر اللسان زبانوں پر مشتمل صوبہ ہے، جس میں بلوچی، بروہی، اردو، بولنے والے اور اس کے علاوہ دیگر قبائل آباد ہیں، جن کے متعلق بنیادی معلومات مذکورہ اقوام کے ابواب میں آنے والی ہیں یہاں صرف پشتون قبائل کی شاخیں وقبائل جو صدیوں سے یہاں آباد ہیں ان سے اور پشتون قبائل کی بڑی سرکردہ شاخوں سے متعلق (جس کی ایک کثیر تعداد میں لوگ آج بھی صوبے کے مختلف حصوں میں آباد اور مشہور ومعروف ہیں) کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا، لہٰذا ذیل میں مذکورہ بالا سرکردہ اقوام وقبائل

کے متعلق (جو یہاں کی مقامی آبادی پر مشتمل ہیں) کی بنیادی معلومات درج ذیل ہے۔اس سے پہلے بہتر ہوگا کہ مفکرین کی آراء کی روشنی میں لفظِ قبیلہ پر مختصراً روشنی ڈالی جائے۔

لفظ قبیلہ اور مفکرین :

قبائل کی واحد قبیلہ ہے قبیلہ ایک باپ کی اولاد کو کہاجاتاہے۔معروف ماہر لغت لویس معلوف قبیلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ :

"القبیلۃ :ایک باپ کی اولاد، پتھر کی چٹان کنویں کے منہ پر، کھال کا ہر ٹکڑا، جمع قبائل۔قبائل الرأس، سر کی ہڈیاں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں "[59]

ماہرین انساب نے اہل عرب کو نسب کے اعتبار سے چھ طبقوں میں تقسیم کیا ہے کہ :

"الطبقۃ الاولی: الشعب جمع شعوب یہ بعید ترین نسب کا درجہ ہے جس میں سے قبائل درخت کی شاخوں کی مانند پھوٹتے ہیں، مثلاً جیسے قبیلہ عدنان

الطبقۃ الثانیہ: القبیلہ جمع قبائل مثلاً ربیعہ و مضر، اسے قبیلہ اس لیے کہا گیا کہ انساب کا باہم تقابل کیا جاتا ہے۔

الطبقۃ الثالثۃ: العمارۃ: جمع عمائر و عمارات۔قبیلہ عمارات میں منقسم ہوتا ہے مثلاً قریش و کنانہ۔

الطبقۃ الرابعہ: البطن جمع بطون وابطن جیسے بنو عبد مناف وبنو مخزوم۔

الطبقۃ الخامسۃ: الفخذ جمع افخاذ مثلاً بنو ہاشم وبنو امیہ۔

الطبقہ السادسۃ: الفصیلۃ جمع فصائل، مثلاً بنو عباس وبنو ابی طالب گویا مندرجہ بالا طبقات کے لحاظ سے " فخذ " فضائل کے مجموعے کا نام ہے، بطن افخاز کے مجموعے کا نام، عمارۃ بطون کے مجموعے کا نام، قبیلہ عمائر کے مجموعے کا اور شعبہ قبائل کے مجموعے کا"[60]

قبیلہ کی مندرجہ بالا تقسیم اور طبقات کے بعد اہل عرب کے ہاں قبیلوں کو منسوب کرنے کے بارے میں ایک رواج تھا کہ وہ قبائل کے نام انسانی اعضاء کے نام پر رکھتے تھے۔اگر انسان کے جسم کا اوپر کی جانب سے جائزہ لیں تو سب سے پہلے سر آتا ہے اور انسانی سر مختلف ہڈیوں کے مجموعے کا نام ہے جو انسانی جسم کا قائد بھی ہے۔ایسے ہی وہ قبائل کو مختلف انسانی اعضاء کے نام سے موسوم کرتے تھے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے:

''شعب کی بنیاد قبیلہ پر ہے اور قبیلہ اس انسانی معاشرے کی عمارت کی اساس اور بنیاد کا کام دیتا ہے۔ بنا کے بعد عمارت کی ابتداء ہوتی ہے جو بمنزلہ عنق اور صدر کے ہیں۔ گردن اور سینے کے بعد (پیٹ) بطن آتا ہے، پیٹ کے بعد ران فخذ ہے اور سب سے آخر میں نسب کا قریب ترین درجہ فصیلہ آتا ہے جو جسم انسانی میں فخذ کے بعد ہے'' (61)

اس کے علاوہ بھی عرب میں قبائل کے اسماء پانچ طرح کے تھے، جو سلسلہ وار کچھ یوں ہیں :

(الف) قبیلے پر اس کے باپ کے نام کا اطلاق ہو جیسے عاد و ثمود، مدین سے مراد بنو عاد، بنو ثمود اور بنو مدین ہیں یہ عام طور پر شعوب و قبائل میں ہوتا ہے بخلاف بطون وافخاذ کے۔

(ب) قبیلے پر بنوۃ (لفظ بنو) کا اطلاق ہو مثال بنو عباس۔ اور یہ عموماً بطون وافخاذ میں استعمال ہوتا ہے۔

(ج) قبیلے کا ذکر جمع کے لفظ سے مع الف ولام کیا جائے جیسے الطالبیوں اور الجعافرۃ۔ اس کا استعمال عموماً متاخرین کے سلسلے میں ہوا ہے۔

(د) قبیلے کو آل فلاں کے کلمات سے پکارا جائے مثلاً آل ربیعہ، آل فضل، آل مرۃ، آل علی۔ اس کا استعمال بالعموم ازمنہ متاخرہ میں ہوا ہے اور خصوصاً شام میں، یہاں آل سے مراد اھل ہے۔

(ہ) قبیلے کو ''اولاد فلان'' سے تعبیر کیا جائے جیسے اولاد زعازع، اولاد قریش، اس کا استعمال بہت قلیل اور وہ بھی متاخرین افخاذ میں کیا گیا ہے''(62)

قبیلہ کی تحقیق قرآنِ کریم کی روشنی میں:

لفظ قبیلہ کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ خالقِ کائنات نے اپنی ابدی کتاب قرآن حکیم میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور انسانی معاشرے میں اس کو پہچان قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْ ﴾[63]

ترجمہ:''اور ہم نے تمہیں شعوب وقبائل میں تقسیم کیاتا کہ تعارف حاصل ہو۔''

قرآن کریم کی مذکورہ بالاآیتِ مبارکہ سے یہ وضاحت ہو گیاہے کہ بنیادی طور پرا گرچہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کوایک ہی باپ اور ماں سے پید اکر کے بھائی بھائی بنادیا۔لیکن پھراسے مختلف قبیلوں، قوموں میں بھی اللہ ہی نے تقسیم فرمایاجس کی حکمت یہ ہے،تاکہ لوگوں کا باہمی تعارف وشناخت آسان ہو جائے اسی طرح بلوچستان میں مختلف قبائل آباد ہیں جن میں ایک پشتون بیلٹ بھی ہے، جنہیں تاریخ کی روشنی میں افغان کہاجاتاہے لیکن قیامِ پاکستان بعد اس لفظ کا اطلاق صرف ان افغانوں کے لئے مخصوص ہو گیاہے جن کی آبادی حدودِ پاکستان یعنی ڈیورنڈ لائن کے پار سے ہے جبکہ آر جانب پاکستان میں موجود صدیوں سے آباد افغان قبائل جو کہ اب پاکستان کا حصہ رہاہے،انھیں یہاں کی مقامی زبان میں اب پشتون کہاجاتاہے۔اور دوسری بیلٹ جنھیں بلوچ کہتے ہیں جو کہ تاریخی پسِ منظر کے لحاظ سے ایرانی النسل کہاجاتاہےاور یہ ایک دور میں ایرانی کہلائے جاتے تھے۔

لیکن آزادی پاکستان کے بعد بلوچستان(سجستان،سیستان،ایران) کا جو کچھ حصہ مملکت پاکسان کو تقسیم کے بعد ملا جسے آج پاکستان کہاجاتا ہے،البتہ اب یہ ایرانی بلوچی یاافغانی وپشتون قبائل یک جدی عزیز واقارب کے کئی گروہ سے مل کر بناہے نسل باپ کے توسط سے چلتی ہے،بیٹا باپ کے خون کا حامل ہوتاہےاس طرح یہی نسل آگے چل کرایک قبیلہ بنتاہےاور پھر ہر قبیلہ کئی کئی گروہ میں منقسم ہوتاہے جس کااندازلگانااب محال ہو گیاہے مگر عملی طور پر پشتونوں میں چند قبائل رائج العام ہیں،یعنی زئی، خیل اور کہول وغیرہ ایسے ہی یہی بلوچ قبائل بھی ہیں، جو کہ مشترکہ طور پر بلوچستان کے اطراف واکناف میں آباداور مقیم ہیں۔ جس کاتذکرہ ذیل میں اجمالاًپیش کیاجاتاہے۔

بلوچستان میں پشتون اچکزئی قبیلہ:

بلوچستان کے ان اقوام وقبائل میں ایک قوم اچکزئی قوم ہے جو صدیوں سے یہاں پرآباد ہے۔اچکزئی بلوچستان کی نفیس ترین اقوام میں سے ایک قوم ہے جو انتہائی مستعد اور جفاکش ہیں تاریخی پسِ منظر کے حوالے سے مذکورہ قوم کی تاریخ افغانستان سے جاکر ملتی ہے جس کے متعلق محمد عمرنے اپنی کتاب میں یوں کہاہے کہ

اچکزئی پہ بارکزو کی د نورالدین لہ خانگی (ح کو" ثا" کے ساتھ پڑھنا) حخہ (ایضاً) دی، دوی د ابدالی احمد شاہ لخواہ لہ بارکزو حخہ (ایضاً) بیل او پہ حانگڑی شجرہ کی تسجیل شول اچکزئی پہ ٹولو ابدالیانوں کی بہادر او زڑہ ور خلک دی دوی پہ ونو دنگ، پہ تنہ غٹ پہ رنگ شکلی او خوشحالہ خلک دی۔ گلستان، بوستان، بولدک، چمن او د غو سیمو تہ ور حیرمہ (ح کو ث پڑھئے بمعنی کی طرف) حمکی (ح کو ز پڑھئے بمعنی زمین) د دوی د ھستو گنو اصلی ٹاٹوبی دی یو شمیر یي د امیر عبدالرحمٰن خان پہ زمانہ کی ارزگان تہ بیول شوی۔ پہ اچکزو کی د غازی عبداللہ خان پہ شان نومیالی ڈیر تیر شوی دی چی د انگریزانو پہ مقابل کی یي قربانی ورکڑی او د قام شملہ یي جگ ساتلی دہ پہ اوسنیو نومیالیو کی شہید خان عبدالصمد خان اچکزئی د یادونی وڑ دی چی د خپلی زمانی سیاسی او قومی مشر وو۔" (64)

ترجمہ: اچکزئی بارکزئی قوم نورالدین کی اولاد میں سے ہیں۔ جو احمد شاہ ابدالی کی اولاد پر بارکزئی سے الگ شاخ بنا ہے، اچکزئی قوم تمام ابدالی خاندان میں بہادر، شجاع اور مضبوط لوگ ہیں جسمانی ساخت کے لحاظ سے قد آور، خوبصورت، اور خوش مزاج لوگ ہیں، گلستان، بوستان، بولدک اور چمن ان کی اصلی جائے مسکن و مامن ہیں، اس کے علاوہ بے شمار اچکزئی امیر عبدالرحمٰن کے دور میں ارزگان (افغانستان) چلے گئے تھے۔ اچکزئی قوم میں غازی عبداللہ خان کی طرح نہایت بہادر اور نڈر لوگ گذرے ہیں جس نے انگریز کے خلاف جنگ میں بڑی قربانیاں دی ہیں اور قوم کا سر فخر سے بلند کیا ہے آج کے دور میں اس قوم میں خان شہید عبدالصمد خان اچکزئیؒ اپنے دور کے زیرک سیاسی اور قومی لیڈر تھے۔"

جبکہ "صاحبِ بلوچستان کے قبائل" میں ان کا تذکرہ یوں ہے کہ:

"اچکزئی افغانستان کے حکمران خاندان سے خونی رشتہ، ضلعی سرحد کے آرپار قیام و مقام کی حیثیت سے اور ابھی حال ہی میں قبضہ میں آنے کی بدولت، اچکزئی ضلع کے اہم ترین قبائل میں سے ایک ہے

حیات خان کی تاریخ افغانستان کی رو سے ان کے مورثِ اعلیٰ (بور ترین المقلب بہ ابدال) سے دو بڑے حصے زرک اور پنجپائی ماخوذ ہیں۔ زرک میں پوپلزئی، بارکزئی اور الکوزئی قبائل شامل ہیں جبکہ پنجپائی میں نورزئی، علیزئی، اسحٰق زئی، خاکوانی اور مکو قبائل شامل ہیں۔ یوں قوم اچکزئی اصل بارکزئی کی شاخ ہیں لیکن احمد شاہ درانی (جو ابدال کہلاتے ہیں) نے بارکزئیوں کی روزافزوں تعداد سے ڈر کر انہیں سوادِ اعظم سے الگ کر لیا اور اس وقت وہ ایک جداگانہ تنظیم کے مالک ہیں۔ افغانستان کے محمد زئی امراء ان کے ہم جد ہیں اور عمر خانزئی کے ذریعہ ایک اور شاخ سے مشترکہ بارکزئی مورث کی اولاد ہیں۔"[65]

۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ان کی کل آبادی اور جائے مسکن کے متعلق یوں لکھا گیا ہے کہ :

"۱۹۰۱ء میں ضلع میں کل اچکزئی ۱۹۰۰۸ تھے جن میں سے ۱۳،۰۳۹ چمن سب ڈویژن ۵۹۵۲ پشین اور ۱۷ کوئٹہ میں شمار کئے گئے تھے قبیلہ کے دو اہم طائفے ہیں بادین زئی اور گجن زئی ۱۹۰۱ء میں بادین زئی ۴۹۹۳ تھے جبکہ دیگر حصوں میں ہر ایک کی تعداد جو سب کے سب گجن زئی ہیں۔" گجن زئی کی شاخیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔عشے زئی ۲۔حمید زئی ۳۔ملے زئی ۴۔نصرت زئی ۵۔عثمان زئی وغیرہ۔"[66]

قبیلہ توبہ اچکزئی کے مغربی حصہ اور چمن سب ڈویژن میں خواجہ عمران میں مقیم ہے اس کے علاوہ پشین میں ارمبی کاکوزئی، پیر علی زئی،(upper)جنگل پیر علی زئی،(Lower) قلعہ عبداللہ، گلستان اور عنایت اللہ کاریز اس کے مسکن ومامن ہیں لیکن یہ علاقہ برطانوی علاقے تک محدود نہیں ہے بلکہ مرغہ چمن سے ماورانارین کی پہاڑیوں اور قندھار کے شمال تک پھیلا ہوا ہے اور جنوب مغربی میں شوراوک میں بڑیچ سے ملا ہوا ہے کوئٹہ پشین کے علاقوں میں بادین زئی اسکام کان، ارمبی، چنار، اور توبہ کی وادی گوال میں رہائش پذیر ہیں عشے زئی صحرا کے کچھ حصہ سپیش لون اور تبینہ میں حمید زئی تاشروبات اور ملحقہ وادیوں میں نصرت زئی فراخی اور عثمان زئی درہ غواز کے قرب وجوار میں۔[67]

پشتون کاکڑ قبیلہ:

پشتون قوم کی تاریخ کی کتاب "د پشتو قبیلو شجری اومینی "کے محقق محمد عمر روند میاخیل نے ان کے متعلق یوں لکھا ہے کہ :

"د قیس عبدالرشید دوھم زوی (غور غشت یا غرغشت)ددی قبایلو مورثِ اعلیٰ دی۔ د غور غشت دری زامنو(دانی، بابی، مندو) پہ اولادہ کی مہمہ قبیلہ ددانی اولاد او بیا پہ دانی کورنی کی د "کاکڑو" قبیلہ دہ، بابی پہ قلات (افغانستان قلات) کی او سیژی، حئینی یی د کویٹی پہ شااوخوا کی پراتہ دی "[68]

ترجمہ :"قیس عبدالرشید کا دوسرا بیٹا غور غشت اس قبیلہ کا مورثِ اعلیٰ ہے۔ غور غشت کے تین بیٹے (دانی، بابی، مندو) کی اولاد میں خاص قبیلہ دانی کی اولاد اور پھر اس کے گھرانے میں سے "کاکڑ" قبیلہ ہے۔ بابی قلات (افغانستان) میں رہتا تھا، اس کی بعض اولاد کوئٹہ کے اطراف میں رہتی ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں کہ :

"کاکڑ و مورثِ اعلیٰ "کاک"نومیدہ چی یو ڈیر خداپرستہ او نیک انسان ؤ۔ د سلطان غیاث الدین غوری پہ زمانہ کی پہ ھرات کی وفات شو او د ھرات د جامع جومات پہ ورہ (دروازہ) کی خاورو تہ وسپارل شو ۔کاکڑ ڈیرہ لویہ قبیلہ دہ چی پہ ژبو کی یی ڈیر پخوانی الفاظ او پہ تمدن کی ڈیر زاڑہ رسمونہ لیدل کیژی چی معنایی ددی ی خلکو د قدامت بیان او تصدیق دی۔ دا قبیلہ لومڑی پر دوو بیا پر ڈیرو حانگو ویشل سوی دہ د کویٹی ددویژن پہ حلور وواڑو ضلعو کی پراتہ دی لہ دی څخہ علاوہ پر ضلع ہزارہ، د شرقی پنجاب پہ قصبہ کوھانہ خورجہ او بلند شہر کی ھم میشتہ دی۔ یو شمیر یی پہ دکن کی ھم شتہ۔ [69]

ترجمہ :کاکڑ کے مورثِ اعلیٰ کا نام "کاک" تھا جو نہایت خداپرست اور نیک انسان تھا۔ سلطان غیاث الدین غوری کے زمانے میں ہرات میں وفات پا گیا تھا اور ہرات کی جامع مسجد کے دروازے پر سپردِ

خاک کیا گیا تھا۔کاکڑ بہت بڑا قبیلہ ہے جس کی زبان سے بہت پرانے زمانے کے الفاظ اور جس کے تمدن اور رسم ورواج سے آج بھی بہت پرانے رسم رواج نظر آتے ہیں جس کی تصدیق ان لوگوں کی قدامت بیان سے بھی ہوسکتی ہے یہ قبیلہ بنیادی طور پر دو، جبکہ اس بعد آگے چل کر بہت سے قبائل میں منقسم ہے کوئٹہ ڈویژن کے چاروں اضلاع میں آباد ہے۔اس کے علاوہ ضلع ہزارہ، شرقی پنجاب کے قصبہ کوہان خورجہ اور بلند شہر میں بھی آباد ہے۔ایک بڑی تعداد دکن میں بھی آباد ہے۔"

مزید لکھتے ہیں کہ :

"هیبت خان کاکړ چی د خان جهان لودی له لوری د "سمانا" حاکم ټاکل شوی وه او د مخزن افغانی په تالیف کی لویه برخه لری د دی قبیلی د "سنټیا" څانگی ته منسوب وو۔"(70)

ترجمہ :"ہیبت خان کاکڑ جو کہ خان جہان لودی کی جانب سے "سمانا" کا حاکم تھا یہ قبیلہ "سنٹیا" کی طرف منسوب تھا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ سنٹیا جو کہ پشتون قبیلہ میں ایک قبیلہ ہے اس کی نسبت بھی اسی کے قبیل سے منسوب ہے۔کاکڑ بلوچستان کے مختلف قبائل میں سے ایک قوم ہے جس کے متعلق ۱۹ ویں صدی میں مردم شماری کے مطابق یوں کہا گیا ہے کہ :

ضلع میں ۱۹۰۱ء میں کل کاکڑوں کی تعداد ۳۵،۴۵۲ تھی۔۱۹۳۰۸ مرد اور ۱۶،۱۴۴ عورتیں ھیں۔یہ ضلع کی کل آبادی کا ۴۲ فی صد حصہ ہیں کاکڑ غور غوشت افغان ہیں ان کا مورثِ اعلیٰ کاکڑ وانی ابنِ غور غشت ابنِ قیس عبدالرشید کا بیٹا تھا جو کہ مندرجہ ذیل چار بڑے حصوں میں تقسیم ہے جن کا باہمی تعلق اتنا خفیف ہے کہ ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ قبیلہ سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۔سنزر خیل ۲۔سناٹیہ ۳۔ترغڑہ ۴۔سرغڑہ

سنزر خیل جو کہ سنزر نیکہ کی اولاد میں سے ہے جس کی آبادی ضلع ژوب میں آباد ہے۔اس کے علاوہ

ضلع پشین، ضلع قلعہ عبداللہ میں آباد ہے جس کے ملک محمد جان عبدالرحمٰن زئی اور مجلون مسے زئی ہیں ۔جبکہ سرغڑہ قوم کی تین اہم شاخیں ہیں جس میں سام خیل، مندازئی اور ہارون زئی قابلِ ذکر ہیں جو کہ مسلم باغ، کچلاک، کوئٹہ اور پشین کے آس پاس آج بھی آباد ہیں۔اور سناٹیہ جو کہ کوئٹہ کے قریب وادی اغبرگ دامان تکہ تو، پشین، وغیرہ علاقوں میں سکونت پذیر ہیں، جن کی شاخوں میں بازئی، عیسیٰ خیل، مہترزئی، ملازئی، پانیزئی، سارنگزئی اور شموزئی قبائل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ ترغڑہ قوم ضلع پشین، وادی برشور توبہ کاکڑی وغیرہ کے علاقوں میں آباد ہیں ان میں احمد خیل، بارک زئی اور سلیمان زئی خاص طور پر قابلِ ذکر قبائل ہیں۔[71]

پشتون سید قبیلہ:

ان قبائل میں ایک قبیلہ سید یاسادات قبیلہ بھی ہے جو کہ مختلف گرہوں پر مشتمل ہے اور صحیح معنوں میں ایک قبیلہ نہیں کہلا سکتے۔سادات حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ اور زوجہ علیؓ کی اولاد ہیں۔ جن کا تاریخی پسِ منظر براہِ راست عربوں سے جا کر ملتا ہے، جو کہ دنیا کے مختلف ممالک میں آج بھی آباد ہے۔لیکن پاکستان میں ان کی آبادی ضلع پشین میں حیدرزئی، نہر شیبو اور علی زئی بند خوشحال خان کے گاؤں یٰسین زئی وغیرہ جبکہ قلعہ عبداللہ میں تور خیل، گلستان میں گاؤں بخو اور وادی شورہ رود میں پھیلی ہوئی ہے آج ان کی آبادی کثیر اراضی پر آباد ہے ان میں بخاری سادات سب سے زیادہ ہیں لیکن مردم شماری میں یہ افغان شمار کئے گئے ہیں۔ جن کے بڑے بڑے اجزاء یا قبیلے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔اسماعیل زئی ۲۔شاہ زئی ۳۔ہرمزئی ۴۔شادیزئی ۵۔ابراہیم زئی ۶۔گانگلزئی ۷۔حاجی زئی

۸۔یٰسین زئی ۹۔حجاب زئی"[72]

پشتون ترین قبیلہ :

ترین سڑبن افغان ہیں، ترین ابن اشرف الدین ابن ابراہیم ابن قیس عبدالرشید کی اولاد ہیں۔روایات کے مطابق ترین کے درج ذیل چار بیٹے تھے۔

"۱۔سپین ترین ۲۔تور ترین ۳۔ژڑ ترین ۴۔بور ترین

لیکن بور ترین کی بجائے اب ابدال کی اصطلاح رائج العام ہو گئی اور جب احمد شاہ ابدالی نے اپنا سلسلہ فتوحات شروع کیا تو یہ لفظ خصوصی اہمیت اختیار کر گیا یہ لفظ کبھی کبھار اچکزئیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو دیگر ترینوں سے جداگانہ سیاسی اکائی تصور کئے جاتے ہیں جبکہ تور اور سپین ترین کا بھی یہی حال ہے۔"(73)

۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ان کی کل آبادی یہ تھی کہ :

"ضلع میں ترینوں کی کل شمار کردہ تعداد ۲۶۶۹۱ تھی، جن میں سے ۲۰۳۴۵ ابدال تھے۔موخر الذکر میں مندرجہ ذیل قبیلے تھے۔

۱۔اچکزئی ۲۔بادیزئی ۳۔نورزئی ۴۔پوپلزئی ۵۔بارکزئی

تور ترین مقامی روایات کے مطابق ترین کا ایک بیٹا تھا جس کے دو بیٹے تھے علی اور ہارون۔علی کی اولاد اب علیزئی کہلاتی ہے اور ہارون کی اولاد درج ذیل چار بڑے حصوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ابوبکرزئی ۲۔نورزئی ۳۔سیگی ۴۔ملک یار

پھر ابوبکرزئی کی ایک شاخ جسے بٹے زئی کہا جاتا ہے جو کہ یہاں پر اپنی سماجی فوقیت کا دعویٰ رکھتی ہے اس لئے کہ یہ ایرانی اور افغانی حکومتوں کے تحت ولایت پشین کی موروثی مالک تھی۔آج بھی یہ یہاں پر

آباد ہے۔"[74]

فصل دوم: اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے تراجم وتفاسیر (مختصر تعارفی جائزہ)

قرآن حکیم چونکہ اللہ تعالی کی جانب سے انسانی معاشرے کی رہنمائی کے لیے آخری کتاب ہے۔ قرآن حکیم عربی زبان میں دنیا کی انتہائی فصیح وبلیغ قوم میں نازل ہوئی تھی جو ان کے لیے چیلینج کے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ایک دستور بھی تھی۔ ابتدائے اسلام میں چونکہ دین اسلام کے اولین مخاطب سرزمین عرب کے لوگ تھے تو اس لیے قرآن حکیم کو سمجھنے میں ان کو بہت کم دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا اگر پھر بھی کسی دشواری یا مشکل کا سامنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ منجانب اللہ اس کی تشریح فرما کر مطمئن کر دیا کرتے تھے۔

دین اسلام جب سرزمین عرب سے نکل کر عجم میں پھیلا تو یہی وہ مرحلہ تھا کہ عجم براہ راست قرآنی تعلیمات اور اس کے مفاہیم سمجھنے سے قاصر تھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے عجم سے تعلقات کے قیام کے لیے صحابہ کرام کو باقاعدہ دیگر زبانیں سیکھنے کا حکم دیا تھا اس لیے اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے متقدمین نے قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے دیگر زبانوں میں اس کے تراجم وتفاسیر پر زور دیا۔ ذیل میں قرآن حکیم کے تراجم وتفاسیر کی اہمیت حوالہ قرطاس ہے۔

ترجمہ قرآن کی اہمیت :

انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی زبان میں کسی بھی بات کو بآسانی سمجھ اور جان سکتا ہے اور خود خالق کائنات نے بھی اسی انسانی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن حکیم کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ اسی لیے اب اس کے بعد آنے والی دیگر اقوام نے قرآن حکیم کو اپنی زبان میں سمجھنے پر زور دیا تو ایک نیا سلسلہ قرآن حکیم کا دیگر زبانوں میں تراجم وتفاسیر کا شروع ہو گیا۔

کیونکہ ہر زبان کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے، اس کے اپنے محاورے اور کہاوتیں ہوتی ہیں، ایک زبان کو دوسری زبان کا روپ دیتے ہوئے کئی مشکلات پیش آتی ہیں، ایک لفظ کا ٹھیٹھ ترجمہ دوسری زبان میں کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس کے مترادف اگر کوئی لفظ مل بھی جائے تو عموماً اس کے درجوں میں فرق ہو جاتا ہے جیسے کہ سرخ رنگ تو سرخ ہی ہے لیکن اس کے کتنے درجے ہوتے ہیں ذرا سی آمیزش اس میں کتنے مدہم اور گہرے اثرات

پیدا کر دیتی ہے۔اسی طرح ہر لفظ اپنے اندر جذبات اور خیالات کے مخصوص درجوں کا حامل ہوتا ہے اور اس کی بالکل صحیح عکاسی دوسری زبان میں اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

بسااوقات تو ایک زبان کے لفظ کا ٹھیٹھ وہی معنی میں دوسری زبان میں ہوتا ہی نہیں۔اس صورت میں اس کا قریب تر معنی والا لفظ مراد لینا ہوتا ہے یا پھر لفظ کے معنی واضح کرنا پڑتے ہیں۔محاورں اور کہاوتوں کے ساتھ بھی یہی مشکلات ہوتی ہیں۔یہ سب تو انسانی تحریر کے بارے میں ہے تو کلام اللہ کا ترجمہ تو کوئی انسان کر ہی نہیں سکتا۔

تراجم وتفاسیر کی اہمیت اور اس کے مختلف اسباب ہیں ان اسباب کے متعلق ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین نے مختصراً کچھ یوں جائزہ پیش کیا ہے۔وہ لکھتی ہیں:

ا۔"قرآنی تراجم کے وجود میں آنے کا اساسی اور اولین سبب اسلام کا غیر عربی ممالک میں انتشار ہے۔ جس نے وہاں کے عربی دان علماء کو قرآن کے تراجم پر ابھارا تا کہ ہر خاص وعام قرآن کریم کا پیغام ذہن نشین کر لیں۔

۲۔اگر صرف سبب پر اکتفا کیا جائے تو اس کے لئے ہر زبان میں ایک ہی ترجمہ ہونا کافی تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی زبان کے متعدد تراجم موجود ہیں۔اس کے کئی اسباب ہیں ایک معینہ مدت میں کئے ہوئے ترجمے، لسانی اعتبار سے چالیس پچاس سال بعد ترجمہ کے زبان کی چاشنی سے کئی حد تک محروم ہو جاتے ہیں۔چند الفاظ اور اصطلاحات متروک ہو جاتی ہیں اور چند نئی اصطلاحات کی تخلیق ہو جاتی ہے ۔لہٰذا کئی ترجمے اس لئے بھی لکھے گئے تا کہ وہ اس لسانی ارتقاء کا ساتھ دے سکیں۔

۳۔تاریخ گواہ ہے کہ ہر عصر میں انسانی معاشرہ چند خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ان کی کچھ اپنی قدریں، خیالات، فلسفے، افکار، رجحانات ہوتے ہیں، لہٰذا ہر عصر میں علماء نے اس چیز کو ضروری سمجھا کہ اپنے ہم عصر زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآنِ کریم کے تراجم کیے جائیں۔

۴۔ معلوم نہیں یہ انسانی غرور و تکبر اور خود پرستی ہے یا معصومیت اور سماج کی دوستی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار اپنے مخصوص انداز میں کرنا چاہتا ہے ۔ یہ ثابت ہے کہ دنیا کے کوئی دو فرد اپنے افکار وخیالات میں بالکل مماثل اور منطبق نہیں ہو سکتے ہر ایک اپنے خیالات کی ترویج اور بعض مرتبہ بڑی شدت اور زبردستی سے دوسروں کے خیالات کی تردید کے لئے بھی ترجمے کرتے ہیں۔ اس طرح سے نئے نئے ترجموں کا ظہور ہوتا ہے۔

۵۔ قرآن ایک مسلمان کی زندگی کا مرکز اور مقصد ہے اس کا سننا، پڑھنا، پڑھانا اور ترویج کرنا مسلمان کے لئے سب سے زیادہ شرف اور ثواب کی بات ہے" (75)

لیکن تراجم قرآن کے ساتھ اس کے مفاسد بھی بہت سارے ہیں کیونکہ اس سے ہر ایک نے فہم کے مطابق تراجم شروع کیے جس سے نظریاتی طور پر بھی بہت سارے غلط نظریات قائم ہوئے ہیں۔

قرآن حکیم کے تراجم کی اہمیت واسباب کے ذیل میں ڈاکٹر صالحہ ان مفاسد پر تراجم قرآن کی آڑ میں سخت تنقید کرتی ہوئی لکھتی ہیں کہ :

"بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض تراجم کا مطمح نظر تجارتی بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ غیر مسلم افراد اور ادارے لاکھوں کی تعداد میں ترجمے چھاپ کر ترویج کرتے ہیں اور بے شمار مالی منافع کماتے ہیں۔"(76)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی بعض تراجم قرآن پر تنقید کر کے لکھا ہے:

"بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنا شروع کئے جن میں بکثرت مضامین خلافِ قواعدِ شرعیہ بھر دیئے، جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔"(77)

اور بعض دشمنانِ اسلام نے بھی قرآن مجید کو دانستہ مسخ کرنے کی خاطر اس کے غلط ترجمے کر کے چھاپا ہے۔ان کے انتقامی جذبات اور فاسدانہ خیالات نے قرآن پر اتہامات عائد کرنے لئے عجیب وغریب انداز میں ترجمے کئے ہیں۔ان کا مقصد ہی تخریبی کاروائی ہے۔ان حاسدینِ اسلام میں بہت سے غیر مسلم ہیں، عموماً عیسائی پادری اور یہودی احبار شامل ہیں۔غالباً یہ لوگ ہٹلر کی اس بات کے ہمنوا ہیں کہ جھوٹ کو اتنے بار بولو کہ سچ لگنے لگے، لیکن الحمدللہ قرآن کی حفاظت اور ترویج کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔

امام ابنِ قتیبہؒ متوفی (۲۷۷ھ) مطابق (۸۹۰ء) عربوں کے مختلف اسالیب بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کا نزول ان تمام اسالیبِ کلام کے مطابق ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی ترجمہ کرنے والا قرآن کا ترجمہ کسی زبان میں کماحقہ نہیں کر سکتا'' (78)

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک صحیح اور درست ترجمہ نگاری کی بڑی اہمیت ہے، ایک ایسے دور میں جب دنیا بھر کے علماء اس بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ قرآن کریم کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بھی جائز ہے یا نہیں؟ شاہ صاحب نے اس پر بڑا زور دیا کہ اگر لوگوں کی عمومی زبان علوم وفنون کی زبان سے مختلف ہو تو ضروری ہے کہ ایسے علوم کا عام زبان میں ترجمہ کیا جائے۔شاہ صاحب کا نقطہء نگاہ یہ ہے کہ لوگوں کے لئے علوم وفنون کا صحیح فہم وشعور اس وقت تک ناممکن ہے، جب تک کہ انہی کے زبان میں ان علوم وفنون کا ترجمہ نہ کیا جائے۔

چنانچہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''ودریں زمانہ کہ ما درآنیم، ودریں اقلیم کہ ما ساکنِ آنیم، نصیحتِ مسلماناں اقتضاء مے کنند کہ ترجمہء قرآن بزبانِ فارسی سلیس روزمرہ متداول، بے تکلف فضیلت نمائی، وبے تصنع عبارت آرائی، بغیر تعرض قصص مناسبہ، وبغیر ایراد توجیہاتِ منشعبہ تحریر کردہ شود، تا خواص وعوام ہمسہ یکساں فہم کنند، وصغار وکبار بیک وضع ادراک نمایند۔'' (79)

ترجمہ: ''آج ہم جس زمانے میں ہیں، اور جس ملک میں (برصغیر) ہم رہتے ہیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سلیس فارسی زبان میں روزمرہ محاورہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا

جائے، جس کی عبارت ہر قسم کے تصنّع، بناوٹ اور ذاتی بڑائی سے پاک ہو اور اس میں لمبے چوڑے قصص

و واقعات اور غیر ضروری توجیہات و تشریحات کے بجائے آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے، تاکہ عوام و خواص

یکساں طور پر اس کو سمجھیں اور چھوٹے بڑے ایک ہی نہج پر اس کا شعور حاصل کریں۔"

سب سے پہلے شاہ صاحبؒ نے ترجمہ کرنے والوں کے لئے اسلوبِ نگارش پر گہری اور عمیق نظر ڈالتے ہوئے ترجمہ نگاری کے چند اہم اصول بیان کئے ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

"بعضے زیر ہر کلمہ ترجمہ ءآں نویسند وانتقال کنند بکلمہ ءدیگر وترجمہ ءآں نویسند وعلیٰ ہذاالقیاس کردہ

میروند تاآں کلام آخر شود وآں را "ترجمہ ءتحت الفظ" گویند۔"(80)

ترجمہ: "۱۔ تحت اللفظ یعنی لفظی ترجمہ کرنا۔ ۲۔ عبارت کے مفہوم اور معنیٰ کا خلاصہ بیان کرنا

۔ ۳۔ لفظی اور معنوی دونوں ترجموں کو ملا کر ایک جگہ جمع کر دینا۔"

ترجمہ نگاری کے جامع اسلوب اور بامحاورہ وسلیس ترجمہ کے تناظر میں شاہ صاحبؒ کے قلب میں شدت سے یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ ترجمہ نگاری کا ایک ایسا بہترین وجامع اسلوب ترجمہ تخلیق کریں کہ جس میں مذکورہ بالا اسالیب کی خرابیاں نہ ہوں، اور اس کا معیار بھی اتنا بلند ہو کہ وہ ہر قسم کے میزان پر مکمل طور پر اترے۔ الغرض شاہ صاحبؒ نے علمی کتابوں خاص طور پر قرآن حکیم کے ترجمہ کے لئے ایک اعلیٰ قسم کا معیار قائم کیا ہے، جس کی حقیقت شاہ صاحبؒ نے " ترجمہ فتح الرحمٰن" کے مقدمہ میں لکھی ہے کہ:

"قرآن کا ترجمہ ایسا ہونا چاہئے، جس میں سلیس زبان استعمال کی جائے، اور وہ روزمرہ استعمال میں

ہونے والے محاورات کے مطابق ہو، یہ ترجمہ کسی چیز سے قطعاً پاک ہو، اس میں محض طول طویل قصے

کہانیاں نہ بیان کی جائیں، اور سطحی قسم کی عقلی تعبیرات اور جزوی توجیہات کو بھی بیان نہ کیا

جائے۔"(81)

علمِ تفسیر کا تعارف:

علم تفسیر کیا ہے؟اس علم کا کن علوم سے تعلق ہے؟اس ضمن میں ذیل میں ماہرینِ علم تفسیر،اور ان کی لغوی واصطلاحی تعریفات، جن حضرات علمائے مفسرین نے لغت کی اصطلاح میں اپنے ایک مخصوص انداز میں بیان کیا ہیں،ان سے متعلق مختصراً علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

تفسیر کا لغوی مفہوم:

سب سے پہلے علمِ تفسیر کی لغوی تحقیق کی جائے گی اس کے بعد علمِ تفسیر کی اصطلاحی تحقیق سے متعلق بحث ہو گی لہٰذا تفسیر کے لفظ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ درج ذیل تین حروف کا مجموعہ ہے:

> ''تفسیر کا لفظ تین حروف یعنی ف،س،ر (فسّر) سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی ہیں ظاہر کرنا، کشف کرنا، بند چیز کو کھولنا، (بے حجاب کرنا، ننگا کرنا) توضیح کرنا، تشریح کرنا، تفصیل کرنا، کھول کر بیان کرنا اور کسی عبارت کے مطلب کو واضح کرنا اور بیان کرنا وغیرہ۔''[82]

تفسیر جو عموماً الفاظ کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے، خصوصاً الفاظ نادرہ وغریبہ کی تشریح وتوضیح کے لئے لغت کی رو سے ''فَسّرِ'' کے معنی اظہار وبیان کے ہیں یہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب و نصر دونوں سے آتا ہے۔ تفسیر کا مفہوم بھی یہی ہے۔ فسر بے حجاب کو بھی کہتے ہیں۔[83]

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝٣٣﴾[84]

ترجمہ:''وہ جو بھی مثال آپ ﷺ کی خدمت میں لائیں گے ہم اس کے عوض آپ ﷺ کے پاس حق اور بہترین تفصیل لائیں گے۔''

چنانچہ:

"علامہ محمد ابن جریر طبریؒ نے اس آیت کے تحت ابنِ عباسؓ کی روایت میں تفسیر سے مراد "تفصیل" جبکہ مجاہدؒ کی روایت میں تفسیر سے مراد "بیان" لیا ہے۔"(85)

قاضی محمد زاہد الحسینی نے لغوی اعتبار سے تفسیر کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ :

"تفسیر کا لفظی معنی وہ طریق کار ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت تلاش کی جائے جیسا کہ طبیب مریض کا حال معلوم کرنے کے لئے پورے غور وفکر سے کام لیتا ہے۔"(86)

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں تفسیر کے معنی ہیں مقررہ قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تشریح، توضیح اور تفصیل کرنا اس کے مشکل الفاظ وجملوں کے مفہوم ومطلب کو ظاہر کرنا چنانچہ علماء نے تفسیر کی کئی تعریفیں کی ہیں جیسا کہ

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں :

التفسير في الاصطلاح علم نزول الآيات وشئونها وأقاصيصها، والأسباب النازلة فيها ثم ترتيب مكيها ومدنيها، ومحكمها ومتشابهها، وناسخها ومنسوخها، وخاصها وعامها، ومطلقها ومقيدها، ومجملها ومفسرها، وحلالها وحرامها ووعدها ووعيدها، وأمرها ونهيها، وعبرها وأمثالها"(87)

ترجمہ:

"اصطلاح میں تفسیر ایسا علم ہے جس میں قرآنی آیات نزول، ان کے واقعات اور اسبابِ نزول نیز مکی ومدنی محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، مطلق مقید، مجمل ومفصل، حلال وحرام، وعدہ وعید، امر ونہی اور عبرت وامثال وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے"۔

علامہ زرکشیؒ کے مطابق:

"التفسير علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه و سلم وبيان معانيه واستخراج أحكامه وحكمه واستمداد ذلك من علم اللغة والنحو والتصريف وعلم البيان وأصول الفقه والقراءات ـ"(88)

ترجمہ: ''تفسیر ''ایسا علم ہے جس کے ذریعے اللہ کی کتاب کے (جو خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی) مطالب،اس کے احکام اور اس کی حکمت سمجھی جاسکتی ہے۔یہ علم لغت وادب اور فقہ واصولِ فقہ کے علاوہ علمِ قراءت کے مطالعہ سے بھی حاصل ہوتا ہے۔''

علامہ ابوحیان اندلسیؒ رقم طراز ہے:

''هو علم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن ومدلولاتها وأحكام الإفرادية والتركيبية ومعانيها التي يحمل علىها حالة التركيب وتتمات لذلك.''(89)

ترجمہ :''تفسیر ایسا علم ہے جس میں الفاظِ قرآن کی کیفیت نطق وتلفظ ان کے مدلولات،ان کے مفرد ومرکب ہونے کے احکام،حالت ترکیب میں ان کے معانی اور ان کے تتمات سے بحث کی جاتی ہے۔''

چنانچہ علامہ حیانؒ نے اس تعریف کی توضیح یوں کی ہے کہ:

'' بأنه علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه و سلم وبيان معانيه واستخراج أحكامه وحكمه واستمداد ذلك من علم اللغة والنحو والتصريف وعلم البيان وأصول الفقه والقراءات ويحتاج لمعرفة أسباب النزول والناسخ والمنسوخ ـ''(90)

ترجمہ: ا۔اس تعریف میں ''علم ''کا لفظ جنس کی حیثیت رکھتا ہے جس میں سب علوم داخل

ہو سکتے ہیں۔

۲۔الفاظِ قرآن کی کیفیتِ نطق سے مراد ''علم قرات'' ہے۔

۳۔الفاظِ قرآن کے مدلولات سے مراد ان الفاظ کے معانی ہیں اور اس کا تعلق علم لغت سے ہے۔

۴۔مفرد ومرکب کے احکام سے مراد علم صرف، علم نحو، علم بیان اور علم بدیع یعنی فصاحت وبلاغت ہے۔

۵۔حالتِ ترکیب میں الفاظِ قرآن کے معانی سے مراد یہ ہے کہ کبھی لفظ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ اس کو مجاز پر محمول کیا جاتا ہے اس کا تعلق علمِ معانی اور بیان سے ہے۔

۶۔تتمات سے ناسخ ومنسوخ کی معرفت،آیات کا شانِ نزول اور مبہماتِ قرآن کا بیان کرنا ہے۔

الغرض، تفسیر کے اصطلاحی مفہوم کے سلسلہ میں یہ کہنا کافی ہے کہ کلام الٰہی کی ایضاح وتشریح کا نام تفسیر ہے۔یا یہ کہ تفسیر ایک ایسا علم ہے جو قرآن کریم کے الفاظ ومعانی واضح کرتا ہے۔غرض یہ کہ قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب تو اہلِ عرب تھے اس لئے اسے عربی زبان میں نازل کیا گیا اور قدرتی طور پر اس کی تفسیریں سب سے پہلے عربی زبان ہی میں لکھی گئیں۔پھر چونکہ مہبطِ وحی ذاتِ رسالتِ مآب جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ تھی اس لئے قرآن کریم کی سب سے پہلی تفسیر بھی آپ ﷺ کی زبانِ اطہر مبارک سے وجود میں آئی ہے اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ احادیثِ پاک ﷺ کے مجموعہ کی شکل میں آج بھی امتِ مسلمہ کے پاس اسی طرح کتابی شکل میں موجود ہے۔

عہدِ رسالت ﷺ میں حفاظتِ قرآن:

قرآن کریم چونکہ ایک ہی دفعہ میں پورا پورا نازل نہیں ہوا، بلکہ اس کی مختلف آیات ضرورت اور حالات کی مناسبت سے نازل کی جاتی تھیں،اس لئے عہدِ رسالت میں یہ ممکن نہیں تھا کہ شروع ہی سے اسے کتابی شکل میں لکھ کر محفوظ کر لیا جائے چنانچہ ابتدائے اسلام میں قرآن پاک کی حفاظت کے

لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا، شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اس کے الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے، تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں، اس پر سورۂ قیامہ کی یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں۔

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝﴾ (91)

ترجمہ: ''آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی یاد کر لیں۔

بے شک ہمارے ذمہ ہے۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا۔ سو جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں۔''

یعنی قرآن کریم کو یاد رکھنے کے لئے آپ ﷺ کو عین نزولِ وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزولِ وحی کے بعد آپ ﷺ اسے بھول نہیں سکیں گے، چنانچہ یہی ہوا کہ اِدھر آپ ﷺ پر آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں اور اُدھر وہ آپ ﷺ کو یاد ہو جاتیں اس طرح سرکارِ دوعالم ﷺ کا سینۂ مبارک قرآن کریم کا سب سے عظیم گنجینہ تھا۔

جس میں کسی ادنیٰ غلطی یا ترمیم وتغیر کا امکان نہیں تھا، پھر آپ ﷺ مزید احتیاط کے طور پر ہر سال رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن کریم سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآنِ کریم کا دور کیا۔

پھر آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انھیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے، اور خود صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم سیکھنے اور اسے یاد رکھنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص اس معاملہ میں دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا بعض عورتوں نے تو اپنے شوہروں سے سوائے اس کے کوئی مہر طلب نہیں کیا کہ وہ انھیں قرآن کریم کی تعلیم دیں گے، سینکڑوں صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو ہر غم سے آزاد کر کے اپنی

زندگیاں اس مقدّس کام لئے وقف کر دی تھیں وہ قرآن کریم کو نہ صرف یاد کرتے تھے بلکہ راتوں کو نماز میں اسے دہراتے بھی رہتے تھے، حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ :

"كان الرجل إذا هاجر دفعه النبي صلى الله عليه وسلم إلى رجل منا يعلمه القرآن وكان يسمع لمسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم ضجة بتلاوة القرآن حتى أمرهم رسول الله أن يخفضوا أصواتهم لئلا يتغالطوا۔"(92)

ترجمہ: "جب کوئی شخص ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آتا تو آپ ﷺ اسے ہم انصاریوں میں سے کسی کے حوالے فرمادیتے، تاکہ وہ اسے قرآن سکھائے، اور مسجدِ نبویؐ میں قرآن سیکھنے سکھانے والوں کی آوازوں کا اتنا شور ہونے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ تاکید فرمانا پڑی کہ اپنی آوازیں پست کرو، تاکہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے۔"

چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی بڑی جماعت تیار ہو گئی جسے قرآن کریم از بر حفظ تھا، اس جماعت میں خلفائے راشدینؓ کے علاوہ حضرت طلحہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابنِ مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن السائبؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

غرض ابتدائے اسلام میں زیادہ زور حفظِ قرآن پر دیا گیا اور اس وقت کے حالات میں یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابلِ اعتماد تھا، اس لئے کہ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی کتابوں کو شائع کرنے کے لئے پریس وغیرہ کے ذرائع موجود نہ تھے اس لئے اگر صرف لکھنے پر اعتماد کیا جاتا تو نہ قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہو سکتی تھی اور نہ اس کی قابل اعتماد حفاظت، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بجائے اللہ تعالی نے اہلِ عرب کو حافظہ کی ایسی قوت عطا فرمادی تھی کہ ایک ایک شخص ہزاروں اشعار کا حافظ ہوتا تھا اور معمولی معمولی دیہاتیوں کو اپنے اور اپنے خاندان ہی کے

نہیں بلکہ اپنے ان کے گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد ہوتے تھے،اس لئے قرآن کریم کی حفاظت میں اسی قوتِ حافظہ سے کام لیا گیا،اور اسی کے ذریعہ قرآن کریم کی آیات اور سورتیں عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئیں۔

قرآن کریم کو حفظ کرانے کے علاوہ آنحضرتؐ نے قرآن کو لکھوانے کا خاص اہتمام فرمایا،لہٰذا حضرت زید بن ثابتؓ نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمایاہے:

’’کنت أكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم وكان إذا نزل عليه الوحي أخذته برحاء شديدة، وعرق عرقاً شديداً مثل الجمان، ثم سري عنه، فكنت أدخل عليه بقطعة الكتف أو كسرة، فأكتب وهو يملي علي، فما أفرغ حتى تكاد رجلي تنكسر من ثقل القرآن حتى أقول: لا أمشي على رجلي أبدا، فإذا فرغت قال: " اقرأ "، فأقرأه، فإن كان فيه سقط أقامه، ثم أخرج به إلى الناس۔‘‘(93)

ترجمہ:’’میں آپ ﷺ کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا،جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ کو سخت گرمی لگتی،اور آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کے طرح ڈھلکنے لگتے تھے،پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا،آپ لکھواتے رہتے،اور میں لکھتا جاتا،یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا بہرحال!جب میں فارغ ہوتا تو آپ ﷺ فرمادیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔‘‘

حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ کرامؓ کتابتِ وحی کے فرائض انجام دیتے تھے۔جن میں درج ذیل حضرات قابلِ ذکر ہیں۔خلفائے راشدینؓ،حضرت ابیؓ بن کعبؓ،حضرت زبیر بن عوامؓ،حضرت معاویہؓ،حضرت مغیرہ بن شعبہؓ،حضرت خالد بن ولیدؓ،حضرت ثابت بن قیسؓ،حضرت ابان بن سعیدؓ،وغیرہ۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا معمول یہ تھا کہ :

'' فكان إذا نزل عليه الشيء يدعو بعض من يكتب عنده فيقول ضعوا هذا في السورة التي يذكر فيها''(94)

ترجمہ:

''جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ ﷺ کاتبِ وحی کو یہ ہدایت بھی فرمادیتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔''

اس زمانے میں چونکہ عرب میں کاغذ کمیاب تھا اسی لئے قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے جاتے تھے۔

اس طرح عہدِ رسالتؐ میں قرآن کریم کا ایک نسخہ وہ تھا جو آنحضرتؐ نے اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا، اگرچہ وہ مرتب کتاب کی شکل میں نہیں تھا، بلکہ متفرق پارچوں کی شکل میں تھا، اس کے ساتھ ہی بعض صحابہ کرامؓ بھی اپنی یادداشت کے لئے آیاتِ قرآنی اپنے پاس لکھ لیتے تھے، اور یہ سلسلہ اسلام کے ابتدائی عہد سے جاری تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے ہی ان کی بہن اور بہنوئی کے ایک صحیفہ میں آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔

عہدِ صدیق اکبرؓ میں جمعِ قرآن:

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قرآن کریم کے جتنے نسخے لکھے گئے تھے ان کی کیفیت یہ تھی کہ یا تو وہ متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے کوئی آیت چمڑے پر، کوئی درخت کے پتے پر، کوئی ہڈی پر، یا وہ مکمل نسخے نہیں تھے۔ کسی صحابی کے پاس ایک سورت لکھی ہوئی تھی، کسی کے پاس پانچ سورتیں اور کسی کے پاس صرف چند آیات اور بعض صحابہ کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔

اس بناء پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے ان منتشر حصوں کو یک جا کر کے محفوظ کر دیا جائے، انھوں نے یہ کارنامہ جن محرکات کے تحت اور جس طرح انجام دیا اس کی تفصیل حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ بیان فرمائی کہ جنگِ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے فرمایا

کہ ''عمرؓ نے بھی آکر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگِ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی، اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے، لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کر دیں ''میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام آنحضرتؐ نے نہیں کیا وہ کام ہم کیسے کریں۔

عمرؓ نے جواب دیا کہ:

''قال عمر: هذا والله خير، «فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك، ورأيت في ذلك الذي رأى عمر»، قال زيد: قال أبو بكر: إنك رجل شاب عاقل لا نتهمك، وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فتتبع القرآن فاجمعه''(95)

ترجمہ:

''خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے، اس کے بعد عمرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرحِ صدر ہو گیا اور اب میری رائے بھی وہی ہے جو عمرؓ کی رائے ہے، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ''تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو، ہمیں تمھارے بارے میں کوئی بد گمانی نہیں ہے، تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے کتابتِ وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو تو لہٰذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کے انہیں جمع کرو''۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

"فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن»، قلت: «كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟»، قال: هو والله خير، " فلم يزل أبو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر أبي

بكر وعمر رضي الله عنهما، فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف، وصدور الرجال". (96)

ترجمہ:

''خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ ڈھونے کا حکم دیتے تو مجھ پر اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمعِ قرآن کریم کرنے کا ہوا، میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا'' تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے میرا سینہ اس رائے کے لئے کھول دیا جو حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ کی رائے تھی، چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا، اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا۔''

اس موقع پر جمعِ قرآن کے سلسلے میں حضرت زید بن ثابتؓ کے طریقِ کار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے سطورِ بالا میں کہ وہ خود حافظ قرآن تھے لہٰذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے، ان کے علاوہ اور بھی سینکڑوں حفاظ اس وقت موجود تھے ان کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآن کریم لکھا جا سکتا تھا۔

نیز قرآن کریم کے جو نسخے آنحضرتؐ کے زمانے میں لکھ لئے گئے تھے حضرت زید بن ثابتؓ ان سے بھی قرآن کریم کے نسخے نقل فرما سکتے تھے، لیکن انھوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف کسی ایک طریقہ پر بس نہیں کیا، بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لیکر، اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے قرآن کریم کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں وہ مختلف صحابہ کے پاس محفوظ تھیں حضرت زیدؓ نے انھیں یک جا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان سے نقل کیا جائے۔ چنانچہ یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کی جتنے آیات لکھی ہوئی موجود ہوں وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس لے آئے اور جو کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیات لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق کیا کرتے تھے۔

"۱۔ سب سے پہلے اپنی یاداشت سے اس کی توثیق کرتے۔

۲۔ پھر حضرت عمرؓ بھی حافظِ قرآن تھے، اور روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ لگادیا تھا تو جب کوئی شخص کوئی آیت لیکر آتا تھا تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ دونوں مشترک طور پر اسے جانچ پڑتال کر کے وصول کرتے تھے۔

۳۔ کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دیدی ہو کہ یہ آیت آنحضرتؐ کے سامنے لکھی گئی تھی۔

۴۔ اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعہ کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے۔"(97)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے جمع قرآن کا یہ طریقہ کار ذہن میں رہے تو حضرت زید بن ثابتؓ کے اس ارشاد کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتا ہے:

"سورۂ براءت کی آخری آیت مبارکہ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ....إلخ﴾ (98) مجھے صرف حضرت ابو خزیمہؓ کے پاس ملیں، ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ملیں اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ یہ آیتیں سوائے حضرت ابو خزیمہؓ کے علاوہ اور کسی کو یاد نہیں تھیں یا کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں اور ان کے سوا کسی کو ان کا جزِ قرآن ہونا معلوم نہ تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرتؐ کی لکھی ہوئی متفرق آیتیں لے لے کر آرہے تھے ان میں سے یہ آیتیں سوائے حضرت ابو خزیمہؓ کے کسی کے پاس نہیں ملیں، ورنہ جہاں تک ان آیات کے جز قرآن ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات تو تواتر کے ساتھ سب کو معلوم تھی کہ یہ قرآن کی آیت ہے، کیونکہ سینکڑوں صحابہ کرامؓ کو یاد بھی تھی، اور جن صحابہ کرامؓ کے پاس آیاتِ قرآنی کے مکمل مجموعے تھے ان کے پاس لکھی ہوئی بھی تھی لیکن آنحضرتؐ

کی نگرانی میں الگ ہوئی صرف حضرت ابو خزیمہؓ کے پاس ملیں، کسی اور کے پاس نہیں۔"(99)

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں جمعِ قرآن:

جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا قرآن کی اشاعت عہدِ فاروقیؓ میں ہی بہت حد تک عرب سے عجم تک پھیل چکی تھی۔ جس کی بدولت قرآن کی تعلیم عام ہونا شروع ہوئی اور بڑے چھوٹے ہر ایک کے لئے قرآن کی تعلیم لازمی ہو گئی تھی جس سے علوم اسلامی میں نئے علوم کا اخراج بھی ہونے لگا عہدِ عثمانیؓ میں جب عرب و عجم گھل مل گئے تو اس سے "قراءت میں اختلاف کا مسئلہ سامنے آیا"(100)

قرآن قرأتِ سبعہ میں نازل ہوا تھا اور صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے مختلف قراءتوں کے مطابق قرآن سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی طرح پڑھایا جس طرح انھوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے قراءتوں کا اختلاف دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا اور لوگوں کے مابین جھگڑے پیدا ہونے لگے۔ زیادہ خرابی اس لئے بھی پیدا ہوئی کہ سوائے مصحف کے پورے عالمِ اسلام میں کوئی ایسا معیاری نسخہ نہ تھا جو امت لئے نمونہ و حجت ہو۔

امیر المؤمینن سیدنا عثمان غنیؓ خود بھی اس خطرے کا احساس کر چکے تھے۔ چنانچہ سیدنا عثمانؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"أنتم عندي تختلفون فيه فتلحنون، فمن ناي عني من الأمصار أشد اختلافا، وأشد تحنا، اجتمعوا يا أصحاب محمد وكتبوا للناس إمام"(101)

ترجمہ:

"تم میرے پاس ہوتے ہوئے بھی اختلاف کرتے ہو تو جو مجھ سے دور علاقوں میں آباد ہیں ان کا اختلاف اور لحن تو اور زیادہ ہوگا۔ اے اصحاب محمد! اتفاق کرو اور لوگوں کے لئے امام لکھ ڈالو"

چنانچہ اس صورتِ حال میں سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے عظیم کارنامہ سرانجام دیا جس سے اختلافِ تلفظ ختم ہو گیا۔اس اختلاف کی پوری تفصیل سیدنا حضرت انسؓ سے کچھ یوں مروی ہے کہ:۔

''سیدنا حذیفہؓ سیدنا عثمانؓ غنی کے پاس تشریف لائے وہ اہلِ شام و عراق کے ساتھ آرمینیہ اور آذر بائیجان کے لئے جہاد کر رہے تھے یہاں عراقیوں کے قراءت قرآن میں اختلاف کو دیکھ کر سیدنا حذیفہؓ سہم سے گئے انھوں نے سیدنا عثمانؓ سے عرض کی،اس امت کا علاج کیجئے،اس سے پہلے ان کا اپنی مقدس کتاب میں ویسا ہی اختلاف پیدا ہو جائے ہوا جیسا یہود و نصاریٰ کے درمیان ہو چکا ہے۔سیدنا عثمانؓ نے مصحف سیدہ حفصہؓ ام المؤمنین سے مصحف منگوایا تاکہ اس کی نقول تیار کریں۔چناچہ انھوں نے وہ مصحف سیدنا عثمانؓ کے پاس بھیج دیا پھر امیر المؤمنین نے حضرت زید بن ثابتؓ،عبداللہ بن زبیرؓ،سعید بن ابی العاصؓ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو قرآن لکھنے کا حکم دیا جو انھوں نے مختلف صحیفوں میں لکھ ڈالا۔اس موقع پر حضرت عثمان غنیؓ نے تینوں قریشیوں سے فرمایا جب تم اور زید بن ثابتؓ کتابت کے دوران کسی شئے میں اختلاف پاؤ تو پھر قرآن کو قریشی زبان میں لکھنا اس لئے کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے سو انھوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ جب چند مصاحف لکھ لئے گئے تو سیدنا عثمانؓ نے اصل نسخہ واپس ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو لوٹا دیا''۔(102)

یہ معیاری نسخے تیار کروانے کے بعد سیدنا عثمانؓ نے تمام انفرادی نسخے جلا دینے کا حکم دیا۔جس پر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا لیکن آپ نے کسی کی رائے کا خیال نہیں رکھا۔جب حضرت علیؓ کو اس بارے میں علم ہوا تو آپؓ نے حضرت عثمانؓ کی تائید کی اور فرمایا کہ :

''فواللہ مافعل الذی فعل المصاحف''(103)

''بخدا اگر میں امیر ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو حضرت عثمانؓ نے کیا۔''

''لہٰذا آپؓ نے اصحاب کے سامنے یہ رائے رکھی کہ مصحف امام کو سامنے رکھ کر ایک ایسا مصحف

بنایا جائے جو صرف قریش کی لغت پر ہو۔ پھر انھوں نے ایسا ہی کیا پھر اس کی نقول بنوا کر تمام عالم اسلام میں پھیلادیں"۔(104)

تمام صحابہؓ نے خلیفہ راشد سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی اس اجتہادی رائے کی بھرپور تائید کی کہ قرآن صرف قریش کے لہجہ میں یا قریش جس طرح پڑھتے ہیں اس میں لکھا اور جمع کیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ قریشی تھے، آپ ﷺ افصح العرب تھے، اور قریش کی زبان میں قرآن اُترا تھا۔ چنانچہ یہ تیار شدہ تمام نسخے مدینہ کے علاوہ مکہ، شام، یمن، کوفہ، بصرہ، بحرین وغیرہ بھجوادیئے گئے۔ لہٰذا جمع القرآن جو کہ عہدِ نبوی ﷺ وصدیقیؓ میں شروع ہو چکا تھا مگر اصل جامع القرآن سیدنا عثمان غنیؓ کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ عہدِ عثمانیؓ میں قراءت میں جو اختلاف پیدا ہوا تھا اسے ایک مخصوص انداز تحریر سے ختم کر دیا گیا اور ایک ہی لغت پر قرآن کریم کو لکھ کر امت کے حوالے کیا گیا۔

عہدِ عثمانیؓ کا یہ عظیم کارنامہ پچیس ہجری میں مکمل ہوا جس سے قرآنِ کریم آئندہ نسلوں تک کے لئے اختلاف سے محفوظ ہو گیا۔

عہدِ عثمانیؓ اور علوم القرآن:

سیدنا عثمان غنیؓ کے عہد میں اختلافِ قراءت کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ اس لئے علوم القرآن کے سیکھنے اور سمجھنے کے لئے ضروری تھا کہ پوری اُمت مسلمہ کو ایک جگہ اور ایک ہی کتاب مقدس پر جمع کیا جائے لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کریم کی نقول سے جو مصاحف تیار کراوئے ان سے علوم رسم القرآن یا علمُ الرّسم عثمانی کی اساس وبنیاد قائم ہو گئی۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سیدنا عثمانؓ نے جس لغت اور خط کو اس بات کے لئے پسند فرمایا اسے رسم عثمانی کہا جاتا ہے جو علوم القرآن کی ایک قسم ہے اسے علم رسم القرآن بھی کہا جاتا ہے اس طرح اس علم کا پہلا تعارف ہوا"۔(105)

چونکہ عہدِ عثمانی تک جمع وتدوینِ قرآن کریم مکمل ہو چکا تھا اور جو اختلاف فی مابین مسلم اُمہ کے تھا رفع ہو گیا اور آپؓ کے عہد میں جمع القرآن کے مکمل ہوتے ہی علوم القرآن کی بنیاد پڑی اس طرح بعد کے آنے والے حضرات یعنی تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس علم پر بہت سے حضرات نے کام کیا اور اپنے اپنے اسلوب کے موافق مختلف النوع تصانیف لکھ ڈالیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صالحہ عبدالکریم شرف الدین لکھتی ہیں:

"عہدِ عثمانؓ میں قرآن کریم باضابطہ طور پر جمع ہوااور جس خط میں لکھا گیا وہ رسمِ عثمانی کے نام سے مشہور ہوا۔اسی طرح سے خط،نسخ،خط ثلث،خط نستعلیق وغیرہ کی ترویج شروع ہوئی اور کتابت نے ایک مستقل فن کی شکل اختیار کی "۔(106)

عہدِ علیؓ اور تفسیرِ قرآن:

یہ بات تو پوری امتِ مسلمہ کے ہاں متفق ہے کہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت تک جمعِ قرآن کی تدوین ہو چکی تھی اور قرآن کریم ایک مکمل کتابی شکل اختیار کر گیا تھا اس لئے کہ رسالت مآب ﷺ کی رحلت کے بعد جب صحابہ کرامؓ نے خلافت صدیقیؓ پر بیعت لی تو آپؓ اس وقت گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھے۔

جب خلافت پر بیعت کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے پوچھا: کیا آپؓ میری خلافت کو ناپسند کرتے ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا :

"آپ کی خلافت وامارات سے مجھے کسی قسم کی ناپسندیدگی وانکار نہیں ہے لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن کریم کو ترتیب کے ساتھ جمع نہیں کروں گا اس وقت تک پنجگانہ نماز کے سوائے کسی دوسرے کام کو مستعدی سے نہیں کروں گا۔۔۔۔۔۔لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے تنزیل کے مطابق قرآن کو یکجا کیا۔ محمد بن سیرینؒ کا خیال ہے کہ اگر حضرت علی کا مرتب شدہ قرآن کریم ہم لوگوں کو دستیاب ہو جاتا تو ہم کو مزید معلومات حاصل ہو جاتیں "۔(107)

آپؓ کے دور میں اور بھی کئی نت نئے علوم کی بنیاد پڑھ چکی تھی اور وقت کی ضرورت کے مطابق قرآن سے متعلق مختلف علوم وجود میں آنے لگے اور اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ دیگر بلادِ اسلامیہ میں یہ علوم متعارف ہونے کے ساتھ دیگر عجمی بھی ان جدید علوم سے فیض یاب ہوئے بغیر نہ رہ سکے جن علوم میں ایک علوم القرآن کا علم ہے اور یہ علم بھی قرآن ہی سے ایک مستنبط علم ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شمار اپنے دورِ خلافت کے ذی قدر

علم وفضل شخصیات میں ہوتا ہے آپؓ قرآن مجید کے کئی علوم سے واقف تھے جن میں قرآن کے قواعد نحو، علم ناسخ و منسوخ، علمِ افتاء، قرآن پاک کے رموز واسرار اور علمِ قضاء خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت علیؓ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ:

''واللہ مانزلت آیة إلا وقد علمت فیما نزلت وأین نزلت''[108]

ترجمہ: ''خدا کی قسم: میں ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی''

اس طرح آپؓ کو قرآن کے قواعد اور نحو میں مہارتِ تامہ حاصل تھی ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ:

''إن علیاً أمرا بالأسود الدولي (المتوفی سنة ٥٦٩ ھ) بوضع بعض القواعد للمحافظة علی سلامة اللغة العربیة فکان علی بذٰلک واضع الأساس لعلم إعراب القرآن۔''[109]

ترجمہ: '' حضرت علیؓ کے دور میں آپ نے ابوالاسد (متوفی ۶۹ھ) کو نحو کے قواعد مرتب کرنے کا کام دیا تاکہ عربی زبان کا تحفظ کیا جاسکے اس طرح نحو کے قواعد مرتب کرنے سے علم اعراب القرآن کی بنیاد قائم ہوسکے۔''

قرآن کریم جو کہ مختلف علوم کا اصل منبع وسرچشمہ ہے چونکہ ہمارا موضوع قرآن پاک کے ان علوم سے میں ترجمہء قرآن و تفسیرِ قرآن ہے۔اس لیے آغازِ اسلام سے لے کر ۱۹۴۷ء تک عہد بہ عہد تفسیر و ترجمہء قرآن کے حوالے سے جو علمی کام ہوا ذیل میں اس پر مختصر اًروشنی ڈالی جاتی ہے۔

قرآن کریم اللہ جل جلالہ کی سب سے آخری آسمانی کتاب ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر کم وبیش ۲۳ سالہ مکی و مدنی دور میں نازل ہوئی جو تمام کتبِ سماوی اور دیگر مصاحف (جو وقتاً فوقتاً مختلف انبیائے کرام پر نازل ہوتے رہے) کے سلسلے کی ایک آخری کڑی ہے، جس کے بعد تا قیامت کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اور جس کا موضوع ہی انسان ہے لہذا یہ کائناتِ انسانیت کی رہنمائی و بھلائی کا واحد ذریعہ ہے جس کی تشریح وتوضیح سب سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی نے فرمائی ہے۔

اس لئے کہ قرآنِ پاک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ بھی بتادیا ہے:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝٤ ﴾(110)

ترجمہ: '' آپ (ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے جو کچھ فرماتے ہیں، وہ آپ (ﷺ) کو وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے۔''

لہٰذا اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کا متن اور اس کی جو تفسیر آپ ﷺ نے بیان فرمائی دونوں پر وحی کا اطلاق صادق آتا ہے اور صرف یہ فرق کہ قرآن مجید کے حروف والفاظ کو ''وحی متلو'' جبکہ احادیث نبوی ﷺ کو ''وحی غیر متلو'' کہا جاتا ہے جو کہ ایک طرح سے قرآن مجید کی تشریح اور توضیح بھی ہے۔ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث قرآن کریم کی تفسیر ہے جس کے بغیر قرآن کی تفہیم ناممکن ہے۔ قرآن مجید میں اللہ جل جلالہ کا راشاد ہے کہ:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝٤٤ ﴾(111)

''اور آپ ﷺ پر ہم نے قرآن نازل کیا کہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ آپ ﷺ اسے لوگوں کو کھول کر بیان کردیں۔''

احادیث رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات ہیں کہ:

'' جس نے قرآن حکیم پڑھا، سنا اور سکھایا یعنی ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے قرآن مجید کو آپ ﷺ کی زبان میں آسان کردیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں اور مومنوں کو خلدِ بریں کی بشارت دیں۔''(112)

عہدِ رسالت ﷺ کے بعد خلافتِ راشدہ کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت موجود تھی جس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے اکتسابِ فیض کیا تھا۔

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے بموجب تبلیغ کے کام کو جاری رکھااور جملہ صحابہ نے کسی نہ کسی حد تک قرآن کی تفسیر بھی بیان فرمائی۔اس کام کو کسی قدر بڑے پیمانے پر دو صحابہ میں سے ایک صحابیِ ایک حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بطورِ خاص امتیازی مقام حاصل ہے جس کی بنیادی وجہ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی دعاہے جو کہ آپؓ کے لئے علمِ تفسیر کی مہارت سے متعلق ہےاور ایک مرتبہ یہ دعافرمائی کہ :۔

'' اللھم بارک فیه وانشر منه''(113)

ترجمہ: ''یااللہ !ان کو برکت عطافرمااوران کے ذریعہ علمِ دین کو عام فرما۔''

جبکہ بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''نعم ترجمان القرآن أنت ''(114)

ترجمہ:''تم قرآن کریم کے بہترین ترجمان ہو۔''

چنانچہ ان کو حضرات صحابہ کرامؓ ''ترجمان القرآن''اور ''الحبر''یعنی زبردست عالم اور ''البحر''یعنی دریائے علم جیسے القاب سے یاد کرتے تھے۔

اور دوسرے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ان صحابہ میں سے ہیں جو تفسیر اور قراءت کے علم میں معروف تھے آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا کہ :

'' أقرؤهم أبي بن كعب رضي الله عنه''(115)

ترجمہ: ''صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں ''

آپؓ کی جلالت قدر کااندازہ اس بات سے کیاجاسکتاہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ جیسے امام المفسرین نے آپؓ سے استفادہ کیاہے،حضرت معمرؒ فرماتے ہیں۔

'' عامة علم ابن عباس رضي الله عنهما من ثلاثة :عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ وأبي بن كعب رضی اللہ عنہ۔''(116)

ترجمہ:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیشتر علوم تین حضرات سے ماخوذ ہیں :حضرت عمرؓ،حضرت علیؓ،اور حضرت ابی بن کعبؓ''۔

حضرت ابیؓ بن کعبؓ اور تفسیرِ قرآن:

حضرت ابیؓ کعبؓ کا شمار بھی آپ ﷺ کے جلیل القدر اصحاب میں ہوتا ہے آپؓ کو قرأتِ قرآن کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن میں بھی ممتاز مقام حاصل رہا ہے جس سے بعد کے مفسرین حضرات بھی استفادہ کرتے رہے چنانچہ علامہ جلال الدینؒ نے لکھا ہے:

''حضرت ابی بن کعبؓ نے بطور تفسیر ایک مجموعہ مرتب کیا تھا اور ان کی تفسیر کا ایک بڑا مجموعہ تھا جس کو ابو جعفر رازیؒ ربیع بن انس عن ابی العالیہ روایت کرتے تھے،امام ابن جریرؒ،ابن ابی حاتمؒ،امام احمد بن حنبلؒ اور امام حاکمؒ نے اس سے روایات لی ہیں یہ نسخہ پانچویں صدی تک موجود تھا۔'' (117)

اسی طرح حضرت علیؓ تفسیر قرآن کے معاملے میں بھی ایک منفرد اور انتہائی بلند مقام رکھتے تھے۔لیکن خلافت کی ذمہ داری کی وجہ سے آپؓ سے تفسیری روایات بہت کم مروی ہیں۔آپؓ عرصہ ءدراز تک افادۂ علم میں مشغول رہے۔علمِ تفسیر میں آپؓ کے بلند مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابوالطفیلؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا،وہ فرمارہے تھے:

'' سلوني فوالله لاتسألوني عن شيء إلا أخبرتكم وسلونى عن كتاب الله فوالله ما من آية إلا وانا أعلم أبليل نزلت أم بنهار أم في سهل أم فى جبل -''(118)

ترجمہ:''مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوالات کیا کرو،کیونکہ خدا کی قسم!قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ یہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو،میدان میں اتری یا پہاڑ پر''۔

غرض یہ کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت کے آخر میں کوفہ کو اپنا مستقر بنالیا تھا،جس کی وجہ سے آپؓ کا علم زیادہ تر اسی علاقے میں پھیلا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا شمار بھی ان ہی جلیل القدر مفسرین صحابہ کرامؓ میں سے ہیں، لیکن آپؓ سے بھی تفسیری اقوال بہت کم منقول ہیں، چنانچہ حافظ ابنِ حجرؒ نے ان کا یہ قول روایت کیا ہے کہ :

"والذی لا إله غیره ما نزلت اٰیة من کتاب الله إلا وانا أعلم فیمن نزلت وأین نزلت، ولو أعلم مکان أحد أعلم بکتاب الله منی تناله المطایا لاٰتیة۔" (119)

ترجمہ:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کہ کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی ہے،اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی ؟اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا پتہ معلوم ہو جائے جو کتاب اللہ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا،بشرطیکہ اس کی جگہ تک اونٹنیاں جاسکتی ہوں۔"

غرض مذکورہ بالا حضرات صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ،ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی تفسیر کے بارے میں روایات منقول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنی بیان کردہ تفسیر کو تحریر ی شکل بھی دی۔ تفسیر ابنِ عباسؓ کو تو آج بھی قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت علمائے کرام بطور حوالہ کثرت سے پیش کرتے آرہے ہیں۔

"خلافتِ راشدہ کے بعد عہدِ بنی امیہ میں تفسیریں لکھی گئیں لیکن یہ کام دوسرے علوم کی طرح زیادہ بڑے پیمانے پر نہیں ہوا۔ بعض خلفائے راشدین بنی امیہ نے جو علمی ذوق رکھتے تھے اپنے دور کے بعض علماء وائمہ سے جن میں سے اکثریت تابعین اور تبع تابعین کی تھی کچھ تفسیریں لکھوائیں۔ مثلاً خلیفہ عبدالملک بن مروان نے (متوفی ٨٦ھ) حضرت سعید بن جبیرؒ تابعی سے تفسیرِ قرآن کریم لکھوائی تھی کچھ عرصہ بعد عطاء بن دینار کے ہاتھ آگئی اس طرح ان ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔"(120)

غرض یہ کہ، صحابہ کرامؓ نے اپنے زمانے میں مختلف مقامات پر قرآن کریم کے درس کا سلسلہ جاری کیا ہوا تھا جن کی تعلیم و تربیت سے تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی، جس نے علمِ تفسیر کو محفوظ رکھنے کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں، ان میں چند حضراتِ تابعینؒ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں، جیسا کہ کتبِ تفسیر میں بھی بکثرت ان کا حوالہ آتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت طاؤسؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت سعید بن المسّیبؒ، محمد بن سیرینؒ، حضرت زید بن اسلمؒ، حضرت ابوالعالیہؒ، حضرت عروہ بن الزبیرؒ، محمد بن کعب القرظیؒ، حضرت اسودؒ، حضرت علقمہؒ، مرۃ الہمدانیؒ، حضرت نافعؒ، حضرت شعبیؒ، حضرت ابن ابی ملیکہؒ اور حضرت ضحاکؒ وغیرہ وہ حضراتِ تابعین ہیں جنھوں نے براہِ راست مختلف صحابہ کرامؓ سے فیضِ اکتساب کر کے تفسیرِ قرآنِ کریم میں نمایاں خدمات سرانجام دیئے، لیکن ان میں بعض تابعین کرامؒ جنہیں قرآنِ کریم کی تفسیر میں نمایاں مقام حاصل رہا ہے درج ذیل ہیں۔

تابعین میں تفسیریں لکھنے والوں میں حسن بصریؒ، ہمام ابن منبہؒ، عکرمہؒ، قتادہؒ، ابن جریجؒ اور سفیان ثوریؒ کے نام نہایت اہم ہیں۔ اس کے بعد کے متصل دور میں علوم القرآن، تفسیر قرآن اور علومِ تفسیر قرآن سے متعلق تصنیف کا کام جاری رہا اور ان موضوعات پر ساٹھ سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اسی دور سے تفسیر میں علمی نکات پر بھی بحث ہونے لگی۔ ابتدائی دور کی تفسیر قرآن کے موضوع سے متعلق جن کتابوں کے نام ابن الندیم نے ذکر کیے ہیں ان کی ایک طویل فہرست دی ہے ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

"۱۔ کتاب تفسیر مالک بن انسؒ۔ ۲۔ کتاب تفسیر سعید بن جبیرؒ

۳۔ کتاب تفسیر ابی بکر بن ابی شیبہؒ۔ ۴۔ کتاب تفسیر ابن ابی داؤد السجستانیؒ

۵۔ کتاب تفسیر عکرمہ ابن عباسؒ"(121)

تبع تابعین کا دور تقریباً دوسری صدی ہجری کے اختتام تک ختم ہو گیا۔ تیسری صدی کے آغاز سے ہر شعبہء زندگی میں عجمیت کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا۔ تفسیرِ قرآن پر بھی عجمیت کے اثرات پڑنے لگے۔ اس سلسلے میں بعض نئے فنون ایجاد ہوئے۔ جیسے علمِ افرادِ جمع، علمِ اسبابِ نزول، علمِ اختلاف مصاحف اور علمِ ناسخ و منسوخ وغیرہ۔ اسی عہد سے اسرائیلیات اور تاریخی قصص کا بھی ذکر میں تفاسیر میں آنے لگا۔ فتوحات کے ساتھ ساتھ عربوں کے علاوہ دیگر اقوامِ عالم بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوتی چلی گئیں۔ عرب خود اہلِ زبان تھے اس لئے وہ عربی زبان کی باریکیوں اور خصوصیات کو کسی نہ کسی حد

تک سمجھتے تھے۔اس کے علاوہ فطری طور پر بھی وہ اختصار پسند تھے۔لہٰذا وہ قرآن کریم کی تفسیر کو چند لفظوں میں بلکہ بعض اوقات اشاروں میں سمجھ لیتے تھے لیکن دوسری قومیں جن پر قوم کا اطلاق ہوتا ہے ان دونوں خوبیوں سے محروم تھی وہ نہ زبان کی باریکیوں کو سمجھتی تھی اور نہ مختصر تشریح سے مطمئن ہوتی تھی۔لہٰذا ان کو سمجھانے کے لئے زیادہ وضاحت کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے مفصل تفسیریں وجود میں آئیں۔

عجمیوں کو تفہیم قرآن کے سلسلہ کی ضرورت بھی پیش آئی کہ تفسیر سے پہلے ان کو ان کی زبان میں متنِ قرآن کا ترجمہ بھی سمجھایا جائے اس لئے کہ تمام عجمی، عربی زبان نہیں جانتے تھے۔جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا ترجمہ کی ضرورت بڑھتی گئی اور یہ نوبت آگئی کہ قرآن کا ترجمہ سمجھے بغیر تفسیر کا سمجھنا بالکل ناممکن ہے۔

اسی لئے موجودہ زمانہ میں غیر عرب قوموں میں قرآن فہمی کے لئے ترجمہ اور تفسیر ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہو گئے ہیں اور اس غرض سے ہر زبان میں قرآن کے متعدد ترجمے دکھائی دیے جانے لگے۔

تفسیرِ قرآن کے سلسلہ میں اسرائیلی قصے اور تاریخی واقعات کسی حد تک عہدِ صحابہ کرامؓ میں بھی بیان ہونے لگے تھے کیونکہ بعض صحابہ جو دائرہء اسلام میں داخل ہونے سے پہلے یہودی تھے اپنے ذہنوں میں یہ داستانیں اور قصے لے کر آئے تھے انھوں نے بڑی دیانت داری سے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں یہ قصے عربوں کے سامنے بیان کئے اور سادہ مزاج عربوں نے ان کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیا، اور بعض قصے تفسیروں میں داخل ہو گئے لیکن اس وقت یہ زیادہ نہیں بڑھنے پائے۔بعد میں عجمیوں کے ہاتھوں یہ باتیں مبالغہ کی تمام حدود پار کرتی ہوئی اتنے آگے نکل گئیں کہ تفسیر کا اصل مقصد پسِ پشت جا پڑا اور یہی چیزیں اصل تفسیر سمجھی جانے لگیں۔رفتہ رفتہ اسرائیلیات شانِ نزول، ناسخ ومنسوخ وغیرہ پر اتنا زور دیا جانے لگا کہ ان باتوں پر قدغن لگانے لئے تفسیر کے اصول وضع کرنے پڑے۔اور اصول تفسیر کے نام سے ایک نیا علم معرضِ وجود میں آگیا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مختصر سی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اسی موضوع سے متعلق ہے۔اس میں شاہ صاحبؒ نے ان امور پر جو تفسیر میں بڑی اہمیت اختیار کر گئی تھی، بحث کر کے ان کی حدیں مقرر کی ہیں انھوں نے اسرائیلیات کو بیان کرنے سے منع کیا ہے۔شانِ نزول پر بھی خاصی بحث کی ہے۔اور بتایا ہے کہ ہر سورت اور آیات کا شانِ نزول تلاش کرنا فعلِ عبث ہے۔قرآن حکیم کتابِ ہدایت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے جس حکم کی ضرورت سمجھی نازل فرمایا۔کبھی کبھی

یہ بھی ہوا کہ اس حکم سے ملتا جلتا کوئی واقعہ پیش آگیا جس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ وہ حکم اس واقعہ کی وجہ سے نازل ہوا۔ایسے بعض اتفاقی واقعات کو بنیاد بنا کر ایک کلیہ قائم کرنااور ہر حکم کے لئے شانِ نزول تلاش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

ناسخ و منسوخ کی تعداد بڑھتے بڑھتے پانچ سو تک جا پہنچی تھی شاہ صاحبؒ اس تعداد کو کم کر کے پانچ تک لے آئے اور بتایا کہ وہ بھی دراصل تدریجی احکام تھے جو ضعیف انسان کی فطری کمزوری کی وجہ سے اس کی ایک خصلت اور عادت کو چھڑا کر دوسری خصلت پر لانے کیلئے نازل کی گئی تھی۔ مثلاً نشے کی عادت کو چھڑانے کے لئے خمر کی حرمت کا حکم تین مرحلوں میں نازل ہوا۔ عربی تفاسیر کی جو فہرست محمد بن اسحاق ندیم کی کتاب الفہرست سے پیش کی گئی ہے وہ ۳۷۷ھ تک کی ہے۔

خود ابن ندیم کی صراحت کے بموجب مفسرین میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ شامل ہیں۔اس لئے ان کی تفسیریں بھی ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ان میں ابن جریر طبریؒ کی تفسیر سب سے زیادہ تفصیلی ہے اس کو شہرت بھی بہت حاصل ہوئی۔ لیکن اس پہلے بھی بلوچستان کے حوالے سے ایک مفسر جن کا تعلق ''بولان'' سے ہے اس کی تفسیر ہے جو کہ اب مرورِ زمان کی وجہ سے ناپید ہو چکی ہے، جس کا تذکرہ علامہ ذہبیؒ نے طبقات المفسرین،تذکرۃ الحفاظ اس کے علاوہ صاحبِ کشف الظنون، شذرات الذہب،ھدایۃ العارفین اور معجم المؤلفین وغیرہ حضرات نے مختلف جہتوں سے بحیثیتِ مفسر و محدث کے حوالے سے کیا ہے اس طرح سے اس کے بعد بھی تفسیریں لکھنے کا سلسلہ جاری رہا اور عربی میں ہی اتنی تفسیریں لکھی گئیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔تاہم برصغیر سے باہر جن عربی تفاسیر کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ:

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ ایک ممتاز مفسر،فقیہ اور مورخ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔موصوف مفسرؒ طبرستان میں ۲۲۴ھ بمطابق ۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۳۱۰ھ بمطابق ۹۲۲ء کو بغداد میں فوت ہوئے۔آپؒ کی تصانیف میں تاریخ الامم والملوک اور زیرِ بحث تفسیر،تاریخِ اسلام اور تفسیر قرآن کریم میں بنیادی مصدر وماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔[122]

تعارفِ تفسیر :

تفسیرِ طبری کا پورا نام ''جامع البیان عن تاویل القرآن'' ہے۔یہ تفسیر پورے تفسیری سرمایہ کا ماخذ اول ہے جو تیس جلدوں پر مشتمل مطبوعہ اور ایک ضخیم تفسیر ہے۔جسے موصوف مفسرؒ نے ۲۸۳ھ میں لکھنا شروع کر کے سات سال کے ایک طویل عرصہ میں اسے مکمل کیا۔(123)

کچھ مدت پہلے یہ تفسیر یک دم ناپید ہو چکی تھی لیکن حسنِ اتفاق سے امیر حمود بن الامیر عبدالرشید نجدی کی ذاتی لائبریری سے ایک کامل قلمی نسخہ ملنے پر زیورِ طبع سے دوبارہ آراستہ ہوئی۔بہر حال، مفسرین حضرات کے نزدیک عقلی و نقلی تفاسیر میں اس کو خصوصی مقام حاصل ہے۔اس کی وجہ ابنِ جریر کا استنباط اور اقوال کی ترجیح و توجیہہ ہے۔(124)

۲۔ تفسیرِ کشاف:

اس کے مصنف علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمد بن عمر الزمخشری خوارزمیؒ ۵۳۸ھ/۱۱۴۴ءہیں یہ معتزلی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔اس لئے انہوں نے کلامی بحثیں زیادہ کی ہے اور فرقہ معتزلہ کے عقیدے کے مطابق بہت کچھ تفسیر بیان کی ہے۔مولانا عبدالصمد صارم الازہری لکھتے ہیں کہ :

> ''اس تفسیر میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن بعض نقائص بہت اہم ہیں ایک یہ کہ جو آیت عقیدے اعتزال کے خلاف ہے مفسر نے کلام طویل اور تاویلات رکھ کر اس کو اعتزال کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے دوسرے یہ کہ مفسر نے اولیاء اللہ پر طعن کیا ہے تیسرے یہ کہ اہلِ سنت کو سخت سست کہا ہے''۔(125)

۳۔امام فخر الدین رازیؒ :

یہ تفسیر محمد بن عمر بن حسین کنیت ابو عبداللہ، نسبت رازی اور لقب فخر الدین کی ہے۔ موصوفؒ ۵۴۴ھ کو مقامِ "رے" میں پیدا ہوئے اور ۶۰۶ھ میں ہرات کے مقام پر وفات ہوئی امام رازیؒ علمی دنیا میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہے آپؒ ایک ہی وقت میں مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فلسفی بھی، متکلم، صوفی بھی واعظ بھی، ادیب بھی اور شاعر بھی۔[126]

تعارفِ تفسیرِ کبیر :

اس تفسیر کا اصل نام " مفاتیح الغیب" ہے، لیکن تفسیر کبیر کے نام سے زیادہ مشہور ہے دوسری تفسیر امام رازیؒ کی تفسیر کبیر ہے اور زیر بحث تفسیر کے علاوہ آپ کی ۶۷ دیگر مختلف موضوعات پر کئی تصنیفات ہیں آپؒ کی تصانیف ان تمام جہتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ لیکن امام رازیؒ اُسے مکمل نہیں کر پائے تھے کہ رحلت فرما گئے ان کے بعد ان کے مشہور شاگرد قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی (م ۶۳۹ھ) اور شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی (م ۷۲۷ھ) نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔[127]

۴۔امامِ بیضاویؒ :

امام بیضاویؒ کا نام عبداللہ بن عمر بن محمد، کنیت ابوالخیر ناصر الدین اور نسبت بیضاوی ہے۔ آپؒ مسلکاً شافعی، کثیر التصانیف اور آذربائیجان کے علاقہ کے عظیم ترین عالمِ دین تھے بقول امام سبکیؒ (۶۹۱ھ) میں اور بقول امام ابنِ کثیرؒ (۶۸۵ھ) میں بمقام تبریز (۶۸۵ھ/۱۲۸۶ء) کو وفات پائی ہے۔[128]

تعارفِ تفسیر :

امام بیضاویؒ کی تفسیر کا نام انوار التنزیل واسرار التاویل ہے لیکن یہ زیادہ تر تفسیر بیضاوی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ عربی زبان کے قواعد اور اہلِ سنت کے اصول وضوابط پر مشتمل ہے۔ چنانچہ علامہ بیضاویؒ کی یہ تفسیر حجم کے اعتبار سے متوسط اور تفسیر وتاویل دونوں کی جامع ہے۔ لیکن بعض مقامات پر وہ صاحب کشاف کے معتزلی عقائد سے بھی متاثر ہیں جیسا کہ امام زمخشریؒ ہر سورت کے آخر میں ایسی احادیث نقل کرتے ہیں جن سے اس سورت کی فضیلت وعظمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح امام بیضاویؒ نے بھی اس ضمن میں ان کی تقلید کی ہے لیکن یہ احادیث باتفاق محدثین موضوع ہیں۔[129]

امام قرطبیؒ :

اندلس کے عظیم محقق اور عالمِ دین اور علامہ محمد ابنِ احمد بن ابی بکر بن فرح اندلسی القرطبیؒ کی لکھی ہوئی تفسیر ہے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ان کی تاریخِ پیدائش معلوم نہیں لیکن بعض قرائن وآثار سے اندازہ ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوئے اور ۶۷۱ھ میں وفات پائی۔[130]

۵۔ تفسیر القرطبی :

اس تفسیر کا پورا نام ''الجامع لاحکام القرآن'' ہے اس تفسیر کا بنیادی موضوع تو فقہی احکام و مسائل کا استنباط ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپؒ نے آیتوں کی تشریح، مشکل الفاظ کی تحقیق، اعراب وبلاغت اور متعلقہ روایات کو تفسیر میں جمع فرمایا۔ یہ تفسیر کل بارہ جلدوں پر مشتمل ہے جو کہ بار بار شائع ہوئی ہے۔[131]

٦۔امام ابنِ کثیرؒ:

حافظ ابن کثیر کا نام عمادالدین بن عمرو بن کثیر ہے۔آپؒ کی کنیت ابوالفدا اسمٰعیل ہے آپ ؒ شافعی المسلک تھے۔دمشق میں رہنے کی وجہ سے دمشقی بھی کہلاتے ہیں۔آپؒ ۷۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور تاریخِ وفات ۷۷۴ھ ہے۔موصوفؒ تفسیر وحدیث اور تاریخ میں خصوصی بصیرت ومہارت رکھتے تھے۔(132)

تفسیر ابنِ کثیر :

یہ تفسیر حافظ عمادالدین بن عمر بن کثیر کی لکھی ہوئی بہترین تفسیر ہے۔یہ تفسیر مکمل چار جلدوں پر مشتمل تفسیر ہے۔اس تفسیر کو تفسیرِ ابن جریر کا خلاصہ کہا جاتا ہے۔آپؒ کی تفسیر کا انداز تفسیر بالروایہ ہے۔آپؒ اپنے دور کے جلیل القدر مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز محدث اور مورخ بھی تھے۔آپؒ کی تاریخِ وفات ۷۷۴ھ ہے۔(133)

علامہ سید محمود آلوسیؒ:

نام سید محمود، کنیت ابوالثناء، لقب شہاب الدین اور نسبت آلوسی آفندی ہے۔آلوسی ایک قریہ کا نام ہے جو ملک شام اور بغداد کے درمیان واقع ہے۔آپؒ ۱۲۱۷ھ بمطابق ۱۸۰۲ء کو بغداد کے محلہ کرخ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۳ء میں وفات پائی۔علامہ موصوف ؒ اپنے دور کے عدیم المثال محدث، مفسر اور معقولات ومنقولات کے جامع عالم دین تھے۔(134)

٦۔ تفسیر روح المعانی:

تفسیر روح المعانی جس کا پورا نام ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ''ہے۔بغداد کے مشہور عالمِ دین علامہ محمود آلوسی حنفیؒ کی تصنیف کردہ تفسیر ہے، یہ تیس (۳۰) جلدوں پر مشتمل تفسیر ہے اگرچہ یہ بالکل آخری دور کی یعنی ۱۲۰۰ھ کی تفسیر ہے تاہم مفسرؒ نے کوشش کی ہے

اس میں سابقہ دور کی تمام تفاسیر کے اہم ابحاث بھی اس میں جمع کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس میں لغت، نحو، ادب، بلاغت، فقہ، عقائد، کلام، فلسفہ، ہیئت، تصوف اور متعلقہ روایات پر بھی مبسوط بحثیں کی ہیں، اور کوشش یہ فرمائی ہے کہ ہر ہر آیت سے متعلق کوئی علمی گوشہ تشنہ نہ رہے۔[135]

فصل سوم: بلوچستان کے علماء کی تفسیری خدمات-آغاز وارتقاء(مختصر تعارفی جائزہ)

تاریخ کے اعتبار سے بلوچستان کی آبادی بہت قدیم ہے کئی صدیوں سے یہاں مختلف قبائل آباد ہیں جن میں سے کئی قبائل نسل در نسل سے یہاں آباد ہیں اور مقامی لوگوں میں ضم ہو گئے ہیں جن کی اپنی اپنی ثقافت، تہذیب وتمدن، مذہب، نظریات اور رسم ورواج ہیں جتنی ان کی تاریخ قدیم ہے اتنے ہی عرصے سے ان کا واسطہ اسلام سے ہے اور مسلم اکثریت پر مشتمل زیادہ تر آبادی مسلمان اکثریت ہے جبکہ غیر مسلم آبادی مسلمانوں کے مقابلے میں نہایت کم ہے جہاں کے باشندے آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ کرنے کے لئے مختلف زبانیں بولتے ہیں ان میں سے ایک پشتو زبان بھی ہے جو کہ شمالی وجنوبی بلوچستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس لئے انہیں اپنی روزمرہ زندگی گذارنے میں دینی تعلیمات سے واسطہ پڑتا ہے اور ان اسلامی علوم کا پہلا اور بنیادی مآخذ قرآن مجید ہے قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے انہیں جب بھی زندگی کے کسی موڑ پر ان تعلیماتِ اسلامیہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سلسلے میں یہاں کے مقامی علماءِ کرام سے رہنمائی لینے کی ضرورت پیش آتی ہے ان کی آسانی اور قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے پشتون بیلٹ کے علماء ہر دور وزمانے میں پشتو زبان میں اسلامی علوم کی ترویج واشاعت کے حوالے سے کام کرتے چلے آرہے ہیں۔تاکہ ان کا رشتہ دینِ اسلام سے برقرار رہے۔

اس کے علاوہ یہاں کے علماء کرام نے اس سلسلے کو مضبوط بنانے میں اہم خدمات سرانجام دی ہیں اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مذہبی مسائل کے حل کے لئے قرآنِ کریم کے تراجم یا تفاسیر اپنے اپنے منہج پر لکھی ہیں۔اس سلسلے میں پشتو زبان کے قدیم تراجم اور تفاسیر قرآن جو کہ بیسویں صدی عیسویں سے قبل مذکورہ خطے میں مختلف علمائے کرام نے جو لکھے ہیں ان کا مختصر تعارفی جائزہ پیش کیا جارہا ہے،اور اس کے بعد چونکہ مقالہ ھٰذا کا پہلا باب بیسویں صدی میں پشتو زبان میں تراجم وتفاسیر قرآن کے حوالے سے ہے اس لئے اس باب میں ابتدائی طور پر ان تراجم وتفاسیر کا ذکر ہے جو اس وقت کی تحقیق کے مطابق بیسویں صدی عیسویں میں مقالے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

عبد بن حُمید بن نصرؒ:

عبد بن حمید بن نصرؒ جو کہ برصغیرِ پاک وہند کے مفسرِ اعظم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآنِ کریم کی تفسیر لکھی ہے اور مذکورہ خطے میں قرآنِ کریم کی تفسیر کی بنیاد ڈالی ان کا تعلق بلوچستان کے علاقہ ''بولان'' سے تھا موصوف اپنے دور کے مفسر ومحدث تھے، جس کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے:

أول من فسر القرآن فی المکران هو عبد بن حمید بن نصر الکشی قال الذهبي: کس بلیة فی أرض مکران دثرت فمن الأولی عبد بن حمید الحافظ مات في سنة ٢٤٩ هـ''[136]

ترجمہ :''سب سے پہلے جس نے مکران میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے وہ عبد بن حمید بن نصر کچھی کے (بولان بلوچستان کا علاقہ) ہیں، کچھ (کچھی) سرزمینِ مکران میں ہے، عبد بن حمید بن نصر کا سن ۲۴۹ھ میں انتقال ہوا۔''

سید تاج محمد بخاریؒ (۱۸۳۵ء) اور سورۂ والضحیٰ کا منظوم ترجمہ:

سید تاج محمد بخاری جن کے والد کا نام سلطان حسین بن عبدالصمد ہے۔ قریشی سید ہے، جس کی ''تاریخِ پیدائش ۱۲۵۱ھ بمطابق ۱۸۳۵ء ہے اور جائے پیدائش صوبہ بلوچستان کا علاقہ ضلع ''ژوب'' ہے۔ موصوف کے آباؤاجداد سلطان محمود غزنویؒ کے دور میں بخارا سے ہجرت کر کے ہند چلے گئے تھے، آپ کے دادا عثمان جو کہ ژوب کے کسی علاقے مانوکوٹ میں آکر آباد ہوئے تھے یہیں سے ہی تاج محمد بخاری کا سلسلہء نسب پھیل گیا۔''[137]

سید تاج محمد بخاریؒ اپنے وقت کے پشتو زبان کے ایک بلیغ اور قادر الکلام شاعر تھے کہتے ہیں کہ:

''میرے دادا اور اس کے ساتھ کئی دوست واحباب بخارا سے اس نیت پر نہیں آئے تھے کہ یہاں مستقل سکونت پذیر رہے بلکہ مذکورہ علاقہ کے مانو بابر نے انہیں یہیں قیام پر اس غرض سے مجبور کیا کہ

تاکہ یہاں رہ کر دین کا کام کر سکیں اور اپنی اولاد میں سے ایک بیٹی کا نکاح بھی ان ہی کے ساتھ کرایا جس کی وجہ سے یہاں بخاریؒ کی نسل پھیلی۔''(138)

مزید لکھتے ہیں :

''بخاری خاندان جو کہ آج'' ژوب'' میں مختلف قبائل مثلاً بابر، سدوزئی، عثمانزئی، سپاکزئی وغیرہ یہاں آباد ہیں میں پھیل کر ان کے آباؤاجداد اکثر علماء تھے جنھوں نے یہاں خدمتِ دین کر کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن اب اس وقت ان کے خاندان کا کوئی ایسا فرد باقی نہیں تھا اس لئے کہ وہ یہاں کے موجودہ قبائل بالکل میں گھل مل گئے تھے۔''(139)

پروفیسر میر حسن خان اتل ان کی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

''سید تاج محمد شاہ بخاریؒ کے شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اپنے دور کے بڑے شاعر اور عالمِ دین تھے جن کی شاعری رواں، توانا، عام فہم اور آسان پشتو زبان میں تھی زیادہ تر شاعری دینی موضوعات پر لکھی ہوئی ہے ان میں خاص کر وہ اشعار جو کہ اپنے خاندانی نسب سے متعلق ہے جو کہ اس وقت کے حالات کی عکاسی کرتی ہے۔''(140)

منظوم تفسیر سورۂ والضحیٰ :

بلوچستان میں جن حضرات علماء کرام نے قرآنِ کریم کی تفسیری ادب کے میدان میں کام کیا ہے ان حضرات میں ایک منظوم تفسیر تاج محمد بخاریؒ کا ہے جن کے متعلق جاننا اہم ہو گا:

''قرآنِ کریم کے آخری پارے (عمّ) کی ایک سورت کا نام ہے جس کی تفسیر سید تاج محمدؒ نے لکھی ہے جو کہ بلوچستان کے علمی اور تفسیری ادب کے میدان میں ایک نمایاں اضافہ ہے جو کہ تاج محمد مرحومؒ کا

ایک اہم کارنامہ بھی ہے اور بلوچستان میں تفسیرِ قرآن کے میدان کے ساتھ ساتھ شعراء پشتو کے لئے ایک خاص بھی تحفہ ہے۔"(141)

نوٹ :

تفسیرِ سورۃ والضحیٰ کے حوالے سے ہم تک تین مختلف اقوال مختلف ذرائع سے موصول ہوئے ہیں، ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی کتاب ''سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں '' کے بموجب کہ اس سورت کا منظوم ترجمہ صاحبزادہ ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے، جبکہ مولانا عبدالخالق مندوخیل ''بیسویں صدی میں شمالی بلوچستان کے علمائے کرام کی فقہی آثار کا جائزہ'' کے حوالے سے اس سورت کا منظوم ترجمہ مولانا رحمت اللہؒ نے لکھا ہے، اور اسی طرح ایک اور مقالہ نگار پروفیسر میر حسن خان اتل'' داوگڑی ڈیر کڑی خدایہ ''(پشتو کتاب) کے حوالے سے اس سورت کا منظوم ترجمہ سید تاج محمد بخاریؒ نے لکھا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تینوں حضرات نے مذکورہ سورت کا منظوم ترجمہ یا تفسیر لکھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک نے لکھی ہو۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

دیگر تصنیفات :

۱۔ منظوم تفسیر سورۃ والضحیٰ

۲۔ منظوم واقعہء کربلا

۳۔ منظوم معجزاتِ نبیؐ۔

فصل چہارم: بیسوی صدی میں بلوچستان میں پشتوزبان میں ہونے والے تراجم قرآن

بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کے پشتوزبان میں مختلف علماء کرام کے پشتو تفاسیر پر علمی ، تحقیقی اور تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے اس کے علاوہ پشتوزبان میں قرآنِ حکیم کے پشتوتراجم جن علماء کرام نے کام کیاہے چونکہ بیسویں صدی عیسویں میں قرآنیات پر سب سے زیادہ کام ہواہے لہٰذاپاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مذکورہ صدی میں جن اہلِ علم نے اس موضوع پر کام کیاہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

خان شہید عبدالصمد خان اچکزئی ؒ (۱۹۰۷ء-۱۹۸۳ء) اور ترجمان القرآن کا پشتو ترجمہ:

بلوچستان کی علمی شخصیات میں ایک اہم نام خان عبدالصمد خان شہید کا بھی آتاہے۔جو کہ موصوف کاقرآنی خدمات کے حوالے سے بلوچستان کی سطح پر ایک بڑاعلمی نام اور کارنامہ ہے۔اس لئے خان عبدالصمد خان شہیدؒ کے بارے میں جاننا بھی اہم ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

خان شہیدؒ کی جائے پیدائش کے متعلق سوانح نگاروں نے لکھاہے:

''خان عبدالصمد خان شہید اچکزئی ''نے ۱۰جولائی ۱۹۰۷ء کو نور محمد کے ہاں تحصیل گلستان کے علاقے عنایت اللہ کاریز(ضلع قلعہ عبداللہ) میں آنکھیں کھولیں۔''(142)

حصولِ تعلیم :

موصوف نے حصولِ تعلیم کے لیے مندرجہ ذیل تعلیمی اداروں کارخ کیا :

''ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی اور کم سنی ہی میں آپ نے فارسی اور عربی زبان پر عبور حاصل کر لیامزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے تحصیل گلستان کے مڈل اسکول میں داخلہ لیاجہاں سے آپ نے آٹھویں جماعت تک کی تعلیم حاصل کی آپ میں فطری طور پر بچپن ہی سے اعلیٰ درجہ کی ذہانت وفطانت

کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔دورانِ تعلیم آپ کے والد کا انتقال ہوا جس کی وجہ سے آپ نہایت کم سنی ہی میں والد کے سایہ شفقت سے محروم رہ گئے بعدازاں آپ کی والدہ نے آپ کی تعلیمی سفر کا کا بھرپور خیال رکھااور پرورش کرتی رہیں "۔[143]

معاشی حالات:

خان شہیدؒ کی معاشی حالاتِ زندگی کے متعلق سوانح نگاروں نے یوں لکھاہے:

"خان عبدالصمد شہید پر گھر کی معاشی ذمہ داری کا بوجھ بھی تھااس لیے کم عمری میں ہی معاشی سرگرمی کی طرف متوجہ ہوگئے اور " اپنے گھر کا گذر بسر چلانے کے لئے آپ نے پھل فروشی کا کام شروع کیااس وقت افغانستان میں سلطنتِ عثمانیہ کی طرح خانہ جنگی شروع ہوئی تھی اور انقلابِ روس جیسے بعض عوامل غازی امان اللہ خان کے دور میں جب آئے تو خان شہید نے پھل فروشی کو خیر باد کہااور سیاست کے میدان میں آگئے۔"[144]

سیاسی حالات:

خان شہید کی پوری زندگی سیاست سے عبارت ہے،موصوف نے اپنی سیاسی زندگی میں جو نشیب وفراز دیکھے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

"خان عبدالصمد شہید نے جب جوانی میں قدم رکھاتو ہر طرف سیاست کامیدان سرگرم تھااور اس کامرکز لاہور اور کراچی تھا۔خان عبدالصمد شہید نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے عملی طور پر سیاست کے میدان میں قدم رکھااور جلد ہی آپ کا شمار دیگر سیاسی لیڈروں میں ہونے لگا۔"خان عبدالصمد شہید کا" سیاسی محور چونکہ آزادی ہند کے ساتھ ساتھ پشتون،بلوچ،سندھی،پنجابی،سرائیکی،بنگالی اور کشمیری عوام(مسلمان قوم)کی خودمختاری تھی اس کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ برصغیر پاک وہند پر

انگریز سامراج کی مخالفت تھی جس کی وجہ سے آپ کو کئی بار جیل جانا پڑا قیام پاکستان کے بعد خان شہید انجمن وطن پارٹی نے فوراً ہی پاکستان کی حمایت کی لیکن بد قسمتی سے اس وقت کے ارباب پاکستان نے پھر آپ کو نظر بند کر دیا جب آپ ۱۹۵۴ء کو جیل سے باہر آئے آپ نے " پشتون بھائی " کے نام سے سیاسی تنظیم بنائی اور اسی سال عوامی نیشنل پارٹی میں ضم کر کے آپ کو جنوبی پشتونخواہ کا صدر بنایا گیا۔"(145)

انگریز سامراج کے خلاف جدوجہد:

"پاکستان میں چونکہ آمرانہ اور جمہوری نظام حکومت ساتھ ساتھ چلے ہیں اس لیے کبھی جمہوری نظام حکومت رہا تو کبھی آمرانہ، لیکن " جب ۱۹۵۸ء میں جنرل ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء لگایا جس میں اکثر سیاست دانوں کو جیل جانا پڑا ان میں آپ بھی شامل تھے۔ ۱۹۶۹ء میں آمرِ وقت سے کامیاب مذاکرات کے نتیجے میں جیل سے باہر آئے اور نیب سے بعض سیاسی معاملات کے اختلافات پر الگ ہو گئے اس طرح مارشل لاء ختم ہونے کے بعد آپ عام انتخابات کے نتیجے میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ آپ چاہتے تھے کہ مذکور بالا اقوام کو انگریز سامراج سے مکمل آزادی حاصل ہو اور برصغیر کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نجات حاصل ہو"۔ (146)

اس جدوجہد میں آپ ہمہ تن مصروف عمل رہے اور مختلف میدانوں میں اپنی سوچ و فکر سے متعلق عوام کو شعور دیتے رہے اور اپنے فکر کو عملی جامہ پہنانے والے ہی تھے کہ "بد قسمتی سے ۲ دسمبر ۱۹۷۳ء کو کوئٹہ بم دھماکہ میں رات ڈھائی بجے (۲:۳۰am) آپ کو شہید کر دیا گیا اس طرح آپ کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

۴۔ پشتو ترجمہ، تفسیرِ ترجمان القرآن (مولانا ابوالکلام آزاد):

"خان شہید چونکہ پشتو زبان کے ادیب تھے اگرچہ بنیادی طور پر آپ سیاسی لیڈر تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ صوم وصلوۃ کے بھی نہایت ہی پابند تھے آپ چاہتے تھے کہ پشتونوں میں دین سے محبت کا رشتہ برقرار رہے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے بلوچستان کے مسلمانوں میں مزید مذہبی آگہی اور شعور

بیدار کرنے کے لیے "ترجمان القرآن کا پشتو زبان میں ترجمہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اپنے ہاتھ سے مکمل کیا یہ ترجمہ خطِ نسخ میں لکھا ہوا ہے لیکن ابھی تک طباعت کے زیور سے آراستہ نہیں ہوا ہے ترجمان القرآن کی تفسیر دراصل مولانا ابوالکلام آزادؒ کی اردو زبان میں مکمل لکھی ہوئی تفسیر ہے"۔ (147)

مولانا غلام کبریا خان ترکائیؒ اور پشتو ترجمہ قرآن:

مولانا غلام خان ترکانی جسے بلوچستان کے سطح پر قرآن کریم کے تفسیری حوالے سے ان بنیادی تفاسیر و تراجم میں شمار کیا جاتا ہے جن کا شمار اس خطے پر سب سے اولین تراجم اور تفاسیر میں ہوتا ہے۔آپ کے متعلق سوانح نگاروں یوں نے لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

"مترجم غلام کبریا خان ترکائیؒ (آپ کی جائے پیدائش امر تسر، تعلیم اسلامیہ ہائی اسکول کوئٹہ) کوئٹہ میں ہی اقامت گزین ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں ایک کتابچہ قرآنی سزاؤں پر مبنی "کتاب الحدود" کے نام سے چھپوایا۔ کوئٹہ میں ایک حلقہ طالبانِ علم قرآن قائم کیا ہے۔ جس کا مقصد نوجوانوں کو کسی ازم کی جانب مائل ہونے سے روکنا ہے۔" (148)

۸۔ ترجمہء قرآن مجید بزبانِ پشتو:

مترجم کے مطابق افغانستان میں شائع شدہ پشتو ترجمہ (جو حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے ترجمہ و تفسیر کا پشتو ترجمہ ہے) میں زبان و بیان کی غلطیاں تھیں۔اس لئے ان کی تصحیح کی گئی۔ وہاں کی پشتو اور بلوچستان کی پشتو میں فرق ہے۔ مترجم نے اس کو بلوچستان میں بولی جانے والی پشتو میں منتقل کیا تھا۔اس سلسلے میں مترجم کی معاونت دیوبند کے ایک فارغ التحصیل نے کی۔ مگر ساتھ ہی نام کو اخفار کھنے کا کہا گیا۔اس لئے کبریا صاحب ان کا نام ظاہر نہیں کرتے۔ یہ ترجمہ اب تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ (149)

مولانا حافظ محمودؒ (۱۹۴۴ء۔۲۰۰۷ء) اور سورۂ فاتحہ کا پشتو ترجمہ:

مختصر سوانحی حالات:

حافظ صاحبؒ کی جائے اور تاریخِ پیدائش یوں ہے:

"مولانا موصوف کا نام محمود جس کی ولادت ۱۹۴۴ء میں بلوچستان کے ضلع پشین کے علاقے منزری کے گاؤں میں ہوئی۔ والد کا نام حضرت مولانا گل محمدؒ جو کہ انڈیا سہارنپور کے فارغ التحصیل تھے۔" (150)

حصولِ علم کے لیے اسفار:

حصولِ علم کے لیے درج ذیل دینی علمی مراکز سے علم حاصل کیا:

"موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا گل محمد (فاضل سہارنپور) سے حاصل کی اس کے بعد مزید دینی تعلیم کے حصول کے سلسلے میں مختلف اسفار کئے جن میں "سنزاوی" جو کہ زیارت کے قریب ایک علاقہ ہے۔ وہاں کے مشہور اور متبحر عالمِ دین "سناجوی آغا صاحبؒ" کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ایک سال تک کتابیں پڑھنے کے بعد آپ نے دوسرا سفر کچلاک (کوئٹہ کے قریب ایک شہر) کی طرف کیا جہاں سے آپ نے فنون کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد وہاں سے کوئٹہ شہر کی طرف گئے اور وہاں مولانا عبدالعزیز صاحب سے موقوف علیہ تک کی کتابیں پڑھیں۔ موصوف کو قرآن کریم سے انتہائی محبت اور لگاؤ تھا جس کی وجہ سے آپ روزانہ بعد نمازِ عصر قرأت سیکھنے کے لیے قاری غلام نبی صاحبؒ کے پاس جایا کرتے تھے یہاں تک کہ قراءت کے ساتھ ساتھ آپ نے حفظِ قرآن کریم بھی شروع کر دیا اور کہ آپ نے نہایت کم ہی مدت میں (چار ماہ میں) مکمل قرآن حفظ کر لیا اور وہی حافظِ قرآن بن گئے۔ یہی آپ کی

قرآن کریم سے خاص محبت کی واضح دلیل ہے۔ اس کے بعد دورۂ حدیث کرنے کے لئے مشہور علمی درسگاہ مدرسہ ''تعلیم القرآن'' راجہ بازار تشریف لے گئے جہاں سے آپؒ نے سندِ فراغت حاصل کرلی۔''(151)

پشتو ترجمہ سورۂ فاتحہ:

بلوچستان میں دینی اسلامی ادب اور قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کے حوالے سے مولانا حافظ محمود صاحبؒ کا پشتو زبان میں سورۂ فاتحہ کا ترجمہ ایک اہم اور خاص اضافہ ہے جس کے متعلق جاننا زیادہ اہم ہوگا البتہ:

''مولانا حافظ محمود صاحبؒ ضلع پشین کے جید اور نابغہ روزگار عالم دین تھے، موصوف نے سورۂ فاتحہ کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا تھا جس کا ایک بنیادی مقصد یہی تھا، کہ پشتو زبان میں پورے قرآنِ پاک کا ترجمہ اور تفسیر لکھ کر نظرِ قارئین کیا جائے لیکن زندگی نے وفا نہ کی جس کی وجہ سے پشتو ترجمہ اور تفسیر کا یہ کام ادھورا رہ گیا۔ موصوف کا یہ ترجمہ ایک قلمی اور غیر مطبوعہ نسخہ ہے۔'' (152)

تاریخِ وفات:

''موصوفؒ صبح حسبِ معمول درسِ قرآن سے فارغ ہوئے تو اسی روز نمازِ ظہر کے بعد معمول کے مطابق زیرِ تحریر عربی تفسیر کے اپنے حصے کا کام مکمل کیا اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لائے چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمود صاحب سے ملے اس طرح اپنے تمام گھر والوں کو جمع کر کے بتایا کہ آج شاید ہماری اور آپ کی آخری ملاقات ہوگی گو کہ قلب پر پیغامِ مرگ منقّش ہو چکا تھا کہ اسی شب ۱۶ مئی ۲۰۰۷ء اور رات بوقتِ ۳ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔''(153)

دیگر تصنیفات :

۱۔ تفسیر لُباب القرآن (زیرِ طبع عربی)۔

۲۔ الدر المنظومہ فی تحقیق وضع الیدین تحت السرہ (غیر مطبوعہ)۔

۳۔ سورۂ فاتحہ (پشتو قلمی نسخہ غیر مطبوعہ)۔

مولانا محمد طیب (۱۹۶۹ء۔حیات) اور پشتو ترجمہ عقود الجمان:

مختصر سوانحی حالات:

سوانح نگاروں نے ان کے متعلق لکھا ہے:

''مولانا محمد طیب والد کا نام عبد الغیاث اور کنیت ابو اسامہ ہے ۱۹۶۹ء کو افغانستان کے علاقے ہلمند کے مضافات ''ہرات'' میں پیدا ہوئے انقلابِ روس کے وقت اپنے بھائی کے ہمراہ پاکستان ہجرت کر کے آئے اور کوئٹہ شہر میں سکونت اختیار کی۔آج کل مستقل طور پر یہیں سکونت اختیار کی ہوئی ہے۔''(154)

حصولِ علم:

علم کے حصول کے لیے درج ذیل اسفار اختیار کیے :

''تحصیلِ علم کے لئے اپنے بڑے بھائی عبد الوھاب کے ہمراہ پشاور،اٹک،میانوالی، گوجرانوالہ کے مختلف مدارسِ دینیہ کے اسفار کئے جہاں سے موقوف علیہ (چھوٹا دورہ) تک کے اسباق مولانا محمد افضل خان اور الشیخ محمد فیاض شاہ پوری سے جامعہ تعلیم القرآن میں پڑھے۔جس کے بعد کراچی تشریف لائے اور

جامعہ دار العلوم کراچی میں داخلہ لیا جہاں سے دورۂ حدیث (درسِ نظامی کا آخری سال) کے اسباق جامعہ ہذا میں مولانا سبحان محمودؒ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے دار العلوم کراچی میں پڑھ کر دستارِ فضیلت سر پر سجائی اس کے بعد تفسیرِ قرآن کی مزید تعلیم حاصل کرنے لئے دوبارہ صوبہ خیبر پختونخواہ کارخ کیا جہاں سے پنج پیر (علاقہ) کے علماء مولانا محمد طاہر، مولانا عبد السلام اور مولانا غلام حبیب ہزاروی سے قرآن کریم کی تفسیر کا علم حاصل کیا۔ اس وقت کوئٹہ شہر (نواں کلی) مسلم آباد میں جامع مسجد بلال میں امامت وخطابت کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔'' (155)

۹۔ عقود الجمان، پشتو ترجمہء قرآن:

بلوچستان میں قرآن کریم کے پشتو زبان میں تراجم کے حوالے سے ایک پشتو ترجمہ قرآن '' عقود الجمان او تفریح الجنان'' ہے، جسے مولانا محمد طیب نے پشتو زبان میں لکھا ہے۔

''اس ترجمہ کے شروع میں مقدمہ ہے ''مقدمہ عقود الجمان'' کے نام سے قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ کے تحت عام فہم اور آسان سلیس پشتو زبان میں ترجمہ لکھا گیا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ حاشیہ کے نمبرات بھی ہمراہ لکھے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی مزید تشریحات اور خلاصہ ء قرآن کریم کی دیگر آیات سے اردو اور پشتو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ آیات اور سورتوں کا آپس میں ربط کیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اپنے شیوخ کے اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں مشکل الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا حل بھی نکالا ہے۔ اور ساتھ ساتھ احادیث کے ذریعہ سے قرآن کریم کی تشریح و تفسیر کی وضاحت کی گئی ہے اسی لئے موصوف نے اس کا مکمل نام ''عقود الجمان او تفریح الجنان لحل مشکلات القرآن'' رکھا ہے ۔ عمدہ اور سفید کاغذ ہے بہترین طباعت کے ساتھ دیدہ زیب ہے۔ آٹھویں ایڈیشن ہے۔ للہذا یہ پشتو ترجمہ

قرآن مولانا صاحب کی بہترین کاوشوں کا نتیجہ ہے۔اور پشتو زبان جاننے والوں کے لئے کسی نعمتِ عظمیٰ

سے کم نہیں ہے۔علماءاور طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔''[156]

خصوصیات:

قرآن کریم اللہ کی آخری الہامی وآسمانی کتاب ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں، لیکن جس زمانہ کے علماء نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تفسیر یا ترجمہ کیا ہے کماحقہ اس کا حق ادا نہیں ہو سکا اور نہ ہی تا قیامت ادا ہو گا لیکن علماء نے اپنے اپنے دور میں جس اسلوب سے کتابِ مقدس کے ترجمہ کر کے شائع کیا ہے جس کا بنیادی مقصد عامۃ الناس کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے اس طرح ہر اہلِ زبان کا ایک مخصوص انداز اور خوبیاں ہوتی ہیں اسی موصوف نے بھی یہی انداز اپنایا ہے جس کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

''یہ تفسیر لباب القرآن یعنی خلاصہ قرآن ہے، تمام آیات اور سورتوں کے مابین ربط کر کے ترجمہ کیا گیا ہے، قرآن کریم میں جہاں جہاں مشکل الفاظ مستعمل ہیں ان کا حل آسان وعام فہم زبان میں کیا گیا ہے، روز مرہ مسائل کا حل پشتو زبان کے ساتھ اردو زبان میں جہاں مناسب ہو وہاں موصوف نے ان دونوں زبانوں میں قرآن کا ترجمہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔''[157]

مولانا موسیٰ دین (۱۹۵۶ء۔حیات) اور پشتو ترجمہ قرآن:

پشتو زبان قرآن کریم کے اسلامی ادب کے حوالے سے جن اہلِ قلم واہلِ علم حضرات نے جو کام کئے ہیں ان میں ایک نام مولانا موسیٰ دین کا قابلِ ذکر ہے جس کے متعلق پروفیسر میر حسن خان اتل جامعہ بلوچستان کے شعبہ پشتو کے استاد نے ''داوگڑی ڈیر کڑی خدایہ ''نامی کتاب میں جس میں شمالی بلوچستان کے شعراء سے متعلق تذکرہ ہے اس میں لکھا ہے کہ:

مختصر سوانحی حالات:

موصوف مترجم کا نام اور جائے پیدائش سے متعلق میر حسن خان اتل نے لکھا ہے:

''موسیٰ دین اخونزادہ بن اسلام الدین بن گل دین جس کا تعلق شیرانی قبیلے سے ہے، بیہوش کا لقب اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہے، جو کہ ۵ جون ۱۹۵۶ء کو شیرانی کے علاقے میں پیدا ہوئے۔''(158)

حصولِ علم:

حصولِ علم کے لیے درج ذیل اسفار کیے :

''موصوف مترجم نے ابتدائی تعلیم مڈل تک اپنے آبائی علاقے میں حاصل کی جس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لئے پشاور اور بنوں کا رخ کیا جہاں کے دینی اور علمی مراکز سے سندِ فراغت حاصل کرکے کراچی تشریف لائے جہاں سٹی کورٹ میں بحیثیت پراسیکوشن کلرک بھرتی ہوئے یہاں سے ریٹائر منٹ کے بعد موصوف واپس اپنے آبائی گاؤں ژوب چلے گئے جہاں سے موصوف نے باقاعدہ پشتو زبان میں شعر اور نثر میں لکھنا شروع کیا، پہلی دفعہ ۱۹۸۶ء میں پشتو زبان میں شاعری پر کتاب ''اوشکی او دردونہ'' (آنسو اور درد) کے نام سے منظر عام پر چھپ کر آئی ہے۔''(159)

مزید لکھتے ہیں کہ :

اخونزادہ نثر کے میدان میں ایک اہم مقام اور حیثیت رکھتے ہے جس نے مختلف موضوعات پر بے شمار تصنیفات لکھی ہیں جن میں سے کچھ غیر مطبوعہ ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ انسانیت اور پیسہ (اردو)۔ ۲۔ سیرت النبی (نظم اور نثر)۔

۳۔ اصلاحات (پشتو)۔ ۴۔ تدوین حدیث (پشتو)۔

۵۔ سلفی قواعد (پشتو)۔ ۶۔ بخاری شریف (پشتو منظوم)

۷۔ قرات القرآن (پشتو)۔ ۸۔ پشتو ترجمہ قرآن۔

۹۔او شکی اودر دونہ۔"(آنسواور درد)۔

موسیٰ دین اخونزادہ ایک علمی،ادبی،شاعر اور مترجم قرآن ہیں اردو،عربی،فارسی اور انگریزی زبانوں میں لکھنااور پڑھنا جانتے ہیں،شاعروں میں آپ کو عبدالرحمٰن باباؒجو کہ پشتوزبان کے نامور شاعر ہیں،کے کلام کو خوب پسند کرتے ہیں اور آپ کا پسندیدہ شاعر بھی یہی ہے۔موصوف نہایت تقویٰ دار،خوش رو اور خوش گفتار جیسی صفات کے حامل انسان ہیں۔"(160)

پشتوترجمہءقرآن:

بلوچستان کے پشتون علاقہ میں قرآنِ کریم کی ترجمہ نگاری کے میدان میں پشتو زبان میں ایک ترجمہ قرآنِ کریم مولاناموسیٰ دین صاحب کا لکھا ہوا ترجمہ قرآن ہے۔موصوف پشتوادبی میدان میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام رکھتے ہیں،اور پشتوزبان میں کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں،پشتو،اردو، عربی زبانوں پر مکمل عبور رکھتے ہیں،اس کے ساتھ ساتھ پشتونثر اور پشتو نظم میں ایک نمایاں مقام اور بلند پایہ وزن رکھتے ہیں۔

"یہ پشتو ترجمہ قرآن کس انداز وبیان سے لکھاہوا ہے کیا اسلوب ہیں اور کن کن محاسن سے مزین ترجمہ قرآن کریم ہے اس بارے میں میر حسن خان اتل نے کچھ تفصیل نہیں لکھی ہے،البتہ بلوچستان میں پشتوادب اور قرآنیات میں ایک خاص اضافہ کا کام خیال کیا جاتا ہے۔" (161)

فصل پنجم: بیسوی صدی میں بلوچستان میں پشتو زبان میں لکھی جانے والی تفاسیر قرآن

تمہید:

ترجمہ قرآن کے بعد اس کی تفسیر کی ضرورت پیش آتی ہے جیسا کہ پشتو زبان کے فصل تراجمِ قرآن میں مذکور ہے اس کے بعد بلوچستان میں پشتو زبان میں ہونے والے پشتو زبان کی تفاسیر کا ذکر اس باب کے فصل پنجم میں ذکر ہو گا لہٰذا بیسویں صدی میں مذکورہ خطہ میں دورانِ تحقیق ہمارے سامنے جو تفاسیر پشتو زبان کی سامنے آئی ہیں ان کا تحقیقی و علمی جائزہ درج ذیل ہے۔

مولانا رحمت اللہؒ: (۱۸۹۵ء۔۱۹۸۵ء) اور تفسیر سورۃ الضحیٰ:

بلوچستان کی ان علمی اور ادبی شخصیات میں ایک نام مولانا رحمت اللہؒ بھی کا ہے۔ سوانح نگاروں نے آپ کے متعلق یوں لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

''آپؒ کا نام رحمت اللہ لکھا ہے۔ آپ کی جائے پیدائش ''ضلع ژوب (بلوچستان) اور تاریخ پیدائش ۱۸۹۵ء ہے۔''(162)

حصولِ علم:

مولانا موصوفؒ نے علم کی تحصیل کے لیے جن جن علمی مراکز کا رخ کیا درج ذیل ہیں:-

''مولانا رحمت اللہ نے تحصیل علم کے لیے کئی سفر کیے ہیں، جن میں سے مشہور و معروف مراکز دہلی، بھوپال، کان پور ہے۔ مترجمؒ کا شمار'' بلوچستان پاکستان کے اہم ترین علماء میں ہوتا ہے۔ موصوف اپنے زمانے کے نابغہ روزگار، مایہ ناز محقق، مصنف، فقیہ، عالم بے بدل اور زاہد و عابد جیسی اعلیٰ صفات کے حامل شخصیت کے مالک تھے۔''(163)

ا۔ تفسیرِ سورۃ الضحیٰ :

سورۃ والضحیٰ مکی سورت ہے، قرآن کریم کی سورتوں میں ۹۳ نمبر اور آخری پارے کی سورت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ پر انعامات اور مخصوص فضائل کا ایک خاص انداز میں ذکر کیا ہے۔

''جس کی تفسیر مولانا رحمت اللہؒ نے لکھی ہے اور اسے منظوم ترجمے میں مولانا سید تاج محمد بن سلطان حسین نے ۲۲ جون ۱۸۳۵ء میں لکھا ہے اندازِ تحریر نسخ خط میں ہے لیکن صفحات اور سطور نامعلوم ہے۔ سفید کاغذ پر تحریر کیا ہوا ہے یہ نسخہ پشتو نظم میں لکھا ہوا ہے اور شاعر کے مزید دو آثار کے ساتھ ایک جلد میں لکھا گیا ہے اس کے تین آثار اب تک چھپائی کے مراحل سے طے نہیں ہوئے''۔(164)

الغرض مولانا رحمت اللہؒ کا اس سورت کی تفسیر لکھنا مخلوقِ خدا کو خالق کے بے شمار انعامات اور فضائل کی یاددہانی ہے تاکہ اللہ رب العزت کے بندے اللہ کے حضور ان انعامات کا شکر بجالائیں اور اللہ کی بندگی اور عبادت میں ہمہ تن مشغول رہیں۔

مولانا رحمت اللہؒ کی دیگر تصانیف:

حصول علم کے بعد مولانا رحمت اللہؒ نے علمی میدان میں یادگار تصانیف بھی چھوڑی ہیں جن میں کچھ عربی زبان میں اور کچھ پشتو زبان میں ہیں ۔جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) الرحمۃ الباقیۃ الشرعیۃ علیٰ مذہب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان۔

(۲) رحمت بیان دو جلد (پشتو)

(۳) رحمت التجوید (پشتو)۔

(۴) تاریخ (چار جلد)

(۵) خپل عمل دلاری مل (چار جلد)(پشتو)۔

(۶) تفسیر سورۃ والضحیٰ

(۷) زموژر سول ﷺ (پشتو)۔

(۸) تاریخِ پشتون۔"(165)

مولانا محمد شریفؒ (۱۳۱۴ھ۔۱۳۶۴ھ) اور پشتو تفاسیر حسن البیان اور زین البیان :

مختصر سوانحی حالات:

مولانا محمد شریفؒ کے بارے میں سوانح نگاروں نے آپ کا شجرہ یوں لکھا ہے:

"آپؒ کا نام محمد شریف بن ملا عبدالعزیز بن ملا عبدالسلام بن ملا مہربان بن ملا راحت بن ملا اختر بن سدوزئی بن سید ہے، اور آپؒ ملا جانان کاکڑ کے نام سے مشہور ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بھائی ملا محمد شفیع سے حاصل کی جس میں ریاضی، صرف، نحو، تفسیر، فقہ اور دیگر متداولہ علوم شامل ہیں۔" (166)

۲۔ پشتو تفسیر "حسن البیان من تفسیر القرآن":

مولانا محمد شریف کی ۱۳۵۰ھ میں لکھی ہوئی ایک پشتو تفسیر قرآن ہے یہ نسخ خط میں لکھی ہوئی ہے اور کل چالیس صفحات پر سفید کاغذ پر لکھی ہوئی ہے مولانا مرحوم کو اس کے پورا کرنے اور مکمل کرنے کی آخری آرزو تھی لیکن زندگی نے وفا نہیں کی جس کی وجہ سے یہ تفسیر قرآن کریم اپنی تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

"یہ تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرہ آیت ۲۲) تک کی ہے اس کے شروع میں مقدمہ اور مذکورہ تفسیر کی اہمیت لکھا ہوا ہے۔"(167)

دیگر تصانیف :

مولانا محمد شریف کئی کتابوں کے مصنف رہے ہیں ۔موصوف پشتو زبان کے نامور شاعر اور ادیب تھے ان کی تصانیف میں سے چند مشہور تصانیف یہ ہیں :

(۱) حسن البیان من تفسیر القرآن (۲) زین البیان

(۳) احکامِ حج (۴) بہارِ جانان (۵) اکبر نامہ

(۶) ارمانِ جانان (۷) عبرت نامہ (۸) یادداشتیں (۹) سفر نامہ۔

لیکن آپؒ سب سے زیادہ تفسیر قرآن کی وجہ سے مشہور رہے ہیں۔آپ کی تفسیر عوام وخواص دونوں میں مقبول ہے۔

۳۔پشتو تفسیر زین البیان :

موصوف مفسر مولانا محمد شریف اخوندؒ جنہیں بلوچستان کی پشتون عوام میں اہم اور خاص وجہ ءشہرت حاصل ہے موصوف کی پشتو زبان میں اہلِ بلوچستان کے لیے ان کی گرانقدر تفسیری،ادبی،اور شاعری خدمات ہیں،موصوف کی دینی خدمات بلوچستان کے لیے کسی قیمتی سرمایہ سے کم نہیں جبکہ دوسری جانب بلوچستان کی سطح پر قرآنِ کریم کے ادبی میدان میں ایک اہم اور خاص اضافہ ہے۔تفسیر کی خاص خاص خوبیاں اور محاسن مندرجہ ذیل ہیں۔

خصوصیاتِ تفسیر زین البیان :

تفسیر زین البیان بلوچستان میں پڑھی جانے والی ایک عالمانہ،فصیحانہ اور بلیغانہ انداز میں لکھی ہوئی تفسیر ہے۔اس کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

"یہ تفسیر قرآن کریم کی مکمل تفسیر نہیں،تاہم آپ کے مختلف موضوعات پر مشتمل دروس کل (۱۳۹) خطبات کے کا پشتو زبان میں ترجمہ اور اس کے ساتھ تفسیر بھی لکھی ہے۔یہ تفسیر ایک عام انسانی روز مرہ زندگی سے متعلق مثلاً نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ،اخلاقیات،اور دیگر امور سے متعلق ہے تفسیر کرتے

وقت تمام مختلف قرآنی آیاتِ مبارکہ سے پہلے مختلف عربی زبان میں خطبے دیئے گئے ہیں۔ جس کے بعد آیاتِ قرآنی اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی احادیث نقل کی گئی ہیں تفسیر میں سب سے پہلے مولاناؒ نے واقعہ ءمعراج کو بیان کیا ہے۔ یہ تفسیر کل(٦٨٠)صفحات پر مشتمل اور مفصل انداز میں لکھی گئی ہے یہ تفسیر بلوچستان میں بولی جانے والی عام فہم اور سلیس زبان میں ہے جس سے عام معمولی پشتو زبان کا قاری بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ موصوف مفسرؒ نے تفسیر قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے احادیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کی ہے اور پشتو وفارسی زبان کے شعراء عبدالرحمٰن باباؒ، مولانا رومیؒ، شیخ سعدیؒ، جامیؒ اور صاحبِ تبریزیؒ جیسے حضرات کے مختلف اشعار کا بھی جابجاذ کر کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ پشتو زبان میں عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ محاورات بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس طرح سے ایک عام انسان کے ذہن میں آسانی سے قرآن کریم کا نفسِ مضمون اور خلاصہ بھر پور انداز میں بیٹھ جاتا ہے۔ جو کہ مولانا موصوف کا یہ خاص اندازِ بیان ہے تا کہ قرآن کریم کے معنی اور مفہوم عام ہوں۔ اس کے علاوہ علمی استدال سے بھی کام لیا گیا ہے اور اسی طرح موصوف نے مذکورہ تفسیر میں خطبہ ٣٦ سے لیکر خطبہ ٦٤ تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ کو بیان کیا ہے بہترین سفید کاغذ پر لکھی ہوئی دیدۂ زیب تفسیر ہے اور ڈاکٹر رفیق ریسرچ انسٹیٹوٹ نے اس کی چھپائی کا کام کیا ہے۔"(168)

مصادر ومراجعِ تفسیر زین البیان :

تفسیر "زین البیان " میں مولانا موصوف نے جن جن تفاسیر قرآن، کتبِ احادیث، سیرت، دیوان اور دیگر مختلف کتب سے استفادہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

١۔ تفسیرِ مظہری۔ ٢۔ کابلی تفسیر۔ ٣۔ تفسیرِ قرطبیؒ۔ ٤۔ تفسیرِ کبیر از فخر الدین رازیؒ۔

۵۔روح البیان۔٦۔عرائس البقلی۔۷۔شرح اربعین حدیث از شیخ صدر الدین۔

۸۔شیخ مغزی۔۹۔کشف الاسرار۔۱۰۔ردالمختار۔۱۱۔فتح القدیر۔۱۲۔انیس الواعظین۔

۱۳۔نصائح دینیہ۔۱۴۔فی الیواقیت والجواہر۔۱۵۔فقیہ ابواللیث۔۱٦۔تنبیہ الغافلین۔

۱۷۔نزھتہ الناظرین۔۱۸۔روضۃ المشتاق الی ملک الخلاق از ابوالفرج جوزی۔

۱۹۔نوراليقين۔۲۰۔کشف النور فی اصحاب القبور از شیخ عبدالغنی۔۲۱۔روضۃ العلماء۔

۲۲۔مستخلص۔۲۳۔انسان العیون۔۲۴۔نوادرالاصول از حکیم ترمذی۔۲۵۔خیر المواعظ۔

۲٦۔حیٰوۃ الحیوان۔۲۷۔بحر المرجان۔۲۸۔اسباب النزول۔۲۹۔حجۃ اللہ البالغہ۔

۳۰۔صحیح مسلم۔۳۱۔نزھۃ الخواطر۔۳۲۔طہارۃ القلوب از شیخ عبدالعزیز۔

۳۳۔ریاض الناصحین۔۳۴۔رحمۃ للعلمین (پشتو)۔۳۵۔سلسلۃ الذھب۔

۳٦۔ابکارالافکار۔۳۷۔سراج احمدیہ از مولانا جامیؒ۔۳۸۔سیرت الاحمدیہ۔

۳۹۔تاویلاتِ نجم۔۴۰۔مثنوی مولوی معنوی۔۴۱۔معراج النبوت۔

۴۲۔احیاءالعلوم از امام غزالیؒ۔۴۳۔فتاویٰ کاملہ۔

۴۴۔کلیات سعدی۔۴۵۔دیوانِ خواجہ حافظ شیرازی۔

۴٦۔دیوانِ صائب تبریزی۔۴۷۔دیوانِ عبدالرحمٰن باباؒ وغیرہ۔

اس تفسیر کے متعلق ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی صاحب نے لکھا ہے:

"زین البیان د پشتو د دینی نثر ھغہ پہ زڑہ پوری اثر دئی چی د کندھار نامتو عالم، ادیب، او شاعر ملا محمد شریف مشھور پہ ملاجانان کاکڑ کندھاری پہ خوراشائستہ، پستہ او خوژہ ژبہ لیکلی دی دغہ اثر در اوسہ ناچاپہ او پخپلہد لیکوال دلاس لیکلی نسخہ ئی لہ ماسرہ خوندی دہ۔"(169)

ترجمہ: ''تفسیر ''زین البیان ''(پشتو) دینی نثر میں پراثرانداز میں لکھی گئی ہے۔اس کا اندازِ بیان میٹھا اور شیرین ہے۔ جس میں پشتو ترنم ہے اور بہترین انداز میں لکھی ہوئی تفسیر ہے۔ کیونکہ مولانا محمد شریف اپنے وقت کے ایک عظیم لکھاری، شاعر، ادیب، مفسر، فصیح اور بلیغ خطیب تھے۔ کثرت سے اجتماعی، انتقادی اور اصلاحی نظمیں اور پشتو نثر وقتاً فوقتاً ''طلوعِ افغان'' میں شائع کرتے رہے اور موصوف بے شمار علمی اور ادبی کتابوں کے مؤلف تھے''۔

صاحبزادہ حمید اللہؒ (۱۹۳۷ء) اور سورۃ والضحیٰ کی تفسیر:

بلوچستان کے علمی، ادبی اور قرآن کریم کے تفاسیر اور تراجم میں جن شخصیات نے حصہ لیا ہے، ان میں ایک اہم اور خاص نام صاحبزادہ حمید اللہ کا بھی ہے، جس نے نہ صرف پشتو سیرت نگاری میں ایک اہم نام پیدا کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پشتو شاعری، پشتو نعت گوئی، پشتو تاریخ اور تفسیر قرآن کریم میں بھی ایک اہم اور خاص مقام حاصل کیا۔ جس کے بارے میں جاننا بھی اہم ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

سوانح نگاروں نے آپ کے متعلق لکھا ہے:

''موصوف کا پورا نام صاحبزادہ حمید اللہ ۱۹۳۷ء میں پشین کے گاؤں فیض آباد میں عبدالرحمٰن صاحبزادہ (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء ۴ ستمبر (۱۴۰۰ھ/۱۹۷۹ء) بن ملا محمد عظیم بن ملا رحمت اللہ اخوند بن ملا خوشحال اخوند (صاحبِ حال بزرگ) کے گھر پیدا ہوئے۔''(170)

حصولِ علم اور علمی مقام ومرتبہ:

''موصوف مفسرؒ، تفسیر، حدیث، فقہ، صرف ونحو، عربی، فارسی، منطق، ریاضی، حکمت، تجوید اور قرأت وغیرہ میں اچھی خاصی نظر اور مہارت رکھتے تھے۔آپؒ علم کی پیاس بجھانے کے لئے قندھار

بھی گئے تھے۔حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔ان کی ساری زندگی اشعار، پرہیزگاری اور تقویٰ رہا۔آپؒ کا ایک بہت اچھا کتب خانہ بھی تھا جس میں قلمی نسخے بھی یادگار کے طور پر موجود تھے۔آپ کاکڑ قبیلہ کی ذیلی شاخ ترغزئی کی ذیلی شاخ احمد خیل اور پھر احمد خیل کی ذیلی شاخ حسن زئی سے تعلق رکھتے تھے۔علم و تقوی کی بناء پر حسن زئی کے کچھ گھرانوں کو صاحبزادہ کا نام دیا گیا جن میں ایک آپ کا خاندان بھی شامل ہے۔صاحبزادہ حمید اللہ نے اردو، عربی، فارسی، اسلامیات، تاریخ اور سیاسیات میں ایم اے کیا ہے اور پہلے چار مضامین میں سیکنڈ ویژن حاصل کی۔"[171]

موصوف مفسر کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔آپؒ کے متعدد مضامین پشتو اور کئی مضامین اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔آپ کی ذاتی لائبریری میں مطبوعہ کتب کے علاوہ عربی، فارسی اور پشتو کے مخطوطات موجود ہیں۔جن کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے۔آپ پشتو، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں بھی شعر کہتے تھے۔آپؒ مذکورہ زبانوں کے ایک بہترین ادیب ہیں۔آپؒ صرف پشین ہی کے نہیں بلکہ پورے بلوچستان کی ایک عظیم شخصیت ہیں۔پشتو میں نعتیہ کلام بھی موجود ہے۔صاحبزادہ حمید اللہؒ کی ایک جدید نعت کے ترجمہ سے کچھ اشعار بطور تمثیل پیش کیے جاتے ہیں، جو کہ ترکیبِ مسدّس میں ہے:

"یہی دن تھے اور یہی راتیں تھیں، یہی زمین اور یہی آسمان
چاند کی یہی دمک تھی اور سورج اسی طرح درخشاں تھا
ثریا کی یہی خوبصورتی تھی اور یہی خوبصورت کہکشاں تھا
یہ بھاری بھرکم کوہستان نہایت متانت اور خاموشی سے کھڑا تھا
یہ چھوٹا جہاں تو درست تھا مگر بڑے جہان میں فساد برپا تھا
یہ چھوٹا جہان تو یہ کائنات تھی اور بڑا جہان یہ چھوٹا انسان تھا۔"[172]

''آپؒ عرصہ ء دراز تک درس وتدریس کے پیشے سے منسلک رہے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں جمال الدین افغانی، علومِ اسلامی، کاکڑی لنڈئی، پشتونیات وغیرہ شامل ہیں۔ پشتو میں سیرت نگاری پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ کی ایک اہم تصنیف ہے، ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی جسے نادر ٹریڈرز مستونگ نے شائع کیا ہے۔''(173)

تفسیر سورۃ والضحیٰ:

قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر میں بیسویں صدی میں جن نامور مفسرین اور مترجمین نے کام کیا ہے ان حضرات میں ایک اہم نام صاحبزادہ حمید اللہؒ کا بھی ہے، مفسر نے قرآن کریم کی سورۃ والضحی کی تفسیر لکھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ پر خصوصی انعامات اور فضائل کا ذکر ایک بہترین انداز میں کیا ہے۔ بلوچستان میں مختلف زبانوں میں تراجم وتفاسیر کے سلسلے میں مذکورہ سورت کی تفسیر یا ترجمہ لکھنا بھی ایک خاص اضافہ ہوگا مفسرؒ نے مذکورہ سورت کی تفسیر لکھ کر بلوچستان کے اہلِ علم اور اہلِ قلم حضرات پر ایک خاص علمی احسان کیا۔ اور اپنے ذمہ کا جو علمی حق کسی بھی اہلِ علم کے ذمہ میں آتا ہے اس کا حق چکا دیا۔

''صاحبزادہ حمید اللہ نے قرآنِ کریم کے آخری پارے سورۂ والضحیٰ کی تفسیر لکھی ہے۔''(174)

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس منہج پر سورۃ والضحی کی یہ تفسیر لکھی گئی ہے، اور نہ اس بات کا علم ہو سکا کہ آیا مذکورہ سورۃ کا صرف پشتو ترجمہ لکھا گیا ہے یا تفسیر بھی لکھی گئی ہے۔ اور نہ ہی اس بات کا اندزہ لگایا جا سکتا ہے کہ کن کن مترجمین یا مفسرین حضرات کے تراجم اور تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی اس مبارک سورۃ سے اس بات کا اتنا اندازہ تو بخوبی ہو سکتا ہے کہ مفسر نے ترجمہ یا تفسیر لکھتے ہوئے اس میں جو انعامات اور فضائل اللہ تعالیٰ نے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے متعلق بیان فرمایا ہے ظاہر ہے کہ اس میں مفسرؒ نے بھی انہی انعامات اور فضائل کو اپنے مخصوص انداز اور اسلوب میں بیان کیا ہوگا۔

موصوف کی تحریکِ قیامِ پاکستان میں شمولیت:

مفسرؒ اپنے وقت کے نہ صرف ایک عظیم ادیب، محقق، مفسر، شاعر، مؤرخ، عالمِ دین اور پرفیسر تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی وطن کے ایک عظیم اور زبردست حامی بھی تھے۔ اپنی پوری زندگی یا تو زہد و تقوی میں گذاری یا تو مسلمانوں کے لیے آزاد وطن بنانے گزاری میں آپ کے اردو اشعار سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ موصوف کے ہر ہر شعر سے قیامِ پاکستان سے قبل کے مسلمانوں کے لئے وطن کی آزادی کی خوشبوئیں پھوٹ رہی ہیں، گو کہ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں میں حریت کا جذبہ پیدا کرکے بالآخر برصغیر کے مسلمانو ں کو وہ منزل دلوائی جس کے یہ لوگ کئی دہائیوں سے منتظر تھے۔

دیگر تصنیفات:

مفسر اپنے دور کے ایک نامور پشتو زبان کے ادیب، شاعر، سیرت نگار اور مقالہ نگار ہونے کے ساتھ عربی، فارسی اور اردو کے شاعر بھی ہیں، تفسیر کے علاوہ آپ کی اور بھی مختلف موضوعات پر کئی اہم تصنیفات، تالیفات، مجموعہ اشعار اور مختلف مضامین وغیرہ ہیں، جو مختلف اخبارات، جرائد اور رسائل میں چھپ چکے ہیں، جن کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

"۱۔ پشتو اور اسلام۔ ۲۔ سیرت پر پشتو کتب۔ ۳۔ قلمی کتبِ سیرت ۴۔ نور نامہ۔

۵۔ تفسیر سورۃ والضحیٰ۔ ۶۔ معجزات النبی ﷺ ۷۔ معجزات کبیر۔

۸۔ قصیدۂ بردہ۔ ۹۔ پشتو شعراء اور نعت گوئی ۱۰۔ قندھاری نعت گویان۔

۱۱۔ گلشنِ نوروز۔ ۱۲۔ جدید نعت گویان۔ ۱۳۔ مقالاتِ سیرت۔ ۱۴۔ کتابیات۔"[175]

اس کے علاوہ موصوف مفسرؒ کالج میگزین "بولان" کے حصہ اردو کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں جس میں آپ نے کئی اردو مضامین لکھے ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً چھپتے رہے جو مندرجہ درج ذیل ہیں:

"۱۔ حالی کا مقام اردو شاعری میں

۲۔اردو کو بچایئے۔

۳۔اکبراورالہ آبادی کی شاعری۔''(176)

رسالہ ''میزان ''میں آپ کے درج ذیل مضامین چھپے ہیں:

ا۔سیرتِ رسول اللہ کا مختصر ساخاکہ۔''

ہفت روزہ میں موصوف کے درج ذیل مضامین چھپے ہیں:

''ا۔آوازِ پختون۔

۲۔غلغلہ ءجہاد۔

۳۔مجاہدینِ ژوب دو قسطیں۔

۴۔خدام الدین۔

۵۔جہاداور تعداد۔''(177)

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ موصوف نے دیگر اور پانچ کتابیں بھی لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

''ا۔رگِ گل دو(اردو کے مشہور شعراء کے منتخب اشعار)

۲۔پشتوآموز تین(دوزبانوں پشتواوراردو میں)۔''

موصوف بیک وقت تین مختلف زبانوں عربی،فارسی اوراردو کے قادرالکلام شاعر تھے ان کے اردواشعار کے مجموعہ کا نام ''رزمِ عرب۔سامانِ عرب۔اشک ہائے غم''جس میں کل ۱۱۲ /اشعار ہیں۔

۵۔مولانا عبدالخالق تارنؒ (۱۹۷۴ء) اور تفسیر انوارِ قرآنی:

مولانا عبدالخالق تارن جس کا تعلق بلوچستان کے علاقہ پشین سے ہے، جنہوں نے قرآن کریم کی پشتو زبان میں تفسیر لکھی ہے ان کے متعلق سوانح نگاروں نے پوری وضاحت نہیں کی کہ آپ کی تاریخ اور اصلی جائے پیدائش کیا ہے اور کہاں سے ہے، البتہ سیرت کی کتابوں میں سیرت نگاروں نے آپ کا ذکر کچھ یوں کیا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

>''مولانا عبدالخاق تارن پشین کے رہنے والے اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، پشتو، اردو، عربی اور فارسی کی زبان وادب پر عبور رکھتے تھے۔ بلوچستان یونیورسٹی کی جامع مسجد کے خطیب رہے۔''(178)

سیاق وسباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسرؒ اپنے وقت کے جید عالمِ دین تھے، جو کہ برصغیر پاک وہند کی ایک عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، بیک وقت کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور اس کے علاوہ جامعہ بلوچستان کے خطابت اور امامت کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔

٦۔ تفسیر انوارِ قرآنی:

>''پشتو زبان میں تفسیر ''انوار قرآنی'' مولانا عبدالخالقؒ کی لکھی ہوئی ہے یہ تفسیر ۱۹۷۴ء بمطابق ۹ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ میں لکھی گئی ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیتوں کی تفسیر اور تشریح ہے مفسر کی اپنی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے، لیکن بعض سماجی وجوہات کی بناء پر بدقسمتی سے یہ تفسیر اپنی تکمیل نہ کو پہنچ سکی، جس کی وجہ سے باقی لکھی ہوئی تفسیر بھی طباعت کے زیور سے اب تک آراستہ نہیں ہو سکی۔''(179)

مولانا عبدالشکور طوروی (۱۹۱۹ء۔۱۹۸۰ء) اور پشتو تفسیر تبیان القرآن:

سوانح نگاروں نے مولانا موصوفؒ کے متعلق لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

''مفسر مولانا عبدالشکور طورویؒ (۱۹، مئی ۱۹۱۹، جون ۱۹۸۰) طور و ضلع مردان صوبہ خیبر پختونخواہ میں مولانا حکیم غلام رسول کے ہاں پیدا ہوئے۔''(180)

حصولِ علم:

''موصوف مفسر نے دینی علم مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کیا ہے، اور ۱۳۵۴ھ /۱۹۳۵ء میں حدیث کی سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل (۱۹۳۷ء) منشی فاضل (۱۹۳۸ء) پشتو فاضل (۱۹۴۲ء) اور میٹرک (۱۹۴۳ء) کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۳، اپریل ۱۹۳۹ء کو اسلامیہ ہائی اسکول کوئٹہ میں عربی اور اسلامیات کے مدرس تعینات ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں آپؒ مرکزی جامع مسجد کوئٹہ کے خطیب مقرر ہوئے اور اپنی وفات تک یہیں خدمات انجام دیتے رہے۔''(181)

۷۔ تفسیر تبیان القرآن افغانی :

مذکورہ تفسیر کا اشتہار آپ کی کتاب ''دین کی باتیں حصہ اول تا چہارم مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۵۱ء میں یوں چھپا ہوا ہے۔ قرآن پاک کی مکمل تفسیر بزبانِ افغانی کی گئی ہے ہر آیت کا نمبر دے کر اس کے بالمقابل اس کا بامحاورہ ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سلیس پشتو میں ہر آیت کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

''ماہنامہ ''الرشید '' کے دارالعلوم دیوبند نمبر (مطبوعہ ۱۳۹۶ ھ/۱۹۷۶ ء) صفحہ نمبر ۴۴۰ پر لکھا

ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کے چند پارے غیر مطبوعہ ہیں۔''(182)

مولانا عبدالجبار(۱۹۳۷ءحیات)اور پشتو تفسیر تحفۃ الحیران:

''قرآن کریم کے تفاسیر کی حوالے سے سطحِ بلوچستان پر وقتاً فوقتاً جو اضافہ ہوتا رہا ان میں ایک خاص اضافہ جس نے کیا حالاتِ زندگی یوں ہے:

مختصر سوانحی حالات:

''مولانا عبدالجبار جن کی تاریخِ پیدائش ۱۹۳۷ء اور جائے پیدائش اسپین بولدک (متصل چمن پاکستان) قندھا (افغانستان) ہے۔ مفسر جید عالمِ دین، تفسیر قرآن میں مہارتِ تامہ کے حامل ہیں۔ انقلابِ روس کے وقت سے اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر پاکستان ہجرت کر کے آئے۔ آج کل مستقل پاکستان کے شہر کوئٹہ میں قیام پذیر ہیں جہاں ملک کے طول و عرض میں موجود مدارسِ دینیہ سے علومِ نبوت کے شائقین جوق در جوق آکر کسبِ فیض حاصل کر رہے ہیں۔''(183)

حصول علم:

''تفسیرِ قرآن کے ممتاز اور جید عالمِ دین حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ (تعلیم القرآن راولپنڈی)والے سے تفسیر کا علم حاصل کیا جس کے بعد تحصیلِ علم کی مزید پیاس بجھانے کے لئے صوبہ خیبر پختونخواہ کا رخ کیا جہاں سے آپ نے پنج پیر (علاقہ) کے علماء کرام سے دورۂ حدیث پڑھ کر دستارِ فضیلت کا تاج اپنے سر پر سجا کر واپس اپنے گھر کوئٹہ لوٹ آئے۔ آج کل موصوف ہزار گنجی مغربی بائی پاس بخاری ٹاؤن کوئٹہ کی ایک مسجد میں امامت و خطابت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ چونکہ موصوف اپنے آپ کو منظرِ عام پر ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے مذکورہ بالا بیان ان سے ملاقات کے دوران زبانی انٹرویو میں لیا۔'' (184)

۱۰۔ تفسیرِ تحفۃ الحیران:

''ویسے تو مولانا نے مختلف اختلافی مسائل پر مختلف تصنیفات تالیف کی ہیں لیکن آپ زیادہ شہرت تفسیرِ قرآن سے ہے۔ جس میں آپ نے نہایت محنت کی ہے آپ نے تفسیرِ قرآن لکھتے ہوئے مختلف دیگر تفاسیر (جس کی کل تعداد ۹۶ بنتی ہے) سے استفادہ کیا ہے اور یہ تفسیر آپ کی تقریباً چالیس سال کی شب روز انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔''(185)

مولانا سید علاؤالدین آغا: (۱۹۳۷ء حیات) اور پشتو تفسیر الہامی :

مختصر سوانحی حالات:

''نام علاؤالدین بن محمد یعقوبؒ لقب الہامی ہے۔آپ سادات خاندان کے چشم وچراغ ہیں، قبیلہ شادیزئی سے تعلق ہے جو کہ پشتون قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے۔ جائے پیدائش بلوچستان کے دیہات لاجور تحصیل گلستان ضلع قلعہ عبداللہ میں ۹ صفر المظفر بروز بدھ ۱۳۵۶ ھ بمطابق ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے۔''(186)

حصول علم:

''موصوف مفسر نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِماجد حضرت مولانا سید محمد یعقوب صاحبؒ (جو کہ دارلعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے) ایک جید اور ممتاز عالمِ دین تھے سے حاصل کی۔ بعدازاں ملک کے دیگر مدارسِ دینیہ سے اپنی دینی تعلیم کی تکمیل کی۔آپؒ جید عالمِ دین اور صاحبِ حال بزرگ ہیں۔آپ کے اساتذہ اور شیوخ میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ، شیخ القرآن مولانا عبداللہ درخواستیؒ

صاحب، شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز صاحبؒ اور مولانا عبدالغنی صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔آپ کی خانقاہ پر آج بھی لوگوں کا جمِ غفیر لگاتار رہتا ہے جہاں لوگ آپ سے اپنے دینی مسائل اور دم و تعویز کے لئے آتے ہیں اور آپ سے دعائیں لیتے ہیں۔آپ اپنے خانقاہی نظام سے خواص وعوام میں زیادہ معروف ومقبول ہیں۔"(187)

۱۱۔ خصوصیات پشتو تفسیرِ الہامی :

"آپ نے تفسیر الہامی کے نام سے قرآن کریم کے شروع کے پانچ پارے اورآخری عمّ سپارے کی پشتوزبان میں تفسیر لکھی ہے۔جس میں "ہر آیت مبارکہ کے ذیل میں الفاظِ قرآنی کی صرفی اور نحوی تحقیق بھی کی ہے۔تفسیر میں مختلف اصطلاحات استعمال کئے ہیں اور قرآن کریم کی سورتوں اور فیما بین آیتوں کا آپس میں ربط بھی کیاہے۔اس کے ساتھ ساتھ پشتوزبان کی تفصیلی انداز میں تفسیر ہے۔تفسیر کرتے وقت پہلے آیت قرآن لکھتے ہیں اس کے بعد اس کی پوری تفسیر لکھتے ہیں اندازِ بیان بلوچستان میں بولی جانے والی عام پشتوزبان ہے۔جس سے ایک عام قاری بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔سفید کاغذپر اور نیلی سیاہی سے واضح پشتوزبان میں لکھی گئی ہے۔صفحات کی تعداد نامعلوم ہے۔قلمی نسخہ اور غیر مطبوعہ ہے۔"(188)

دیگر تصنیفات:

مفسرِ قرآن کی مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ اور بھی موضوعات پر فارسی اور پشتوزبان میں کئی تصنیفات وتالیفات موجود ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر الہامی پشتو۔۲۔دہ زڑہ تسکین (سکونِ قلب)۔۳۔خواژہ شات (اچھی باتیں)

۴۔ نماز کے شرائط پشتو بیت میں۔۵۔پشتو کریما۔۶۔پند نامہ۔۷۔اقوالِ زریں

۸۔ بحور واوزان۔۹۔قند شیرین فارسی۔۱۰۔نشرح۔۱۱۔مرثیہ بدائع منظوم پشتو

۱۲۔ مجموعہ تقاریر۔۱۳۔اخروی وسائل عقائد ومسائل۔۱۴۔ایوب نامہ

۱۵۔قصص الانبیاء۔۱۶۔مختصر المعانی پشتو ترجمہ۔۱۷۔کلیات الہامی

۱۸۔افادہ واستفادہ۔۱۹۔علاجِ قرآنی۔۲۰۔عملیاتِ جفر وغیرہ۔

مولانا محمد عبیداللہ قندھاری(۱۳۴۳ھ۔۱۴۳۸ھ)اور پشتو تفسیر ایوبی :

مختصر سوانحی حالات:

''نام محمد عبید اللہ والد کا نام محمد ایوب کنیت ابوالفضل اور تخلص ایوبی ہے۔تاریخِ پیدائش ۱۵ذی القعدہ ۱۳۴۳ھ جائے پیدائش قندھار(افغانستان) گاؤں فاشمول میں بوقتِ بعد نماز ظہر کو پیدا ہوئے۔''(189)

حصولِ علم شیوخ اور درس وتدریس :

''مفسر نے ابتدائی تعلیم صرف، نحو، فقہ کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔آپ کے والد اپنے دور کے جید عالمِ دین اور متقی وپرہیزگار انسان تھے۔اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ بلوچستان تشریف لے گئے اس زمانے میں یہاں انگریز سرکار کی حکومت تھی یہاں کے علاقہ ضلع پشین میں مولوی تیمور شاہؒ سے دو سال تک حکمت اور عقائد کی کتابیں پڑھیں۔بعدازاں مزید دینی تعلیم کے لئے ہند چلے گئے جہاں آپ اجمیر(ہندوستان) میں مدرسہ حنفیہ صوفیہ میں مدرسِ اعلیٰ کے حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس زمانے میں چونکہ دینی تعلیم کے زیادہ تر مراکز ہند میں ہوا کرتے تھے۔اس لئے افغانستان، بلوچستان، پشاور اور قبائلی علاقوں کے اکثر طلباء حصولِ علم کے لئے جاتے آپ ان سے خاص محبت وشفقت فرماتے اور مذکورہ مدرسہ کے اساتذہ سے فیض بھی حاصل کرتے تھے۔اس طرح تین سال

تک آپ یہیں رہ کر تفسیر، ریاضی، علمِ ادب، منطق، شرح المطالع اور شرح الاشاراۃ کی تعلیم بھی حاصل کی ۔اس کے بعد آپ لاہور چلے گئے وہاں کے جید عالمِ دین مولانا مہراللہؒ کے مدرسہ (واقع اچھرہ) میں داخلہ لیا یہاں سے احادیث، فقہ اور دیگر آخری سال کی کتابیں پڑھ کر فراغتِ سند حاصل کی اس وقت آپ ۲۵ برس کے تھے۔ کہ اسی مدرسہ میں ایک سال تک استاذ رہے۔اس کے بعد آپ واپس اپنے آبائی وطن قندھار چلے گئے جہاں مختلف مدارس میں درس وتدریس کے فرائض وخدمات سرانجام دیتے رہے۔وہاں کے بزرگ عالمِ دین مولانا عبدالغنیؒ سے بیعت کے بعد آپ کو خلافت بھی مل گئی۔جب افغانستان میں روس کا انقلاب آیا تو آپ واپس پاکستان تشریف لائے کوئٹہ شہر ہیں مستقل سکونت اختیار کر کے شہر میں واقع کچہرہ روڈ پر اپنے مکان سے متصل ایک جامع مسجد کی تعمیر کی اور جہاں اپنی وفات تک ایک طویل عرصے سے درس وتدریس میں مشغول رہے سینکڑوں کی تعداد میں افغانستان پاکستان کے مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے فیض سے مستفیض ہوتے رہے۔آپ زیادہ تر تفسیرِ قرآن کے حوالے سے عوام وخواص میں مشہور رہے۔،، (190)

۱۲۔ خصوصیاتِ تفسیرِ ایوبی پشتو:

مولانا عبیداللہ قندھاری اپنے وقت کے بڑے محقق اور مفسر تھے۔کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہونے کے ساتھ دیگر کتبِ درسِ نظامی پر (منطق، صرف، نحو) پر حاشیے بھی لکھے ہیں۔اس کے علاوہ پشتو تفسیرِ قرآن بھی لکھی ہے۔

''پشتو زبان میں آپ کی قابلِ قدر خدمات ہیں جس میں ایک تفسیر ایوبی حنفی پشتو زبان میں ہے یہ کل ۱۸ جلدوں پر مشتمل ضخیم تفسیر ہے۔اندازِ بیان نہایت آسان اور عام فہم (پشتو) ہے۔بلوچستان میں بولی جانے والی عام پشتو زبان میں ہے۔واضح حروف اور زرد کاغذ پر لکھی ہوئی تفسیر قرآن ہے۔مولانا موصوف

کی یہ تفسیر بریلوی مکتب فکر کے نظریہ اور فکر کی عکاسی کرتی ہے۔اور روایتی نقطہ کے کا خاص مظہر ہے۔ اعلیٰ طباعت اور بہترین دیدۂ زیب تفسیر ہے۔ جلد سازی بھی خوبصورت اور دیدۂ زیب ہے۔ تفسیر کے شروع میں ''مقدمۃ التفسیر اختصاراً'' بھی لکھا ہوا ہے۔ جس میں تفسیر کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تفسیر کی لغوی اور صرفی تحقیق کی گئی ہے اور اصولِ تفسیر سے متعلق مختصراً بحث بھی کی گئی ہے مثلاً علمِ ناسخ و منسوخ، شانِ نزول، علمِ لغت، علمِ صرف علمِ نحو، علمِ معانی، علمِ بدیع، علم لغتِ عربی وغیرہ ۔ تفسیر قرآن کریم میں آیات اور سورتوں کے درمیان ربط بھی ہے۔ تفسیر قرآن سے پہلے ہر آیت کے ذیل میں پشتو بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے۔اس کے بعد ہر آیت کی تفسیر، تشریح اور توضیح کی گئی ہے۔''[191]

دیگر تصنیفات:

اس کے علاوہ آپ کے کئی عربی، پشتو اور فارسی شروحات اور تصنیفات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قدوری کی ترجمہ و شرح پشتو۔ ۲۔ نور ظلم کا پشتو ترجمہ۔ ۳۔ تفسیرِ بیضاوی کا مکمل حاشیہ

۴۔ حاشیہ شرحِ عقائد۔ ۵۔ البینات الصادقۃ ۶۔ عصمتِ انبیاء کرامؑ (کشف الغطاء)

۷۔ حاشیہ صلوٰۃ ھدایہ۔ ۸۔ حاشیہ ھدایہ حلّ النافع۔ ۹۔ شہادتِ حسینؓ کی تاریخ

۱۰۔ حاشیہ اصول الشاشی۔ ۱۱۔ حاشیہ مسلم الثبوت۔ ۱۲۔ حاشیہ ء شمع

۱۳۔ حاشیہ ھدایۃ النحو۔ ۱۴۔ حاشیہ ء کافیہ۔ ۱۵۔ حاشیہ ء عبدالغفور

۱۶۔ حاشیہ ء مطول۔ ۱۷۔ کافیہ کی مکمل شرح۔ ۱۸۔ حاشیہ ء مراح

۱۹۔ حاشیہ شافیہ۔ ۲۰۔ حاشیہ سراجی۔ ۲۱۔ حاشیہ خلاصۃ الحساب

۲۲۔ حاشیہ تصریح۔ ۲۳۔ حاشیہ ء توشجیہ۔ ۲۴۔ حاشیہ بست۔ ۲۵۔ حاشیہ ء تحریر اقلیدس

۲۶۔حاشیہ تلخیص المفتاح۔۲۷۔حاشیہ مختصر الشافی۔۲۸۔حاشیہ ھدایۃ الحکمۃ

۲۹۔حاشیہ صدرا۔۳۰۔حاشیہ مراز ھدامور عامہ۔۳۱۔حاشیہ ءقاضی سلم،

۳۲۔حاشیہ حمداللہ۔۳۳۔حاشیہ جلال۔۳۴۔حاشیہ کندیا۔

۳۵۔حاشیہ قطبی ۳۶۔حاشیہ بدیع المیزان۔۳۷۔حاشیہ میر ایساغوجی۔۳۸۔حاشیہ ایساغوجی

۳۹۔شرح تصرح مستقلہ۔۴۰۔جامع البرکات ودلائل الخیرات

۴۱۔ابوالمنتہٰی۔۴۲۔شرح جامی۔۴۳۔قطبیہ۔۴۴۔حاشیہ علی المیبذی اور

۴۵۔مواعظ ایوبی جلد اول وجلد ثانی وغیرہ۔[192]

مولانا عبید اللہ نہر کاریزی (۱۳۶۴ھ)اور پشتو تفسیر نقیب التفاسیر:

بلوچستان میں جن حضرات علمائے کرام نے تراجم یا تفاسیر مختلف زبانوں میں لکھی ہیں ان میں ایک نام مولانا عبید اللہ کا خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔جن کے متعلق جاننا ضروری ہے ان کی سوانحِ حیات درج ذیل ہے :

مختصر سوانحی حالات:

''نام عبید اللہ والد کا نام محمد الدین ہے۔تاریخِ پیدائش ربیع الثانی بروزِ اتوار ۱۳۶۴ ھ ہے اور جائے پیدائش ارغنداب افغانستان کے صوبے قندھار کا مضافاتی گاؤں شیر احمد ہے۔آپ کے والد اپنے دور کے جید عالمِ دین تھے اس کے علاوہ دادا کی طرف سے آپ کے اجداد کئی برسہا برس سے علماء چلے آرہے ہیں ۔اور علماء کا یہ سلسلہ اتنا طویل ہے کہ یہاں تک کہ سلسلہ ءنسب جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ تک لکھا گیا ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ موصوف کا تعلق سادات خاندان سے ہے۔''[193]

۱۳۔ خصوصیاتِ نقیب التفاسیر:

بلوچستان میں بیسویں صدی عیسوی میں مختلف زبانوں میں قرآن کریم کی تفاسیر کے حوالے سے جو ادبی و علمی شخصیات اپنی استعداد کے بقدر اس مبارک کام میں شریک ہوئی ہیں ان میں ایک مولانا عبید اللہ المعروف نہر کاریزی مولانا کی پشتو تفسیر نقیب التفاسیر بھی ہے، جو کہ بلوچستان کے عوام الناس بشمول علماء کے لئے یکساں طور پر اہم علمی ذخیرہ خیال کیا جاتا ہے:

''یہ تفسیر کل گیارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ مکتبہ نقیبیہ کوئٹہ، اسلام آباد اور پشین سے بیک وقت چھپی ہے۔ تاریخ چھپائی ۱۴۳۵ھ ہے۔ جلی حروف، نمایاں اور بڑے واضح پشتو الفاظ ہیں، لیکن مفسر، تفسیر و ترجمہ نگاری کے اصولوں سے نابلد ہے اور اس تفسیر کو و ترجمہ نگاری کے اصول وضوابط سے ہٹ کر لکھا گیا ہے۔ موصوف نے اس کے علاوہ پشتو زبان میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جس میں یہی انداز اور بیان کو اختیار کیا گیا ہے مولانا موصوف کی پشتو تفسیر اپنے اندر ایک اہم صوفیانہ رنگ لئے ہوئے ہے جس میں جابجا تصوف سے متعلق مباحث کی گئی ہیں۔ اور جب قرآنِ کریم کی کسی آیت کو بیان کرتے ہیں تو تفسیر میں اس کا نفسِ مضمون واضح نہیں کیا گیا۔ تمام جلدیں نہایت ہی ضخیم ہیں مگر کوئی جامع انداز نہیں اپنایا گیا۔''(194)

مصادر و مراجع:

۱۔ تاریخِ بغداد۔

۲ فتح القدیر۔

۳۔ احیاء العلوم۔

۴۔ اشعۃ اللمعات۔

۵۔روح المعانی۔

۶۔ تفسیر قرطبیؒ۔

۷۔ صحیح بخاری۔

۸۔ صحیح مسلم۔

۹۔ابوداؤد۔

۱۰۔ ترمذی۔

۱۱۔ابنِ ماجہ۔

۱۲۔ نسائی۔

مولانا عبدالرازق اور معارف القرآن کا پشتو ترجمہ:

مولانا عبدالرازق راشد جو کہ پشتو زبان کے ایک عظیم محقق اور ادیب ہیں جنہوں نے پشتو زبان میں ادبی کارنامے انجام دیئے ہیں۔اور مذکورہ زبان میں کئی تصنیفات لکھی ہیں موصوف کے زیرِ قلم اس وقت ایک پشتو زبان میں تفسیر بھی زیرِ تحریر ہے اس کے علاوہ آپ سماجی سطح پر بھی ایک فعال شخصیت ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

''موصوف مترجم افغانستان کے مضافاتی علاقہ قندھار میں پیدا ہوئے۔اور افغانستان پر روسی حملہ کے سبب اپنے آباؤ واجداد سمیت پاکستان ہجرت کرآئے آج کل موصوف ضلع قلعہ عبداللہ کے شہر چمن میں اپنے گھرانے سمیت رہائش پذیر اور مقیم ہیں۔''مولانا موصوف نے مفتی محمد شفیع ؒ کی اردو تفسیر معارف القرآن کا پشتو زبان میں ترجمہ لکھا ہے مذکورہ تفسیر پر ترجمہ کے حوالے سے مفتی مجیب الرحمن

کانام درج ہے تاہم مولانا موصوف سے تحقیق کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس کا پشتو ترجمہ راشد صاحب نے لکھاہے جبکہ صرف تصحیح مجیب الرحمن نے کی ہے۔'' (195)

۱۴۔ تفسیر معارف القرآن کا پشتو ترجمہ:

بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم یاتفاسیر کے حوالے مختلف زبانوں میں جو جو تفاسیر لکھی گئی ہیں ان میں ایک اردو تفسیر ''معارف القرآن'' کا پشتوزبان میں ترجمہ بھی ہے جو کہ اہلِ علم اور عوام الناس کے لئے بیک وقت یکساں طور پر مفید ہے جن سے روزمرہ کے مسائل کا حل بآسانی نکالا جاسکتا ہے غرض یہ کہ یہ تفسیر اہلِ بلوچستان کے لئے خاص اضافہ اور کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں اس لئے کہ یہ عصرِ حاضر کی نہایت جامع اور بہترین تفسیر ہے جس کا پشتو ترجمہ بلوچستان میں پشتوزبان کے معروف عالمِ دین وادیب مولاناعبدالرازق راشد نے لکھاہے جو کہ اہلِ بلوچستان کے پشتونوں پر ایک احسانِ عظیم ہے جس کا صلہ پشتوزبان کے بولنے والوں کے لئے دینا ناممکن ہے۔ تفسیر ہذامکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ سے چھپ کر نظرِ قارئیں ہوچکی ہے۔

تفسیر معارف القرآن کا تعارف اور بنیادی خصوصیات :

تفسیر معارف القرآن جس کے مفسر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ ہیں یہ تفسیر عوام الناس بشمول اہلِ علم حضرات کے لئے بیک وقت یکساں اور جامع و بہترین تفسیر ہے جسے مفتی موصوفؒ نے انتہائی جانفشانی اور عصرِ حاضر کے حالات کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے دس سال پر محیط ایک طویل عرصہ وقف کرکے لکھی ہے۔دوسرا یہ کہ موصوفؒ کا ریڈیو پاکستان پر درسِ قرآن کریم کا باقاعدہ ایک سلسلہ تھا جسے بعدازاں ایک کتابی شکل دے دیا گیا لہٰذا تفسیر ھٰذا کی جو خاص خاص خوبیاں ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

> ''تفسیر معارف القرآن میں چونکہ پیشِ نظر یہ ہے کہ عوام جو علمی اصطلاحات سے ناواقف اور دقیق مضامین کے متحمل نہیں وہ قرآن کریم کو اپنے حوصلے کے مطابق سمجھ سکیں،اس لئے اس ہیں اس کی رعایت رکھی گئی ہے،اختلافِ قرأت اور صرف ونحو اور لغت وبلاغت کی تفصیلی بحثیں نہیں کی گئیں،اس میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ علمی اصطلاحات اور غیر معروف ومشکل الفاظ نہ آئیں،اور اسی لئے

مباحثِ علمیہ کو چھوڑ دیا گیا ہے جو عوام کی سطح سے بلند ہیں، اصل تفسیر میں اصول کے مطابق سلفِ صالحین کی تفسیروں پر اعتماد کیا گیا ہے جو صحابہؓ وتابعینؒ سے منقول وماثور اور مستند کتبِ حدیث و تفسیر میں موجود ہیں، ہر موقع پر مآخذ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، لطائف و معارف کے درجہ میں متأخرین میں سے مستند اہلِ تفسیر کے مضامین بھی لئے گئے ہیں، اور ایسے مضامین کو اہمیت دی دی گئی ہے جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رد سول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت کو بڑھائیں، اور قرآن پر عمل اور اصلاحِ اعمال کی طرف مائل کریں، اس تفسیر کے متن کے ترجمے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت شیخ الہندؒ کے ترجموں پر اعتماد کیا گیا ہے، شاذ و نادر کسی دوسرے ترجمے کا کوئی لفظ زیادہ واضح سمجھ کر لے لیا گیا ہے، اسی طرح اس تفسیر میں لغت کے حوالے سے خاص خاص لغات و مفردات کا حل بھی معتمد علیہ کتبِ لغت اور تفاسیر سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے اس تفسیر کی ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ ترجمہ کے بعد مکمل تفسیر و تشریح سے پہلے آیات کا خلاصۂ مضمون لکھ دیا گیا ہے، جو بجائے خود ـــ ایک تفسیر کا کام دیتا ہے کہ مشغول آدمی اتنا ہی دیکھ لے تو فہمِ قرآن کے لئے کسی حد تک کافی ہو جاتا ہے اس طرح مفسرؒ نے مذکورہ بالا تمام ضروری و مفید کلام کے بعد سب سے آخر میں مندرجاتِ آیات سے متعلق احکام و مسائل کے نام سے ایک الگ باب بندی فرمائی ہے جس میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صرف وہ احکام و مسائل لئے جائیں جن پر الفاظِ قرآن کی دلالت قواعدِ اصول کے ماتحت واضح ہو، احکام و مسائل کا بڑا حصہ تفسیر قرطبیؒ، احکام القرآن للجصاصؒ، احکام القرآن ابنِ عربیؒ، تفسیراتِ احمدیہ، بحر المحیط ابنِ حبان، روح المعانی، روح البیان، بیان القرآن حکیم الامت تھانویؒ وغیرہ سے لیا گیا ہے جن کے حوالے مذکور ہیں، ہاں! شاذ و نادر کہیں ایسا بھی ہے جو اپنی صواب دید سے لکھا گیا ہے، احکام و مسائل میں جس طرح متقدمین مفسرین نے اپنے اپنے زمانوں کے فرقوں اور ان کی مباحث کو اہمیت دی ہے کیوں کہ وہی

اس وقت کے اہم مسائل تھے جبکہ اس تفسیر میں مفسرؒ نے عصرِ حاضر کے اہم مسائل کو اہمیت دی ہے تا کہ وقت کی ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔"[196]

مولانا عبدالعزیز کاکڑ(۱۳۱۰ھ)اور پشتو تفسیرِ قرآن:

مختصر سوانحی حالات:

"مولانا عبدالعزیز کاکڑ جس کی کنیت ابو نقیب اللہ ہے۔والد کا نام مولانا ولی محمد بن مولانا محمد صدیقؒ ہے۔موصوفؒ کی تاریخ پیدائش ۱۳۱۰ھ ہے اور جائے پیدائش گاؤں سرچپلو ہے قوم سنزرخیل کاکڑ کی ذیلی شاخ مردان زئی سے تعلق ہے۔"[197]

حصولِ علم:

حصولِ علم کے لیے جن حضرات علماء کرام سے کسبِ فیض کیا درج ذیل ہیں:

"موصوف مفسر نے آبائی علاقہ سے صرف، نحو، منطق کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی کا رخ کیا جہاں آپ نے مولانا عبدالرحمن منیوی اور مولانا عبدالمنانؒ سے تفسیر قرآن کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا عبدالہادیؒ سے شاہ منصور نامی مدرسہ میں علمِ تفسیر حاصل کر کے فراغت حاصل کی ہے۔"[198]

۱۵خصوصیاتِ درالتفاسیر :

مولانا عبدالعزیز کاکڑؒ جو کہ سطح بلوچستان پر قرآن کریم کی تفسیری خدمات کی وجہ سے شہرت رکھنے والی شخصیت ہیں۔اگرچہ مفسرؒ بلوچستان کے مفسرین حضرات میں غیر مقبول ہیں تاہم پشتو تفسیر قرآن ان کی خاص وجہ شہرت بنی ہے۔

''درالتفاسیر اگرچہ ایک غیر مقبول تفسیر ہے تاہم بلوچستان میں قرآن کریم کے تفسیری میدان میں ایک خاص اضافہ ہے اور اہلِ پشتوزبان کے لئے ایک عام اضافہ ہے۔یہ تفسیر کل گیارہ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔مفسرؒ کا ایک خاص علمی کارنامہ ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف مفسرؒ ایک اعلیٰ علمی شخصیت ہیں۔''(199)

مولانا صبغت اللہ (۱۹۴۰ء۔۲۰۱۶ء)اور پشتو تفسیرِ قرآن:

مختصر سوانحی حالات:

''موصوف مفسر کا نام صبغت اللہ، والد کا نام جان محمد، شیرانی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، جائے پیدائش صوبہ بلوچستان ژوب ڈویژن ضلع شیرانی کوہِ سلیمان ہے،اور تاریخِ پیدائش ۱۹۴۰ء ہے۔''(200)

حصولِ علم:

''تحصیلِ علم کے لئے دارالعلوم اکوڑہ خٹک پشاور کا رخ کیا اور وہاں سے ملتان گئے اس کے بعد مزید دینی تعلیم کے لئے سراج العلوم سرگودھا چلے گئے بعد ازاں کراچی تشریف لائے اور جامعہ بنوری ٹاؤن سے علمی فیض حاصل کیا،آپ نے جن شیوخ سے فیضِ علم حاصل کیا ان میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ،مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ،مولانا عبدالحق حقانیؒ اور مولانا محمد علی لاہوریؒ جیسی عظیم اور بزرگ ہستیاں قابلِ ذکر ہیں بعد از فراغت واپس اپنے آبائی وطن ژوب لوٹ کر چلے گئے اور وہاں اپنے علاقہ میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آخر دم تک امامت بھی کرتے رہے۔''(201)

پروفیسر میر حسن خان اتل کی رائے:

''مولانا صبغت اللہؒ اپنے دور کے جید اور بلند پایہ عالم دین تھے۔اور اپنے دور کی نابغہ ء روزگار شخصیت اور ایک منفرد خطیب ومقرر تھے جو کہ بیک وقت فارسی، عربی، اردو، پشتو جیسی زبانوں پر مکمل عبور ومہارتِ تامہ رکھتے تھے، لیکن موصوف کے زیادہ تر اشعار ونثر فارسی، عربی اور پشتو زبان میں ہیں جبکہ نثری آثار اکثر مختلف اسلامی موضوعات پر لکھی اور چھپی ہوئی ہیں، مجموعہ ء اشعار غیر مطبوعہ ہے۔''(202)

پشتو تفسیرِ قرآن:

مولانا صبغت اللہؒ جن کا تعلق بلوچستان کے علاقے ضلع ژوب کے شیرانی قبیلہ سے ہے، اپنے دور کے جید عالمِ دین ہیں کئی کتابوں کے مؤلف اور فارسی، اردو، عربی اور پشتو نثر وشاعری میں بلند پایہ مقام رکھتے ہیں۔اس تفسیر سے بلوچستان میں پشتو ادب میں ایک خاص اضافہ ہوا ہے جبکہ بلوچستان کی سطح پر اہلِ بلوچستان کے لیے ایک عام اضافہ خیال کیا جاتا ہے۔

''موصوفؒ عام طور پر پشتو ترجمہ وتفسیر قرآن کی وجہ سے معروف ومشہور ہیں یہ ترجمہ وتفسیر کس منہج اور اسلوب پر لکھی گئی ہے تفسیر میں موصوفؒ کا اندازِ بیان کیا ہے اس کے محاسن وخوبیوں سے متعلق کچھ علم نہیں ہو سکا تاہم پرفیسر میر حسن خان اتل نے صرف سرسری تذکرہ کیا ہے۔مولانا موصوفؒ کے علمی مقام اور کئی زبانوں پر دسترس رکھنا اس امر کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ یہ تفسیر پشتو ادب کے اعتبار سے ایک جامع تفسیر ہو گی اور بھرپور اعلیٰ ادبی محاسن سے مزین ہو گی، یہ تفسیر کئی جلدوں پر مشتمل تفسیر ہے، آج کل زیرِ طباعت ہے عنقریب منظرِ عام پر آنے والی ہے۔''(203)

دیگر تصانیف:

مولانا صبغت اللہ شیرانیؒ نے دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی قابلِ تحسین خدمات انجام دی ہیں آپ کثیر التصنیف ہیں اردو، پشتو، فارسی اور عربی میں کئی کتابیں مطبوعہ شکل میں قارئین کی نذر کر چکے ہیں، وہ نثر کے علاوہ شعر کہنے کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے سیرت سید ولدِ آدم ﷺ گراں قدر کتاب ہے اور ایک انمول اضافہ ہے

۱۔ د توحید او سنت ضرورت (توحید اور سنت کی ضرورت) پشتو

۲۔ تفسیرِ قرآن پشتو۔ ۳۔ د حقیقت ملغلرے پشتو (حقیقت کی موتی پشتو اشعار کا مجموعہ کلام)

۴۔ سدّ باب الفتنہ۔ ۵۔ سیرت ولدِ آدم۔ ۶۔ اقامت المیزان

۷۔ اصلی حنفی دیوبندی کون۔ ۸۔ الجواب الکافی

۹۔ د دم او تعویز شرعی احکام پشتو (دم اور تعویز کے شرعی احکام)

۱۰۔ خلفی سوالات سلفی جوابات[204]

فصل ششم: بیسویں صدی کے منتخب پشتو تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مملکتِ اسلامی وفلاحی ریاست کا صوبہ ''بلوچستان'' برصغیرِ پاک وہند کا وہ قدیم اور عظیم علمی، تمدنی وتہذیبی خطہ ہے، جہاں اسلام صحابہ ءکرامؓ کے ذریعے خیر القرون کے مبارک دور میں پہنچا، یہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے وہ خاص صحابہ ءکرام ہیں، کہ جن کے طفیل بلوچستان کے خطہ میں آغازِ اسلام پہلی صدی ہجری میں آپہنچا۔ بعدازاں یہاں علمی اور اسلامی دور کا آغاز ہوا، جس کے نتیجے میں قرآن، علوم قرآن، تفاسیر وتراجم کا سلسلہ اور اسلامی تہذیب وتمدن کا دور دورہ شروع ہوا۔ اس طرح اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں علمائے بلوچستان نے تراجم وتفاسیر قرآنِ کریم کے حوالے سے گراں قدر علمی کارہائے خدمات انجام دیں، چناں چہ، صوبہ بلوچستان میں پشتو زبان میں تراجم وتفاسیر قرآن کا ایک قابلِ قدر علمی ذخیرہ سامنے آیا۔ اس تناظر میں اگر اس امر کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ یہاں پشتو زبان میں متعدد تراجم وتفاسیرِ قرآنِ کریم علمی اسلوب میں لکھی اور شائع کی گئیں، اس طرح صوبہ بلوچستان میں جن حضراتِ مترجمین نے قرآنِ کریم کے پشتو زبان میں تراجم لکھے ہیں ان تراجمِ قرآنِ کریم میں خان عبدالصمد خان اچکزئی شہید کا پشتو زبان میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کا پشتو ترجمہ، مولانا غلام کبریا خان ترکانیؒ کا مولانا محمود الحسنؒ کا پشتو زبان میں کیا ہوا ترجمہ، مولانا حافظ محمودؒ کا سورۂ فاتحہ کا پشتو ترجمہ، مولانا محمد طیب کا پشتو زبان میں کیا ہوا ترجمہ ءقرآن ''عقود الجمان'' اور مولانا موسیٰ دین اخوندزادہ کا پشتو ترجمہ ءقرآن خاص قابلِ ذکر اور اہمیت کے حامل ہیں۔ جبکہ بیسویں صدی میں بلوچستان میں مختلف علمائے کرام کی پشتو زبان میں دورانِ تحقیق جو جو پشتو تفاسیر سامنے آئے ہیں ان میں مولانا رحمت اللہؒ کا پشتو زبان میں سورۃ والضحیٰ کی پشتو تفسیر، مولانا محمد شریفؒ کی دو پشتو تفاسیر حسن البیان اور زین البیان، صاحبزادہ حمید اللہؒ کی سورۃ والضحیٰ کی پشتو تفسیر، مولانا عبدالخالق تارنؒ کی پشتو تفسیر انوارِ قرآنی، مولانا عبدالشکور طوریؒ کی پشتو تفسیر ''تبیان القرآن''، مولانا عبدالجبار صاحب کی پشتو تفسیر ''تحفۃ الحیران تیس جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر، مولانا سید علاؤالدین آغا کی قرآنِ کریم کی ابتدائی پانچ سپاروں کی پشتو تفسیر ''الہامی''، مولانا عبیداللہ قندھاریؒ کی پشتو تفسیر ''تفسیرِ ایوبی حنفی'' پندرہ جلدوں پر مشتمل ضخیم تفسیر، مولانا عبیداللہ نہرِ کاریز صاحب کی پشتو تفسیر ''نقیب التفاسیر'' گیارہ جلدوں پر ضخیم تفسیر، مولانا عبدالرازق صاحب کی ''معارف القرآن از مفتی شفیع صاحبؒ'' کا پشتو زبان میں کیا ہوا ترجمہ، مولانا عبدالعزیز کاکر صاحبؒ کی پشتو تفسیر ''درالتفاسیر'' اور مولانا صبغت اللہؒ کی تفسیر بزبانِ پشتو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تراجم وتفاسیر قرآن کی اہمیت:

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی اور الہامی کتاب اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس کے بعد تا قیامت کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہو گی جو کہ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ پر مکی اور مدنی زندگی کے کم وپیش تیئس ۲۳ سال میں اپنی تکمیل کو پہنچی ہے جس کا موضوع نہ صرف عالمِ عرب کے انسان بلکہ پوری کائنات کی انسانیت ہے اس لئے کہ یہ تمام انسانیت کی صلاح وفلاح کے لیے نازل ہوئی ہے چاہے اس کا تعلق مغرب سے ہو یا مشرق سے، کالا ہو یا گورا، دنیا کے کسی بھی برّاعظم سے ہو پوری انسانیت کو خطاب ہے کہ انسان کا اس دارِ فانی میں آنے کا مقصد ہی اس مقدس کتاب پر عمل کرنا اس کے احکامات، اصول زندگی، حلال حرام کو صرف سمجھنا نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہر آنے والے دور یہاں تک کہ آخرت کی کامیابی بھی اس کے احکامات پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ کلام نبی آخر الزماں ﷺ پر عربی زبان میں نازل ہوا یہ عقیدہ تو مسلم ہے کہ تمام انسانیت کی زبان عربی نہیں جبکہ قرآنِ کریم کی زبان عربی ہے اب اگر قرآن کریم کی طرف رجوع ہو تو کیسے ہو؟ اس لیے ضروری ہے کہ ہر انسان کو عربی زبان آتی ہے یہ بات بھی ناممکن ہے یہاں تک کہ اگر عہدِ رسالت ؐ کی حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیا جائے تو اس دور میں بھی لوگوں کی زبان عربی تھی باجود اہلِ عرب ہونے کے قرآن کریم کی تشریح وتوضیح کے لیے صاحبِ قرآن ﷺ کے محتاج تھے جیسا کہ قرآنِ مجید میں جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے منصبِ نبوّت کے فرائض ذیل میں فرمایا گیا ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟

عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ ﴾(205)

ترجمہ ":بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول ؐ بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔"

جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زمانہ نزول میں قرآنِ کریم کی تشریح وتوضیح کا یہ عالم تھا تو بعد میں ہر آنے والے دور میں کیا عالم ہو گا اسی وجہ سے زمانہ نزول سے عصر حاضر تک کوئی ایسا دور نہیں ہو گا کہ جو قرآنِ کریم کی تشریح وتوضیح سے خالی ہو البتہ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ

خود قرآن کی عملی تفسیر تھی اس لیے قرآن کریم کی تفہیم کی جو ضرورت محسوس کی گئی تھی وہ آپ ؐ ہی نے پوری کر دی اس کے بعد آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ کی ایک کثیر جماعت (جن کی تفصیل کی ضرورت یہاں نہیں ہے) نے قرآن کریم کی تفسیر اور تفہیم کرادی اسی طرح ان حضرات صحابہ کرام ؓ کے بعد تابعین عظام نے بھی اپنے سلف کی اتباع کی اس کے بعد تبع تابعین نے یہی طریقہ اپنایا غرض یوں یہ سلسلہ ہر زمانے میں آگے بڑھتا چلا گیا جن میں عرب عجم تمام حضرات شامل ہیں اس طرح اگر ان تمام حضرات کے متعلق جاننا چاہیں تو کتبِ تاریخ میں ان کے اسمائے گرامی آج تک محفوظ ہیں، جن کی ایک طویل فہرست بن سکتی ہے جن کا احاطہ کرنا یہاں مناسب بھی نہیں اور ہمارے موضوع سے خارج بھی ہے۔ اس طرح ہر دور کے اسلاف اپنے اخلاف میں قرآنِ کریم کے تراجم یا تفاسیر منتقل کرتے رہے عہدِ عثمانی سے جن جن بلادِ اسلامیہ میں قرآن پہنچا وہیں اس کی تفہیم بھی ساتھ ساتھ پہنچی اس لیے کہ تشریح وتوضیح کے بغیر قرآن کریم سمجھ میں نہیں آسکتا کیونکہ یہ کتاب عربی زبان میں اور لغتِ قریش میں نازل ہوئی اس کے باجود اہلِ عرب قرآن کریم کی تفہیم کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کے محتاج تھے اہلِ عجم کہ جن زبان ہی عربی نہیں تھی وہ تو عرب سے کہیں زیادہ اس چیز کے محتاج تھے غرض اس طرح فہمِ قرآن کے لیے سب سے پہلا مرحلہ اس کا متعلقہ زبان میں ترجمہ ہونا ہے جس کے بغیر نہ تو کوئی فرد قرآنِ کریم کے مدعا اور مفہوم کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی دوسرے کو سمجھا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک اندازے کے مطابق عصر حاضر میں قرآن کریم کی سینکڑوں کی تعداد میں ایسی تفاسیر ہیں جو کہ مطبوعہ ہیں جبکہ اسی طرح کثیر تعداد میں ایسے تراجم یا تفاسیر بھی ہوں گے قلمی نسخوں کی شکل میں (غیر مطبوعہ) ہیں اس کے علاوہ تمام عالم کی بے شمار ایسی زبانیں ہیں جس میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر ہوئے ہونگیں ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا بھر کی مختلف کئی سو زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کیے گیے ہیں مثال کے طور پر بین الاقوامی زبانیں یعنی انگریزی، جرمنی، تھائی لینڈ، انڈونیشین اس طرح کی بے شمار زبانیں ہیں اور برصغیر پاک وہند میں اسی طرح اردو، پنجابی، گجراتی، سندھی، مرہٹی، فارسی اور پشتو وغیرہ کی زبانیں ہیں۔ یہ تراجم یا تو لفظی ہیں یا بامحاورہ یا پھر قرآن کریم کے معانی ومطالب کو دوسری زبانوں میں آزاد ترجمے کے ذریعے منتقل کیا گیا ہے اس قسم کے تراجم قرآن مجید کے تشریحی حواشی سے ملتے جلتے ہوتے ہیں جو نہ صرف دوسری زبانوں میں بلکہ عربی زبان میں بھی لکھے گئے ہیں۔ قرآنِ مجید اللہ تعالی کی جانب سے مسلمانوں کے لیے سرمایہ علم حیات اور سرچشمہ ءرشد وہدایت ہے جس میں علم وعرفان، حکمت ودانائی، دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز ہے جب تک مسلمان اس دارِ فانی میں رہیں گے اس وقت تک مسلمان اس سے استفادہ کرتے رہیں گے اور استفادہ کے لیے بنیادی شرط اس کے مختلف زبانوں اور زمانوں میں تراجم اور تفاسیر اور اس کی تفہیم وتفسیر ہے جس کے

بغیر کوئی چارۂ کار نہیں پس یہی امر بلوچستان میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر کی بنیاد بنا ہے جو کہ تا قیامت تک جاری رہے گا اور آئندہ بھی ہر نئی بننے والی زبان میں اپنی بے پناہ ضرورت واہمیت کے تحت اس کی تفسیر، تشریح، توضیح اور ترجمہ ہوتا رہے گا۔

﴿حواشی وحوالہ جات باب اول﴾

(1) محمد ادریس، وادی سندھ کی تہذیب، مکتبہ نیا راہی، کراچی ۱۹۵۹ء، ص،۲۴۵۔

(2) خواجہ، محمد زکریا، ڈاکٹر، تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، جلد دوم، ص،۳۴۴۔

(3) احمد زئی، میر نصیر خان، تاریخ بلوچ وبلوچستان جلد اول، مطبعہ، بلوچ اکیڈمی کوئٹہ سن ۱۹۷۴ء ص ۴۔

(4) محولہ بالا ص ۴۔

(5) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور دانش گاہِ پنجاب جلد ۳ طبع اول ۱۹۶۸ء، ص ۶۲۷۔

(6) المقدسی، مطہر بن طاہر، (المتوفی ۳۵۵ھ) البدء والتاریخ، مکتبہ الثقافتہ الدینیۃ، ص ۷۸/۴۔

(7) دہوار، ملک محمد سعید/تاریخِ بلوچستان، کوئٹہ، مطبوعات النساء، ۱۹۹۰ء، ص ۲۲۷۔

(8) الرومی، یاقوت حموی، ابوعبداللہ (م، ۶۲۶ھ) معجم البلدان دار صاد، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج،۲ ص،۴۰۰۔

(9) ایضاً، ص ۳۵۳۔

(10) ابنِ خرداذبہ، المسالک والممالک، قاہرہ، ص ۵۷۔

(11) السمعانی، عبدالکریم، (م، ۵۶۲ھ) الانساب،، مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء، ج ۱۰ ص ۴۳۹۔

(12) ایضاً ج،۵، ص ۱۸۰۔

(13) السمعانی، عبدالکریم، م ۵۶۲ھ، الانساب، ج ۱۰، ص ۹۳۴۔

(14) چوہدری، ڈاکٹر محمد اعظم، پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ادارہ تصنیف وتالیف وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۱، ۳۰۔

(15) دہوار، ملک محمد سعید، تاریخِ بلوچستان، ص ۹۷تا ۹۸۔

(16) ایضاً ص ۹۸۔

(17) ایضاً، ص۹۸۔

(18) دی ہسٹری آف پرشیا، مطبوعہ لندن ۱۹۴۹ء، ۱/۱۱۰۔

(19) ایضاًص ۱۰۳ تا ۱۰۶۔

(20) قصۃالحضارۃ، جلد اول، جزثانی، ص۴۲۵۔

(21) آرتھر کرسٹن، پروفیسر، ایران بعہدِ ساسانیان، اردو ترجمہ، ڈاکٹر محمد اقبال، انجمن اردو ترقی، ۱۹۴۱ء، ص۲۱۰۔

(22) ایضاً، ص۲۱۰۔

(23) اردو لغت (تاریخی اصول پر) اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی ۱۹۸۳ء، ج۵، ص، ۱۵۷۔

(24) معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال۔ اسباب اثرات اور حل۔ از ڈاکٹر طاہر حمید تنولی۔ اقبال اکادمی۔ لاہور۔ پاکستان۔ طبع اول 2013، ص۶۵۔

(25) بھٹی، محمد اسحق، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص۳۱۔

(26) ایضاًص ۳۱

(27) براہوئی، عبدالرحمن، ڈاکٹر، بلوچستان میں دینی ادب، غیر مطبوعہ، ص۲۱۔

(28) بھٹی، محمد اسحق، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص۴۰۔

(29) ابوالفداء، اسمٰعیل بن عمر بن کثیر، (المتوفی ۷۷۴ھ)، البدایہ والنہایہ، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۶ء، ص۷/۱۳۲۔

(30) مبارک پوری، قاضی محمد اطہر، خلافتِ راشدہ اور ہندوستان، سکھر، ۱۹۸۶ء، ص۲۳۸ تا ۲۳۹۔

(31) قریشی، محمد اسحق، ڈاکٹر، علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ترجمہ: شاہد حسین رزاقی، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۷۷ء، ص۲۸۰۔

(32) بھٹی، محمد اسحق، فقہائے ہند لاہور، ۱۹۷۴ء، ص۶۔

(33) مبارک پوری، قاضی محمد اطہر، خلافتِ راشدہ اور ہندوستان، سکھر، ۱۹۸۶ء، ص۲۶۵۔

(34) ایضاًص،۲۵۴۔

(35) بھٹی، محمد اسحق، فقہائے ہند ص،۱/۱۲ نیز خلافت راشدہ اور ہندوستان، قاضی اطہر مبارکپوری، ص۲۶۱۔

(36) بلوچستان کی تاریخ کے قدیم اوراق، مطبوعہ ماہنامہ بلوچی دنیا، ملتان، دسمبر، ۱۹۸۳ء، ص ۴۱۔

(37) ایضاً ،ص۴۱۔

(38) بھٹی، محمد اسحق، فقہائے ہند ص،۱/۱۴۔

(39) ایضاًص،۱۲۔

(40) بھٹی، محمد اسحق، فقہائے ہند ص،۱/۱۰،۹۔

(41) مبارکپوری، قاضی محمد اطہر، خلافتِ امویہ اور ہندوستان، ص ۶۲۰۔

(42) بھٹی، محمد اسحق، فقہائے ہند،۱/۱۳۔

(43) بھٹی، محمد اسحق، فقہائے ہند ۱/۱۱۔

(44) محمد اسحق، بھٹی/فقہائے ہند ۱/۱۲۔

(45) ایضاً ۱/۱۲ ۔

(46) ایضاً حوالہ فقہائے ہند ۱/۱۲۔

(47) ایضاً محولہ بالا ۱/۱۳۔

(48) محمد اسحق بھٹی/فقہائے ہند ۱/۱۳۔

(49) محمد اسحق بھٹی/برصغیر پاک وہند میں اسلام کے اولین نقوش ص ۴۴۔

(50) روند میاخیل، محمد عمر، دپشتنو قبیلو شجری اومینی، سبا کتابخانہ، کابل ۱۳۸۳، لمریز، ص ۱۹۰۔

(51) محولہ بالاایضاص ۱۹۰۔

(52) محولہ بالاایضاًص ۱۹۳۔

(53) ایضاًص ۱۹۴تا۱۹۵۔

(54) ایضاًص ۱۹۵۔

(55) ایضاًص ۱۹۵۔

(56) ایضاًص ۱۹۵۔

(57) سوہدروی، کامران اعظم، پٹھان قبائل، تخلیقاتِ لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۶۔

(58) ایضاًص ۱۱۔

(59) لویس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص، ۹۱۶۔

(60) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۱ء، ج ۱۶/۱، ص، ۲۱۱۔

(61) ایضاً، ج ۱۶/۲۱۲۔

(62) ایضاًج ۱۶، ص ۲۱۲۔

(63) الحجرات ۳۹/۱۳۔

(64) روند میا خیل، محمد عمر، دپشتنو قبیلو شجری او مینی، سن ۱۳۸۳ المر یزسبا کتابخانہ، کابل، ناشر میوند خپر ندویہ ٹونلہ، ص ۲۰۵ تا ۲۰۶۔

(65) محولہ بالا، ص ۱۹۔

(66) محولہ بالاایضاًص ۱۹۔

(67) ایضاًص ۲۰۔

(68) ایضاًص۲۲۔

(69) ایضاًص۲۳۔

(70) ایضاًص۲۳۔

(71) بخاری، منصور، بلوچستان کے قبائل، سیلز اینڈ سروسز کوئٹہ، ص۲۹تا۳۰۔

(72) بخاری، منصور، بلوچستان کے قبائل، ص۲۷۔

(73) محولہ بالا ایضاًص،۹۸۔

(74) محولہ بالا ایضاً، ص۹۸۔

(75) صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، ڈاکٹر، قرآنِ کریم کے اردو تراجم، ۱۹۸۱ء، ص۶۷تا۶۸۔

(76) ایضاًص۶۸۔

(77) تھانویؒ، اشرف علی، مولانا، خطبہ تفسیر بیان القرآن، ص۳۔

(78) ابنِ قتیبہؒ، کتاب القرطین، ص33

(79) دہلویؒ، امام شاہ ولی اللہ، مقدمہ فتح الرحمن بترجمۃ القرآن، مطبوعہ رحیمیہ مطبوعات، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص۲۰۶۔

(80) ایضاص۲۰۶

(81) ایضاًص، ب

(82) ابنِ منظور، لسان العرب، مطبوعہ ایران ۱۴۰۵ھ، ۳۶۱/۲۔

(83) ایضاً، ج۲ص۳۶۱۔

(84) الفرقان ۳۳/۲۵۔

(85) طبری، امام محمد بن جریرؒ، جامع البیان، مطبع مصطفی البانی حلبی، مصر ۱۱/۱۹ ۔

(86) الحسینی، قاضی محمد زاہد، معارف القرآن، دار انتقاد، اٹک، ط، چہارم ۱۳۹۸ھ، ص ۲۰ تا ۲۱۔

(87) السیوطی، علامہ جلاالدین، الاتقان، ۱۷۴/۴۔

(88) زرکشی، علامہ بدرالدین، دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ، البرہان فی علوم القران، ۱۳/۱۔

(89) الاندلسی، ابوحیان، البحر المحیط، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ ۲۶/۱۔

(90) ایضاج ا ص ۲۶۔

(91) القیٰمۃ ۷۵/۱۶ تا ۱۸۔

(92) مناہل العرفان، ۲۳۴/۱۔

(93) الہیثمیؒ، نورالدین، مجمع الزوائد، دار الکتب العربیہ، بیروت، ۱۹۶۷ء، ۱۵۲/۱ ۔

(94) ابن حجر، العسقلانیؒ، فتح الباری، مکتبۃ البہیۃ، مصر ۱۳۴۸ھ، ۱۸/۹۔

(95) صحیح البخاری، مع الفتح الباری، المطبعۃ البہیۃ المصریہ، ۱۴۴۸ھ، ۸/۹۔

(96) ایضاً ص ۱۱۔

(97) البرہان فی علوم القرآن للزرکشیؒ، ۲۳۸/۱۔

(98) التوبۃ ۱۲۸/۹۔

(99) البرہان فی علوم القرآن، ۲۳۴/۱ تا ۲۳۵۔

(100) صبحی، صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن، مطعۃ الجامعیۃ السوریہ، دمشق، ۱۹۵۸ء، ص ۸۸۔

(101) السجستانی، ابی داؤد، کتاب المصاحف، مطبعۃ الرحمانیہ، مصر، ۱۹۳۶ء، ص ۲۱۔

(102) ایضاً ص ۲۱۔

(103) ایضاص ۲۱۔

(104) ایضاص ۲۱۔

(105) زبیر، ڈاکٹر، محمد ادریس، قرآن کریم اور اس کے چند مباحث، الہدیٰ پبلیکیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۱۵۸۔

(106) صالحہ، عبدالحکیم شرف الدین، ڈاکٹر، قرآن کریم کے اردو تراجم، قدیمی، س ن، ص، ۵۵۔

(107) السیوطی، جلاالدین، تاریخ الخلفاء (المتوفی ۹۱۱ھ) اردو ترجمہ، احمد اقبال الدین، نفیس اکیڈمی، ط اول، ۱۹۶۳ء، ص ۲۱۴۔

(108) ابن سعد، محمد بن سعید، الطبقات الکبریٰ، مطعہ لیدن، ۱۳۳۰ھ، ج ۲ جز ۲، ص ۱۰۱۔

(109) صبحی، صالح، مباحث فی علوم القرآن، محولہ بالا سابقہ، ص ۱۶ تا ۱۷۔

(110) النجم ۵۳/۴،۳۔

(111) النحل ۱۶/۴۴۔

(112) عثمانی، محمد نسیم، ڈاکٹر، گلدستہ ءاحادیث، شائع کردہ شعبہ تصنیف وتالیف وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی ۱۴۰۷ھ، ص ۲۲۔

(113) الاصابۃ، للحافظ، ابن حجرؒ، ۲/۳۲۳۔

(114) الاتقان ۲/۱۸۷۔

(115) تذکرۃ الحفاظ، للذہبیؒ، ۱/۳۸۔

(116) ایضاً ج ا ص ۳۸۔

(117) الاتقان، ۲/۱۸۹۔

(118) ایضاً ۲/۱۸۷۔

(119) ایضاً محولہ بالاج۲ص۱۸۷۔

(120) الازہری،صارم،عبدالصمد،تاریخِ تفسیر،،ص۲۷۔

(121) ندیم محمد اسحٰق،الفہرست ابن ندیم،ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ،ط اول،۱۹۶۹ء،ص۸۳تا۸۴ ۔

(122) ابن،کثیر،عمادالدین،ابوالفداءاسمٰعیل بن عمرالدمشقی،البدایہ والنہایہ،مکتبہ،النصریہ الحدیثہ،الریاض،۱۴۵/۱۱۔

(123) بلخی،مولاناافتخاراحمد،تفسیراوراس کاارتقاء،سیارہ ڈائجسٹ،قرآن نمبر ۶۲۴/۲۔

(124) حموی،یاقوت،معجم الادباءعیسیٰ البابی الحلبی ۱۹۳۶ء،۴۲/۱۸ نیز دیکھئےالمذاہب الاسلامیہفی التفسیر،گولڈزیہر،مطبعۃالعلوم ۱۹۴۴ء،ص۸۶۔

(125) محولہ بالاسابقہ،تاریخ التفسیر،ص۸۵۔

(126) وفیات الاعیان،محمد بن ابکر بن خلکان،دارالصاد،بیروت،۲۶۵/۲۔

(127) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،حاجی خلیفہ نور محمد کارخانہ کتب،کراچی ۲۹۹/۲۔

(128) ابن العماد،شذرات الذہب،مطبوعۃالقدسی،۱۳۵۵ھ،۳۹۲/۵تا۳۹۳۔

(129) ذہبی،ڈاکٹر محمد حسن،التفسیر والمفسرون،مکتبۃ وھبہ،ط دوم ۱۹۸۵ء،۲۸۳/۱،۲۸۲۔

(130) القرطبیؒ،ڈاکٹر قصبی محمود زلط،ومنہجہ فی التفسیر،۱۹۷۹ء،ص۶۔

(131) ایضاص۶۔

(132) حافظ ابن حجر،عسقلانی،الدررالکامۃ،ط ہندیہ ۱۳۰۷ھ،۳۷۳/۱ ۔

(133) اصلاحی،ضیاءالدین،ایضاح القرآن،یونائٹڈ بک کارپوریشن،کراچی،ص ۲۵۲ ۔

(134) محولہ بالاسابقہ،ذہبی،ڈاکٹر محمد حسن،۳۳۴/۱،۳۳۳۔

(135) ایضاج۱ص۳۳۴۔

(136) طبقات المفسرین، للذہبیؒ، ۱/۳۷۴۔

(137) مندوخیل، مولانا عبدالخالق، ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں شمالی بلوچستان کے علماء کرام کے فقہی آثار کا جائزہ، ص ۲۳ ۔

(138) ایضاً ص ۲۳۔

(139) ایضاً ص ۲۳۔

(140) رفیقی، عبدالرؤف، ڈاکٹر، دخان شہید دلار شود، جامعہ بلوچستان کوئٹہ، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰تا۱۱۔

(141) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں، سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ)، ص ۱۹۸تا۱۹۹۔

(142) اچکزئی، رحمت بی بی، پشتو خطی نسخہ، پشتو ثانگہ، ایم فل مقالہ، جامعہ بلوچستان، ۲۰۱۷ء، ص ۶۵۔

(143) ایضا ص ۶۵۔

(144) ایضا ص ۶۵۔

(145) رفیقی، عبدالرؤف، ڈاکٹر، دخان شہید دلار شود جامعہ بلوچستان ۲۰۱۷ء، ص ۱۳تا۱۴۔

(146) ایضاً ص ۱۴۔

(147) محولہ بالا سابقہ، اچکزئی، رحمت بی بی، ص ۶۶۔

(148) براہوئی، ڈاکٹر عبدالرحمن، بلوچستان میں دینی ادب خطی، تحقیقی مقالہ، پی ایچ ڈی، ۱۹۸۷ء، جامعہ سندھ جام شورو، ص ۳۲۔

(149) ایضاً ص ۳۲۔

(150) موصوف کے صاحبزادے مفتی عبدالرشید نعمانی نے راقم کو خط کے ذریعہ آگاہ کیا۔

(151) ایضاً۔

(152) ایضاً۔

(153) ایضاً۔

(154) ابواسامہ، محمد طیب، مولانا، پشتو ترجمہ قرآن عنقود الجمان، مکتبۃ الشیخ عبدالغیاث، ائیرپورٹ روڈ کوئٹہ مسلم آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۱۲۔

(155) ایضاً ص ۱۲۔

(156) ایضاً ص ۱۰۔

(157) ایضاً ص ۱۳۔

(158) اتل، میر حسن، پروفیسر، داو گڑی ڈیری کڑی خدایہ، (شعراء ژوب کا تذکرہ پشتو) اسلامی کتب خانہ مسجد روڈ ژوب، ۲۰۱۶ء، ص ۲۲۵۔

(159) ایضاً ص ۲۲۵۔

(160) ایضاً ص ۲۲۶۔

(161) ایضاص ۲۲۶۔

(162) محولہ بالا سابقہ، مندوخیل، عبدالخالق، بلوچستان کے علماء کے فقہی آثار، ص ۲۴۔

(163) ایضاً ص ۲۴۔

(164) محولہ بالا سابقہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ص ۲۰۰۔

(165) ایضاً ص ۲۰۰۔

(166) محمد شریف، مولانا، مقدمہ، پشتو تفسیر زین البیان، ڈاکٹر رفیقی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کانسی روڈ کوئٹہ، ۲۰۱۰ء، ص، الف۔

(167) ایضاً ص، دال۔

(168) ایضاً مقدمہ، ص، ج تا د۔

(169) ایضاً ص، الف۔

(170) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ کوئٹہ) اگست ۱۹۹۷ء، ص ۱۸۱ تا ۱۸۲۔

(171) ایضاً ص ۱۸۲۔

(172) ایضاً ص ۱۸۲۔

(173) ایضاً ص ۱۸۲۔

(174) ایضاً ص ۱۸۲۔

(175) ایضاً ص ۲۰۱۔

(176) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ط دوم، ۱۹۹۴ء، ص ۵۹۹ تا ۶۰۰۔

(177) ایضاً ص ۶۰۰۔

(178) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ کوئٹہ) اگست ۱۹۹۷ء، ص ۱۸۶ تا ۱۸۷۔

(179) ایضاً ص ۱۸۷۔

(180) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، ماہنامہ فکر ونظر اسلام آباد، شمارہ ۴، ۳، ص ۳۶۸۔

(181) ایضاً ص ۳۶۸۔

(182) ایضاً ص ۳۶۸۔

(183) ۲۰ فروری، ۲۰۱۷ء، بوقتِ ۱۲ بجے موصوف کی رہائشگاہ پر ملاقات کر کے انٹرویو لیا۔

(184) ایضاً۔

(185) محولہ بالا ایضاً۔

(186) ۱۱ ستمبر، ۲۰۱۷ء، بوقتِ بعد نمازِ عصر تا عشاء موصوف سے ان کی رہائشگاہ پر دورانِ ملاقات راقم کو خط لکھ کر دیا۔

(187) ایضاً۔

(188) ایضاً۔

(189) قندھاری، عبیداللہ، مولانا، پشتو شرح قدوری، مکتبۃ القرأت والتجوید کانسی روڈ کوئٹہ، ص۳۲۳۔

(190) ایضاً ص۳۲۴۔

(191) قندھاری، عبیداللہ، مولانا، تفسیر ایوبی حنفی، مکتبۃ القرأت والتجوید، ط اول، ۲۰۰۴ء، ص الف، ب۔

(192) محولہ بالا سابقہ ایضاً ص۳۲۶ ۔

(193) نہر کاریزی، مولانا عبیداللہ، نقیب التفاسیر ۲۰۱۵ء مکتبہ نقیبیہ جانفدائیہ ضلع پشین، کوئٹہ، اسلام آباد، ج،ا، ص۷اتا۱۸۔

(194) ایضاً ص۱۸۔

(195) راشد، مولانا عبدالرازق، زبانی انٹرویو بوقتِ سہ پہر مارچ ۲۰۱۷ ۔

(196) عثمانی، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، ط، اول ۱۹۶۹ء، ۱۲/۱، ۱۱ ۔

(197) کاکڑی، عبدالعزیز، مولانا، مقدمہ درالتفاسیر پشتو، ۲۰۱۱ء ناشر مکتبہ حقانیہ کاسی روڈ کوئٹہ، ص۶۔

(198) ایضاً ص۶۔

(199) ایضاً ص۶۔

(200) شیرانی، عبدالوھاب، مولانا، ماہنامہ صحیفۂ اہلِ حدیث، ۲۰۱۶ء، ص۵۳۔

(201) ایضاً ص۵۳۔

(202) میر حسن خان اتل، محولہ بالا سابقہ، ص۱۶۸۔

(203) ایضاً ص۱۶۸۔

(204) ایضاً ص۱۶۸۔

(205) سورۂ توبہ آیت: ۱۶۴۔

۲

بابِ دوم

بلوچستان میں براہوئی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر

- فصل اول: براہوئی زبان میں قرآن کریم کے منتخب تراجم قرآن
- فصل دوم: براہوئی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر
- فصل سوم: براہوئی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تنقیدی وتقابلی جائزہ

باب دوم: بلوچستان میں براہوئی زبان میں قرآن کریم کے تراجمِ قرآن

تمہید: براہوئی زبان اور براہوئی قوم کا معاشرتی وتاریخی جائزہ

براہوئی زبان اور براہوئی قوم کا تاریخی پسِ منظر:

تاریخ کے اعتبار سے اگر ہم دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جس قدر بلوچستان کی تاریخ قدیم ہے اسی قدر اس میں آباد براہوئی قوم قدیم ہے لیکن اس خطے میں دیگر اقوام مثلاًاُردو، بلوچی، براہوئی، پشتو، وغیرہ بولنے والے بھی آباد ہیں، جو کہ مذکورہ زبانیں بولتے اور سمجھتے ہیں، ان میں ایک براہوئی زبان ہے، جو کہ مذکورہ زبانوں کی طرح قدیمی زبان ہے۔ جس کے بولنے والے بلوچستان میں زیادہ تر مستونگ، قلات، خضدار، کوئٹہ شہر اور اس کے مضافات کئی صدیوں سے آباد ہیں، غرض اس فصل میں براہوئی قوم کی تاریخ کے حوالے سے متعلق بنیادی باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔ جو کہ حسبِ ذیل ہیں۔

براہوئی زبان کا تاریخی تجزیہ :

براہوئی زبان کا شمار برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے۔ جس میں اعلیٰ اسلامی اور ادبی معیار کی حامل بہت سی تحریرات زمانہ ء قدیم کی طرح آج بھی پائی جاتی ہیں۔ ادب میں کئی شہ پارے طبع ہوئے ہیں، جن کے مطالعے سے نہ صرف اس قوم کے مزاج، ان کے خیالات، ان کی تہذیب وتمدن ان کے رسم ورواج اور نظریات سے آگاہی اور واقفیت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کے مطالعہ سے براہوئی معاشرہ اور ان کی تنظیم کو سمجھنا بھی آسان ہوتا ہے۔ کسی زبان کا مطالعہ کئے بغیر اس زبان میں موجود اسلامی لٹریچر کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ براہوئی زبان وادب کا مختصر جائزہ لیا جائے۔

براہوئی زبان کا قدیم نام اور وجہ تسمیہ :

لفظ براہوئی سے متعلق بنیادی مآخذ اور اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ کیسے ہوئی؟ اس کے بارے میں تاریخی تناظر میں کوئی صحیح اور درست وٹھوس شواہد ابھی تک میسر نہیں ہیں۔ البتہ، براہوئی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کئی آراء اور اس کے بارے میں تاریخ کے تناظر میں مختلف نظریات پیش کئے گئے ہیں جو کہ حسبِ ذیل ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی کے مطابق ایک نظریہ ہے:

لفظ "براہوئی" "براھو" سے تبدیل ہے جو ابراہیم کا مخفف ہے۔"[1]

ممکن ہے کہ:

"یہ اشارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہو یا کسی اور ابراہیم کی طرف جو براہویوں کا مورث یا جدامجد ہو۔ لیکن ماہرین لسانیات میں سے ایک گروہ اسے کرد قبیلہ سے ماخوذ قرار دیتا ہے ان کے مطابق " کرد قبیلہ براخوئی کا نام کثرتِ استعمال سے براہوئی بن گیا ہے۔"[2]

ایک اور رائے یہ ہے کہ:

" براہوئی گوجر قبائل کے ایک حصے "بروہ" یا "براہ" سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے براہوئی کہلائے۔"[3]

ایک دوسری رائے یہ ہے کہ:

"براہوئی فارسی کا لفظ ہے، جس کے معنی "مرد کہستانی " کے ہیں۔ چونکہ، براہوئی پہاڑوں کے رہنے والے ہیں مردِ کہستانی اس بناء پر براہوئی کہلائے۔ سندھی زبان میں بھی براہوئی زبان کا مطلب پہاڑی خطے کا رہنے والا ہے۔" [4]

ایک اور رائے یہ ہے کہ:

"براہوئی کوہِ البرز کے باشندے ہونے کی وجہ سے پہلے پہل برزکوئی اور پھر براہوئی کہلائے۔" [5]

براہوئی کے معنی کے بارے میں ایک دوسری رائے کے مطابق:

"براہوئی قدیم فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب پہاڑی آدمی کے ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

جب نوشیر اوں"۔(6)

بلوچوں کے اس قبیلے سے تنگ آگیا تو ان کو وہاں سے نکالنے لگا۔ ایرانی ان بلوچوں سے کہنے لگے "برو" یعنی نکل جاؤ تو ان میں سے ہر ایک اپنی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ۔"ای" میں نکل جاؤں اور اسی مناسبت سے بلوچوں کے اس طائفہ کا نام "برو۔ای" بروئی یا بروہی مشہور ہوا۔"(7)

براہوئی زبان کے ادیب اور شاعر خداداد گل نے میر گل خان نصیر اور ملک صالح محمد لہڑی کے حوالے سے براہوئی کے معنیٰ کو کچھ اس طرح بیان کیے ہیں۔

"بلوچستان نا پنی آتا ریخ دان میر گل خان نصیر ایلو ملک صالح محمد لہڑی نا خیال اٹ براہوئی اولیکو طائفہ کہ او بلوچ آتیان باز مالو ہجرت کرنے ہجرت آن گڈ اوفک "البرز" مش نا خڑک اٹ آباد مسر۔ او برز کوہ نا سوب آن برز کوئی مشہور مسر کیہ دابدل مرسہ بروئی یا براہوئی مس"۔(8)

ترجمہ: "بلوچستان کے نامور تاریخ دان میر گل خان نصیر اور ملک صالح محمد لہڑی کا خیال ہے کہ براہوئی پہلا طائفہ ہے جس نے بلوچوں سے بہت پہلے ہجرت کی، ہجرت کے بعد وہ البرز پہاڑ کے نزدیک آباد ہوئے اور اس برز پہاڑ کے سبب وہ برز کوئی مشہور ہوئے جو بعد ازاں بروئی یا براہوئی ہوئے۔"

براہوئی قوم کا حسب نسب:

بلوچستان میں آباد براہوئی قوم اپنے آپ کو بلوچ خیال کرتے ہیں، یہ یہاں صدیوں سے آباد ایک کثیر آبادی ہے جن کی ایک الگ پہچان ہے جو کہ بلوچستان کے مختلف شہروں کوئٹہ، قلات، مستونگ، نوشکی اور چاغی وغیرہ میں آباد ہیں، ان کا ایک علیحدہ تاریخی پسِ منظر ہے، الغرض براہوئیوں کے حسب نسب کے متعلق کئی آراء پائی جاتی ہیں۔ مختلف مورخین اور جغرافیہ دانوں کی اس حوالے سے مختلف آراء اور نظریات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں :

پہلا نظریہ :

"سر ڈینس برے کی رائے کے مطابق:

'' براہویوں کا حکمراں مقتدر خاندان یا قبیلہ امیر احمد خان اول ۱۶۶۶ء ان کا مورث اعلیٰ سمجھتا ہے۔''(9)

''اصل میں یہ براہوئی قبیلہ قمبرانی کی شاخ ہے جس کے ہاتھ میں پندرھویں صدی عیسوی میں براہوئی قبائل کی زمام اقتدار رہی اور جس کا قانون ہی براہوئی قبائل کا قانون سمجھا جاتا تھا۔ یہ اپنی روایات میں اپنے آپ کو عربی کہتے ہے۔ احمد زئی قبیلے کے اس دعوے کے علاوہ براہوئی قبائلی تنظیم، ان کے عادات واطوار اور خصائل جیسے مہمان نوازی، بہادری وجانبازی وغیرہ اور ان کی زبان میں خالص عربی حروف مثلاً خ، اور غ وغیرہ کا موجود ہونا براہوئیوں کے اس دعوے کو تقویت دیتا ہے۔''(10)

دوسرا نظریہ:

''دسویں صدی عیسوی میں مشہور عرب مورخ ''ابوالقاسم ابن حوقل''(11) نے اپنی کتاب صوۃ الارض میں براہویوں کو بلوچوں کے ان سو قبائل میں سے ایک بتایا ہے، جو صوبہ فارس کے قرب وجوار میں آباد تھے۔'' (12)

تیسرا نظریہ :

'' میر رحیم داد مولائی شیدائی کے مطابق عرب میں بلوچوں اور براہویوں کا وطن ایک ہی تھا۔''(13)

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ:

''براہوئی ایرانی النسل ہیں، جنہوں نے دراوڑوں کی زبان ضرور اپنالی ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی دراوڑ نہیں ہے۔''(14)

بہر کیف، ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے براہوئی قوم کے متعلق مختلف آراء و نظریات رقم کیے ہیں:

''کوئی ان کو ترکی، کوئی ایرانی اور بلوچوں کے ان سو قبائل میں سے ایک بتاتا ہے۔ جو دوسرے بلوچوں کی نسبت پہلے ہجرت کر کے ایران میں کوہِ البرز کے قریب وادی سندھ کے قدیم تاریخی مقام چار جوار میں آباد ہوگئے۔ اسی وجہ سے برز کوئی، بروہی اور براہوئی مشہور ہوئے، ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے براہوئی موہنجودڑو کے قدیم باشندے اور دراوڑ ہیں۔'' (15)

''دریائے سندھ کے کنارے وادی سندھ کا تاریخی مقام چار ہزار سال کا قدیم تہذیب ضلع لاڑکانہ جہاں براہوئی قوم آباد ہے۔'' (16)

براہوئی قوم کا قدیم مذہبی نظریہ:

قبل از آغازِ اسلام براہوئی کس مذہب کے پیروکار تھے؟ ہنوز یہ مسئلہ لاینحل ہے اس کے متعلق سر دست یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی کوئی ایسے ٹھوس ثبوت ہیں کہ جس کے تناظر میں ان کے مذہبی حالات معلوم کیے جا سکیں، تاہم انگریز مؤرخ سر ڈینس کے بموجب اغلب گمان یہی ہے کہ:

''براہویوں کا قدیم مذہب وادی سندھ کی قدیم تہذیب کا مذہب رہا ہوگا۔ براہوئی معاشرے میں پتھر کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ سر ڈینس برے کے خیال میں اس کے پیچھے کوئی عقیدہ رہا ہے۔''(17)

عربی میں ایک لفظ ''الخوالد'' ہے جس کے معنی پہاڑ یا پتھر کے ہیں۔'' (18)

ایک اور عربی لفظ ''کل''، بمعنی ایسا شخص جس کا والد اور اولاد نہ ہو، یتیم، بے خبر، کمزور، چھری یا تلوار کا پہلا دستہ، وکیل محتاج، عیال، بھاری بوجھ اور بت وغیرہ مستعمل ہے۔'' (19)

بہر حال، براہوئی زبان میں لفظ خل جو کہ پتھر کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے لیے دیگر الفاظِ مترادفہ کل،تامل،ملیالم،تولو،کلو،کناری وغیرہ بھی استعمال کیے جاتے ہیں،دراوڑی کل اور کلو اور عربی الفاظ خوالد اور کل سب ہم معنی معلوم ہوتے ہیں۔لیکن دراوڑی اور براہوئی قوم کے لوگ ما قبل کے مختلف تاریخی ادوار میں بت پرست بلکہ پہاڑوں میں چاروں طرف سے گھرے رہنے کی وجہ سے کوہ پرست تھے۔

براہوئی قوم سے متعلق ایک اور رائے یہ ہے کہ:

"وادی سندھ کے لوگ غالباً پانی کی پرستش کرتے تھے۔اپنے منبع اور اصل قبائل سے کٹ جانے اور چار طرف پہاڑوں میں محصور ہونے اور خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے براہوئی توہمات کا شکار ہو گئے اور یہ توہمات ان کے رگ وپے میں بس گئے۔" (20)

براہوئیوں کا قبولِ اسلام:

ویسے تو بلوچستان کے ساتھ عربوں کے تعلقات ظہورِ اسلام سے پہلے بھی تھے۔اور قبل از اسلام عربوں کے اکثر تجارتی قافلے یہاں سے گذرتے تھے۔ان کے لئے یہ ایک اہم تجارتی شاہراہ تھی۔ظہورِ اسلام کے بعد دنیا کے کونے کونے تک اسلام کی کرنیں پہنچیں۔جس کے نتیجے میں ایک بڑی تعداد میں قبائل مسلمان ہوئے۔ساتھ ہی مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔فارس کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے ۶۴۵ء میں مسلمانوں ایک لشکر مکران روانہ کیا۔حضرت عمر فاروقؓ کے آخری دور ۲۳ھ میں (۶۴۲۔۶۴۳ء) میں عاصم بن عمرؓ اور عبداللہ بن عامرؓ مکران اور خاران کو فتح کیا۔ان دنوں مکران ریاستِ سندھ (قبل از قیام پاکستان) کا حصہ تھا۔مکران کی فتح کے بعد اور وہاں کے حالات سے واقفیت کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے مسلمانوں کو اجازت نہیں دی۔یہی وہ دور ہے جب اصحابِ رسول اللہ ﷺ نے اس سرزمین پر پہلی دفعہ اپنے قدم مبارک جمائے اس طرح اس خطے میں اشاعت وترویجِ اسلام کا آغاز ہوا۔

۶۶۴ء میں خضدار جسے عرب قصدار کہتے تھے،اس پر عربوں کے قبضے سے اسلام کے اثرات آہستہ آہستہ پھیلنے لگے۔البتہ اٹھارویں صدی کے وسط میں یہاں کے حاکم میر نصیر خان کے دور میں اسلام کو تحفظ حاصل ہوا۔خان قلات میر نصیر خان کی اپنی زندگی اسلامی شریعت کے عین مطابق تھی

اور اس کے اندر بے پناہ مذہبی ذوق، شوق، محبت، جذبہ اور دینی و علمی ولولہ موجود تھا۔اس کے عہد میں ایک پشتون عالمِ دین ملا ملک داد بن آدین غرشین (مذکورہ نام کا علاقہ آج بھی ضلع پشین میں موجود ہے)قندھاری ثم قلاتی نے پہلی دفعہ اسلام کی تعلیمات کو براہویوں تک پہنچانے کا عزم کیا۔ جس کے متعلق اوراقِ تاریخ میں درج ہے:

"ملا ملک داد بیک وقت عربی، فارسی، پشتو اور براہوئی زبانوں کے جید عالمِ دین تھے۔ تبلیغِ اسلام کے لئے انہوں نے براہوئی زبان کا استعمال کیا۔اس مقصد کے لئے انہوں نے "تحفۃ العجائب" لکھی۔" (21)

مذکورہ کتاب کو موجودہ دور میں براہوئی زبان کی ایک بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔اور براہوئی زبان وادب اسلامی ادب کے حوالے سے اولین اور قدیم ترین کتاب مانی جاتی ہے۔ لیکن مرورِ زمانہ کی وجہ سے آج یہ کتاب ناپید ہو چکی ہے۔ جس میں شریعت اسلامی کے روز مرہ اصول شعری پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ میر نصیر خان نے بھی تبلیغِ حق کے لئے جدوجہد کی۔اس نے یہاں ۲۵ جمادی الثانی ۱۱۵۹ھ کو اسلام کے شرعی احکامات نافذ کئے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

"۱۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابندی کی جائے۔

۲۔ شادی، جیسی سماجی رسم اور دیگر تقریبات مثلاً بچے کا ختنہ وغیرہ پر سرود، تمبور، نے، چنگ، دف وغیرہ کا استعمال نہ کیا جائے۔

۳۔ شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے مواقع پر مرد اور عورتیں مخلوط رقص نہ کریں۔

۴۔ ہر قسم کا نشہ ممنوع ہے، مثلاً کوئی فرد بھنگ، چرس، افیون اور شراب نوشی نہ کرے اور نہ ہی کوئی نشہ والی قابلِ کاشت شے کی کاشت کی جائے۔

۵۔ بازاروں و گلی کوچوں وغیرہ میں عورتوں کا بے پردہ گھومنا پھرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

۶ حکم تھا کہ قصبات میں جمعہ کی نماز باقاعدہ ادا کی جائے۔اور اہلِ محلّہ مسجد کے پیش امام و مؤذن کے نان ونفقہ کے ذمہ دار ہونگے۔

۷۔ مسلمان اپنے مقررہ اوقات پر پنج وقتہ ادائیگی نماز کی پابندی کریں۔

۸۔ مسلمان درویش، صوفی، فقیر اور پیر کے پاس ارادت مندی کی نیت سے نہ بیٹھیں اور نہ ہی بال لمبے رکھیں۔

۹۔ غلاموں کی تجارت قانوناً جرم اور ممنوع ہے۔

۱۰۔ اموات پر مرد و عورت نوحہ نہ کریں۔

۱۱۔ ماں باپ کے لیے اپنی اولاد مثلاً بیٹیوں اور بیٹوں پر سختی بلا جرم بھی ممنوع قرار دی گئی۔

۱۲۔ قبرستانوں اور مزاروں کے آس پاس جانور ذبح نہ کیے جائیں۔

۱۳۔ زکوۃ اور عشر باقاعدہ ادا کئے جائیں۔

۱۴۔ سود کا خاتمہ اور کوئی سودی لین دین نہیں ہوگا۔

۱۵۔ ہندو پر لازم ہے کہ وہ اپنے مندروں میں مسلمانوں کو نوکر نہ رکھیں۔تاکہ مسلمان ان کے ساتھ پوجا میں شریک نہ ہوں۔

۱۶۔ ہندو اپنے ماتھوں پر تلک یا ٹیکہ نہ لگائیں۔

۱۷۔ مندروں میں بوقتِ پوجا ہندوؤں کی مذہبی عبادات کے مواقع پر موسیقی ممنوع قرار دی گئی۔

۱۸۔ خان آف قلات (میر نصیر احمد یار خان اعظم) کے مذکورہ بالا ان تمام اقدامات کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ کسی شخص کو اسلام کے ان احکامات کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں ہوگی اور اسلام کے صحیح اور درست تعلیمات کے مطابق زندگی گذارے۔" (22)

براہوئی قبائل اور معاشرتی زندگی :

جب سے آریائی قوم برصغیر پاک وہند میں حملہ آور ہوئے، اس وقت وادی سندھ میں جو مقامی آبادی کے لوگ اجتماعی بود و باش رکھتے تھے، ان کے حملہ کے نتیجے میں یہاں کی مقامی آبادی تتر بتر ہو کر کئی حصوں میں منقسم ہو گئی اور پاک وہند کے حصوں میں جو لوگ آباد ہو گئے تھے، ان کے متعلق ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی یوں لکھتے ہیں:

"آریاؤں کی یلغار کے بعد وادیِ سندھ مقامی آبادی تین حصوں میں تقسیم ہو کر آباد ہو گئی۔

۱۔ ایک حصہ نے اپنے وطن میں رہنے کو ترجیح دی۔

۲۔ دوسرے حصے نے جنوبی ہندوستان کا رخ کیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

۳تیسرے حصے کی اکثریت نے قلات کے دور افتادہ علاقوں اور پہاڑوں کا رخ کیا اور وہیں جا کر آباد ہو گئے۔" (23)

"بالآخر سولہویں صدی میں براہوئی کے ایک قبیلہ جو آج کل قمبر اڑی قبیلہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، قبیلہ نے قوم کی قیادت سنبھالی اور آج اس قوم کے میر، سردار اور خان وغیرہ جیسے القابات سے موسوم کہلاتے ہیں۔" (24)

براہوئی قوم کا رسم ورواج:

رسم ورواج کسی بھی معاشرہ کی روح ہوتی ہے بشر طیکہ اس میں کوئی غیر اخلاقی اور غیر شرعی حرکات وسکنات نہ ہو دنیا کے تمام تہذیب یافتہ معاشرتی زندگی ہیں کوئی نہ کوئی سماجی اور معاشرتی رسوم اور اخلاقیات کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے یہی چیزیں انہیں دیگر اقوام سے ممیز کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اس طرح یہ اعلیٰ معاشرتی رسم ورواج ان کی پہچان بن جاتی ہے اور معاشرے میں دیگر اہلِ زبان یا قومیں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں انہی معاشرہ میں سے ایک معاشرہ بلوچستان میں آباد براہوئی برادری ہے جو کہ ایک طویل عرصے سے یہاں کے مختلف مقامات پر ایک

منظم بود باش رکھتی ہے جن کی اپنی ایک منفرد معاشرتی نظامِ حیات ہیں لہٰذا درج ذیل میں براہوئی قوم کی بنیادی اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف و محاسن پیش کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

وعدے کی پاسداری:

اسلام براہوئی معاشرے کی اساس ہے اور ایک کامل مسلمان معاشرے کی یہی خوبی ہوتی ہے کہ وہ کسی کے ساتھ جب وعدہ کرتا ہے تو بعد میں اس کی خلاف ورزی برداشت نہیں کرتا یہی خوبی آج بھی براہوئی معاشرے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس لیے کہ انہیں یقین ہے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَوۡفُواْ بِٱلۡعَهۡدِۖ إِنَّ ٱلۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔولٗا ٣٤﴾[25]

ترجمہ: ''تم وعدے کو پورا کرو بیشک قیامت کے روز (اس کے متعلق) سوال کیا جائے گا۔''

اسی طرح براہوئی معاشرہ میں آج پہلے کوئی وعدہ نہیں کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے، تو اس کی پاسداری ضرور کرتا ہے۔

اقلیتوں کے ساتھ حسنِ سلوک:

زمانہء قدیم سے آج تک براہوئی معاشرے میں مذکورہ قوم کے آباؤ واجداد سے ایک رسم چلی آرہی ہے اور وہ بھی غیر تحریری ہے کہ:

''براہوئی کے ہاتھ اور زبان سے ہمیشہ دیگر غیر مسلم مثلاً ہندو وغیرہ کو کسی قسم کی اذیت نہیں دیتے اور نہ ہی چھاپوں و دیگر جوابی کاروائیوں ہندوؤں کو کوئی ایذا نہ دی جائے اسی طرح یہ ہند مسلمان مشک پانی پینا یا ان کے توے پر روٹی پکانا وغیرہ ممنوع نہیں سمجھتے ہیں۔''[26]

براہوئی معاشرے میں عورت کا مقام:

عصر حاضر میں دنیا کے تمام مذاہبِ عالم میں عورت کو جو مقام و مرتبہ اسلام نے دیا ہے دنیا کے کسی اور مذہب نے نہ دیا ہے اور آئندہ دے سکتا ہے اس لیے کہ عورت بنیادی طور پر اس معاشرے کی اساس اور اکائی ہے اور اسلام میں باقاعدہ عورت کے حقوق متعین ہیں چاہیے وہ سماج سے متعلق

ہو یا علم اور تجارت سے متعلق ہو غرض زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہو اس طرح ایک عورت اسلام کے اصولوں کی پاسداری کرتی ہوئی ان میں آزاد اور خود مختار ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:

> ''براہوئی معاشرے ہیں عورت کی بڑی عزت اور تکریم کی جاتی ہے براہوئی معاشرتی نظام عورت کی توقیر کا قائل ہے، براہوئی حتی الوسعت اس پر ہاتھ نہیں اٹھاتے اور اس کی مداخلت پر عموماً جرم معاف کردیتے ہیں یہاں تک کہ دورانِ جنگ اگر عورت سر پر قرآن رکھ کر آجائے تو جنگ بندی ہو جائے، براہوئیوں کے یہاں زمین انفرادی ملکیت کی بجائے اجتماعی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ لڑکیوں کو جہیز کے طور پر زمینوں کی پیداوار کا حصہ دینے سے قبائلی اور اقتصادی توازن بگڑ جاتا تھا، لہٰذا میر نصیر خان اول نے اپنے دورِ حکومت میں لڑکیوں کو زمینی پیداوار کا حصہ بند کر دیا تھا۔ انگریزوں کے دور ہیں جب یہ قبائلی نظام خود کار رہنے کے بجائے انگریزوں کی منشاء کے مطابق چلنے لگا تو عورتوں کو دیگر حقوق اور مراعات سے بھی محروم کر دیا گیا۔ لیکن براہوئی معاشرے اور تاریخ ہیں آج بھی ان کی عزت کی جاتی ہے اور معاشرے میں ان کا ایک اہم مقام و مرتبہ موجود ہے۔'' (27)

اس یہ چند اہم اور خاص خصوصیات اس قوم سے متعلق یہاں ذکر کیے گئے ہیں ورنہ اس طرح کے دیگر مزید خاص خاص خوبیاں آج بھی مذکور معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔

براہوئی زبان کی تاریخ اور اس کا پسِ منظر:

ماہرینِ لسانیات نے دنیا کو مختلف درجوں میں تقسیم کر کے ان کی درجہ بندی کی ہے۔ جن کو آٹھ بنیادی اور مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

''ا۔ ہند یورپی خاندان۔

۲۔ ہند چینی خاندان۔

۳۔ سامی۔

۴۔ دراوڑی خاندان۔

۵۔ موئڑہ خاندان۔

۶۔ ملایہ خاندان۔

۷۔ بھاتو خاندان۔

۸۔ امریکی خاندان۔" [28]

البتہ، براہوئی زبان کے متعلق مختلف آراء و نظریات ہیں جیسا کہ ماقبل ذکر کیے گئے، کہ بعضِ ماہرینِ لسانیات براہوئی زبان کو آریائی زبان قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بعضِ نے انہیں بلوچوں کی ایک شاخ یا قوم قرار دیا ہے۔ لیکن اکثر وبیشتر ماہرِ لسانیات آخر کار اس نتیجے پر آپہنچے ہیں کہ ان کے نزدیک براہوئی زبان دراوڑی خاندان کی ایک شاخ ہے۔ یہ دراوڑی زبان جن کی تاریخ قدیم ہندوستانی سماج سے جاکر ملتی ہے یہ ان کی قبائل کی زبان تھی۔ براہوئی زبان کی پانچ مشہور شاخیں ہیں۔ جس میں ادب کا بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ وہ پانچ دراوڑی زبانیں جن کی پانچ شاخیں ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

"۱۔ تامل ۲۔ ملیالم ۳۔ کنڑی ۴۔ تیلگو

۵۔ براہوئی۔"(۳۰) [29]

غرض، مختلف تاریخی مراحل سے گذرتے ہوئے براہوئی زبان کا شمار صرف آج پاکستان کے کی علاقائی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں اس کا شمار ہونے لگا ہے۔ جس نے فارسی، بلوچی، سندھی اور دیگر زبانوں کے الفاظ جذب کئے ہیں اس کے باجود براہوئی زبان نے آج تک اپنی اصلی اور حقیقی براہوئی زبان کے ہیئت اور تشخص کو برقرار رکھا ہے اور زبان کے اصول و قواعد (گرامر) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہونے دی۔ یہی وجہ ہے کہ ماہر لسانیات آج تک اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ زبان کے اصول و قواعد کئی صدیوں سے ہو بہو (بعینہٖ) اسی شکل میں قائم ہیں، اور کسی دوسری زبان کی گرامر کا اثر اس پر نہیں پڑا۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی کے مطابق:

("بحوالہ ءلسانی جائزہ ہندLinguistic survey of India))اسے وسطی اور جنوبی دراوڑی زبانوں کی نسل سے بتایا گیا ہے۔" (30)

کامل القادری کی رئے کے مطابق: (31)

"براہوئی زبان بہ اعتبار صرف ونحو بنیادی طور پر دراوڑی زبان ہے۔اس حوالے سے وہ ماہر لسانیات کے فیصلے کو درست قرار دیتے ہیں۔ جس میں انہوں نے براہوئی کو دراوڑی السنہ کی حلقہ بندی میں شامل کیا ہے،اور اس نے آزادانہ طور پر دیگر زبانوں کے الفاظ کو جذب کیا ہے۔" (32)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی ماہرِ لسانیات کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"براہوئی زبان کی تاریخی اہمیت دراوڑی کی وجہ سے ہی ہے،ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وادی سندھ کی قدیم تہذیب "موہنجوڈرو" کے بانی براہوئی ہی تھے۔کیونکہ براہوئی زبان میں اسے مونا داڑو کہتے ہیں۔ جس کے معنی پرانے ٹیلے یا کھنڈر کے ہیں۔" (33)

الغرض، بعضِ ماہرین لسانیات براہوئی زبان کو دراوڑی خاندان کی ایک شاخ لکھتے ہوئے کہ دراوڑی زبان قدیم ہندوستانی معاشرے اور قبائل کی زبان تھی۔ جس کو آریاؤں نے شمالی ہند سے دھکیل کر جنوبی ہند کی طرف بھیج دیا۔اس کی پانچ مشہور شاخیں ہیں جن کا ذکر پہلے کیا چکا ہے۔ان میں سے بعض زبانوں میں اعلیٰ درجے کا ادب بھی پایا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام آراء و نظریات کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے بلوچستان میں زبان وادب کی تاریخ پر جب نظر دوڑاتے ہیں تو ان میں عبدالقیوم بیدار کا براہوئی زبان وادب سے متعلق جو نظریہ ہے نہایت دلچسپ معلومات اور ہر قسم کے اشکال کو رفع کرنے کے لیے کافی ہے۔

"ان میں چار زبانیں جنوبی ہند میں پائی جاتی ہیں اور اس علاقے میں اس کا بڑا گہرا اثر موجود ہے

۔لیکن براہوئی کو ماہرینِ لسانیات لسانی اعتبار سے ایک عجوبہ کہتے ہیں، یہ بنیادی طور پر دراوڑی زبان ہوتے ہوئے پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک اہم زبان ہے۔ماہرینِ لسانیات کو حیرت اس بات پر ہے کہ چاروں جانب آریاؤں سے گھرے ہونے کے باوجود اس زبان نے اپنی علیٰحدہ شناخت کس طرح برقرار رکھی۔ گو کہ براہوئی زبان پر کسی حد تک فارسی اور عربی زبان کا خاص اثر اسلام کی وجہ سے پڑا ہے ۔لیکن بنیادی ڈھانچہ کی وجہ سے اس کو دراوڑی زبان ہی کی ایک شاخ مانا گیا ہے۔ بلوچی، براہوئی اور مری ایک ہی نسل کے لوگ ہونے کے باوجود ان کی زبانوں میں اختلاف ہے ۔تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نسل نہیں بدلتی لیکن زبانیں بدل جاتی ہیں۔ایک ہی نسل کے لوگ جب مختلف تاریخی عوامل کے ہاتھوں مختلف ممالک میں بس جاتے ہیں تو ان ممالک کی مقامی بولیاں بولنے لگتے ہیں۔'' (34)

براہوئی زبان کا ارتقاء:

دنیا کے ہر معاشرے یا علاقے میں جو جو زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں، ان میں ہر زبان کی ایک انفرادی خصوصیت ضرور ہوا کرتی ہے، جس کی بدولت مرورِ زمانہ کی وجہ سے ان کی قبائلی تنظیم سازی کو رفتہ رفتہ تقویت ملتی ہے، یوں یہ زبان پروان چڑھ کر اپنے بامِ عروج کو چھوتی اور اپنے علاقے یا معاشرے کی ترجمان جاتی ہے، یوں ہی یا ان علاقوں کی مذہبی، سیاسی، علمی اور ادبی میدان میں اپنے بولنے والوں کی بہترین ترجمان جاتی ہے، یوں ہی بلوچستان میں بولی جانے والی براہوئی زبان کا ارتقاء ہے جو براہوئی ادبی اور علمی میدان میں اس قوم کی ترجمان ہے لہٰذا بعینہٖ اسی طرح براہوئی زبان اپنے قبیلے کی درجہ بدرجہ تنظیم اور قبائلی نظام کی وجہ سے انفرادی اہمیت کی حامل ہے۔لیکن جو چیز ان کو پاکستان کی دیگر نسلی عناصر سے منفرد اور ممتاز کرتی ہے وہاں کی زبان ہے اسی بناء پر وہ وادیِ سندھ کی تہذیب اور تمدن کے ساتھ بلاواسطہ رشتہ استوار کرتے ہیں۔

''براہوئی زبان آریائی یا ہندآریائی قدیم وجدید زبانوں سنسکرت، قدیم فارسی، یونانی، لاطینی،

انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی، روسی، فارسی اور ہندی کی طرح تصریفی زبان نہیں جو اپنے قواعدی رشتوں کو ممیز کرنے کے لئے لاحقوں، سابقوں اور میانوں کے ذریعہ الفاظ کی انتہا یا بعض اوقات ان کی صورت تک کو بدل ڈالتی ہے۔ یہ سابقے، میانے اور لاحقے اسماء کے ساتھ مل کر اپنے معنی اور انفرادیت ہی کھو دیتے ہیں۔ تاکہ ایک نئے معنی یا ایک نیا لفظ پیدا ہو سکے۔'' (35)

عبدالفرید بروہی براہوئی زبان سے متعلق درج ذیل رائے رکھتے ہیں:

''نہ ہی براہوئی زبان چینی یا تبتیکی طرح یک لفظی یا یک رکنی زبان ہے کہ ہر لفظ بغیر کسی اضافے کے ایک بنیادی خیال کا مظہر ہو۔ تامل، تیلگو، ملیالم، تولو، کدا گو اور براہوئی وغیرہ دراوڑی السنہ کی متمدن زبانیں ہیں۔ ان تمام السنہ کا اصول مشترک یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو لاحقوں، سابقوں و میانوں کے ذریعہ ایسے جوڑ دیتی ہے کہ وہ تصریفی السنہ کے لاحقوں کی طرح اصل لفظ میں کاملاً جذب تو نہیں ہوتے۔ لیکن اپنے معانی قائم رکھنے کے باوجود امتزاج اور الحاق سے ایک نئے معنی ضرور پیدا کر دیتے ہیں اور اس طرح تصریفی السنہ کے مقصد کو پالتے ہیں۔ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ براہوئی اور دیگر دراوڑی السنہ کا سامی اور حامی السنہ نہ صرف گہرا قریبی رشتہ ہے بلکہ قدیم بھی ہے۔'' (36)

عبدالفرید بروہی مزید رقم طراز ہیں:

''قلات کے مخصوص جغرافیائی ماحول میں گھٹے رہنے کی وجہ سے براہوئی قوم ایک خاص خانہ بدوشانہ اور قبائلی طرزِ حیات میں ڈھلتے چلے گئے۔ جس کی وجہ سے جنوبی ہند کی دیگر دراوڑی زبانوں کی طرح براہوئی زبان پروان نہ چڑھ سکی اور دیگر دراوڑ السنہ سے مختلف ہوتی چلی گئی اور اپنی وہ ماہیت من وعن برقرار نہ رکھ سکی جو وادی سندھ کے تمدن میں اس کے لئے مخصوص تھی۔ براہوئی میں دیگر زبانوں کے نفوذ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ برصغیرِ پاک وہند اور ایران میں قائم ہونے والی طاقتور سلطنتوں کے زیرِ

اثر خصوصاً اسلام کے بعد کے دور میں براہوئی میں عربی، فارسی، بلوچی، پشتو اور سندھی وغیرہ کے بے شمار الفاظ داخل ہو گئے لیکن جنوبی ہند کی دراوڑ السنہ اس یلغار سے بچی رہیں اور اپنی اصل میں کوئی تبدیلی نہ ہونے دی۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ ریاستِ قلات کی سرکاری، درباری اور دفتری زبان فارسی تھی۔ اس بناء پر براہوئی صرف بول چال کی زبان رہ گئی اور تامل کی طرح کوئی قابلِ ذکر ادب پیدا نہ کر سکی۔"(37)

فصل اول: براہوئی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن

قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر کی اہمیت رسالتِ مآب ﷺ کے دورِ مبارک میں اتنی زیادہ اہم نہیں تھیں جتنی اس کے بعد کے مختلف ادوار میں محسوس کی گئی ہے اس کی ایک بنیادی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو جو جو مسائل روزمرہ در پیش آتے تھے براہِ راست جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنے مسائل کا حل نکلوا کر تسلی و تشفی کر لیتے کیونکہ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارک اور فرمودات خود قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی، اس لیے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ایک ایسی جماعت کی آبیاری ہو گئی تھی جو اپنے مابعد آنے والے دور کے لوگوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے وہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کی بہترین جماعت تھی جن کا احاطہ کرنا یہاں مناسب نہیں اس طرح ان حضرات نے بھی ایک اور جماعت تیار کی جنہیں ہم تابعین کے نام سے موسوم کرتے ہیں پھر ان حضرات بھی اپنے ماقبل کی پیروی کرتے ہوئے تبع تابعین کی جماعت تیار کی یوں یہ سلسلہ چلتا رہا اور آج تک جاری وساری ہے انشاءاللہ آئندہ بھی تا قیامت چلتا رہے گا لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا رہا یوں روئے زمین پر انسانیت کا دائرۂ کار بھی وسیع ہوتا گیا اور فی میل کے حساب سے انسانوں کے رسم و رواج زبان و بیان میں فرق ہوتا ہوا نظر آنے لگا اس طرح زمین کے ہر ہر قطعہ پر جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے طفیل سے انسانوں کی جو آبیاری ہوئی تھی ان حضرات نے اپنے اپنے علاقے میں اللہ تعالیٰ کے اس مقدس پیغام کو عام کرنے اور اپنے علاقائی زبان میں کچھ نہ کچھ ترجمہ یا تفسیر ضرور کی ہے تاکہ تعلیماتِ نبوی ﷺ کے سلسلے کو قائم و برقرار رکھ سکے لیکن انیسویں صدی عیسوی میں جب سے برصغیر پاک ہند پر انگریز سامرج کی یلغار ہوئی ہے اس کے ساتھ ہی انگریز مشنریوں نے یہاں آنے ساتھ عیسائیت کی تعلیم بھی شروع کر دی تاکسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو راہِ راست ہٹا کر گمراہ کیا جا سکے جو کہ ان کی کم فہمی تھی اور نہ ہی انہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ تمام ادیان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ، محبوب اور بہترین دین اسلام ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ ہی نے لی ہے اس طرح ان مشنریوں کے خلاف سب سے زیادہ کام بیسویں صدی عیسویں ہیں قرآنیات کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ مذکورہ صدی میں قرآنیات پر سب سے زیادہ کام ہوا ہے اس ضمن میں صوبہ بلوچستان پاکستان میں جو تراجم یا تفاسیر قرآن ہوئی ہیں ان میں ایک بلوچستان میں براہوئی بیلٹ سے متعلق ہے جس کے رہنے والے زیادہ تر صوبہ بلوچستان کے مختلف اضلاع مثلاً کوئٹہ شہر، چاغی، قلات، خضدار، مستونگ اور اس کے آس پاس آباد ہیں لہٰذا ذیل میں مذکورہ بالا علاقوں میں

قرآنِ کریم کے براہوئی زبان میں تراجم کا مختصر تعارفی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ جن میں سب سے پہلا براہوئی ترجمہ ءقرآن جو علامہ مولانا محمد عمر دین پوریؒ کا ہے جس کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

مولانا محمد عمر دین پوریؒ (۱۸۸۲ء۔۱۹۴۸ء) اور ان کا ترجمہ قرآن:

مولانا محمد عمر دین پوریؒ جسے بلوچستان کے سطح پر انگریز ی استعمار کے خلاف مردِ مجاہد اور انگریز مشنری کے خلاف اشاعتِ دین کے سلسلے میں قرآن کریم کے اولین مترجم کے حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے سوانح نگاروں نے ان کے متعلق لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

"آپ کا نام محمد عمر والد کا نام عطا محمد جائے پیدائش ضلع مستونگ (بلوچستان) تاریخِ پیدائش ۱۸۸۲ء اور پندرانی قبیلہ سے آپ کا تعلق ہے۔ دین پوری اس وجہ سے کہلائے کہ آپ مستونگ سے نقل مکانی کر کے شکار پور سندھ سکھر ڈویژن صوبہ سندھ کا ایک شہر دریائے سندھ کے کنارے آباد ہے اور کراچی سے ۲۴۰ کلومیٹر پر واقع ہے) چلے گئے تھے۔ جہاں آپ نے شکار پور کے قریب بیگاری واہ کے کنارے "وکڑو" نام کی ایک بستی سے متصل اپنی براہوئی قوم کی ایک بستی قائم کی آپ کے استاذِ محترم نے اس نئی بستی کا نام دین پور رکھا۔" (38)

حصولِ علم:

"پندرہ برس کے عمر میں آپ نے اس وقت کے عالمِ دین مولانا ڈاہیؒ کی شاگردی میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا شروع کر کے قرآن مجید کی بنیادی تعلیم یعنی ناظرۂ قرآن پڑھا۔ ان ہی ایام میں آپ کی شادی بھی کرادی گئی چونکہ آپ کے دل میں حصولِ علم کا ذوق وشوق موجود تھا۔ اس لئے آپ برابر اپنے اس علمی سفر کو جاری وساری رکھتے ہوئے جیکب آباد تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے مولانا عبدالغفور ہمایونی

صاحبؒ کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور تین برس کے عرصہ تک یہاں اس دور کی متداولہ کتب سے فارغ التحصیل ہوئے۔ بعدازاں آپ نے مزید دینی تعلیم کے اس سفر کو دوام بخشتے ہوئے مولانا محمد فاضل درخوائیؒ کے قائم کردہ مدرسہ واقع قصبہ در خان ڈھاڈر (بلوچستان) میں مولانا موصوف کے چچا زاد مولانا عبدالحئیؒ سے شرفِ تلمّذ اختیار کر کے ان کے درس میں شامل ہوئے۔" (39)

درس وتدریس کا آغاز:

"بعداز فراغت مزید دینی خدمات کے لئے آپ اور آپ کے ایک رفیق مولانا شیر محمد جتوئیؒ نے دین پور میں ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ اس ادارے سے متصل ایک دارالاشاعت بھی قائم کیا جس میں مولانا محمد عمرؒ نے براہوئی جبکہ مولانا شیر محمدؒ جتوئی بلوچی زبان میں کتابیں لکھتے رہے۔" (40)

تاریخِ وفات:

"اپنی آخری زندگی میں آپ دین پور چھوڑ کر "نڑبینٹ "(خضدار) تشریف لائے یہیں سکونت اختیار کی۔ آپ کی ایک صاحبزادی تاج بانو جو دینی علوم کی فاضلہ تھیں اور کئی کتابوں کی مصنفہ بھی تھیں۔ موصوفؒ کی تاریخِ وفات ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۸ء ہے۔" (41)

ا۔ براہوئی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ:

"مولانا محمد عمر دین پوریؒ کثیر التصنیف تھے۔ آپ کی دینِ اسلام کے لئے خدمات رہتی دنیا تک قائم اور یادگار رہیں گی اس لئے کہ اس پر فتن دو میں عیسائی مشنریاں جگہ جگہ اسکولز، ہسپتال، مختلف اداروں اور انجمنوں کے ذریعہ سے عیسائیت کا پرچار کر رہی تھیں۔ بلوچستان کے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان خطرے میں تھا۔ مسلمانوں کے تہذیبی، ثقافتی، اور مذہبی اقدار پر غیر مسلم قوتیں یلغار کر رہی تھیں۔

انگریزوں کی بھرپور کوشش تھی کہ کسی طرح راسخ العقیدہ مسلمانوں کو اپنے اصلی عقائد اور دینِ اسلام سے متنفر کر دیں۔ اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لئے یہاں کی مقامی زبانوں میں عیسائی مذہب کی کتابوں کی اشاعت کا آغاز کیا اور عیسائیوں کی بائیبل سوسائٹی نے ۱۹۰۷ء میں انجیل کا براہوئی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔" (42)

"اس طرح سلسلے میں اس عوام پر کرشمۂ قدرت چمکا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اس دین کے ماننے والوں کی حفاظت فرما کر ایسے میں آپؒ کو اس مبارک خدمت کے لئے چنا دین کی خدمت کا کام لینا اور پھر قرآن جیسی مقدس کتب کا ترجمہ کرنا کسی معجزہ سے کم نہیں۔ لہٰذا آپ کی ان خدمات میں سے ایک عظیم کارنامہ خدمتِ قرآن کا براہوئی زبان میں ترجمہ قرآن ہے۔ مولانا عمر دین پوریؒ نے دن رات ایک کر کے بالآخر اس مقدس کام کو عملی جامہ پہنا کر ۱۹۱۵ء میں یہ مکمل ترجمہ قرآن لکھا۔" (43)

خصوصیاتِ ترجمہ:

"براہوئی زبان میں قرآن کریم کا یہ ترجمہ مولانا موصوفؒ کی ایک اہم خدمت اور قابلِ ذکر کاوش ہے۔ مترجم کا انداز نہایت سادہ، عام فہم سلیس براہوئی زبان میں ہے جسے ایک معمولی براہوئی خواندہ بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ مولاناؒ نے اس ترجمہ میں کسی اور مترجم و مفسر کا اتباع بھی نہیں کیا بلکہ گہرے مطالعہ کے بعد انہوں نے یہ بامحاورہ ترجمہ قرآن کیا ہے۔ اور یہ ترجمہ اب تک کی تحقیق کے مطابق براہوئی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ ہے۔" (44)

مصادر و مراجع:

اس ترجمہ قرآن میں مولانا موصوفؒ نے خاص کر امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فارسی ترجمہ ''فتح القرآن''، شاہ رفیع الدینؒ کا اردو ترجمہ ''توضیح البیان ''اور شاہ عبدالقادر کا اردو ترجمہ ''موضح القرآن'' کو مدِ نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ غرض، ترجمہ قرآن کے وقت مولانا موصوفؒ کے زیرِ نظر جو جو دیگر تراجم یا تفاسیرِ قرآن تھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تراجمِ قرآن بطور مأخذ:

۱۔ فتح القرآن از امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔

۲۔ توضیح القرآن از شاہ رفیع الدینؒ۔

۳۔ موضح القرآن از شاہ عبداللہ القادرؒ۔

تفاسیر قرآن بطور مأخذ:

۱۔ تفسیرِ جلالین (شامل نصاب درسِ نظامی) علامہ جلاالدین سیوطیؒ و جلال الدین محلیؒ۔

۲۔ تفسیر المعالم التنزیل از ابو محمد حسین رکن الدین بن مسعود بغوی۔

۳۔ تفسیرِ لباب التاویل فی معانی التنزیل (خازن) از علامہ علاؤالدین ابوالحسن علی بن محمد ابراہیم۔

۴۔ تفسیرِ مدارک التنزیل از ابوالبرکات عبداللہ بن احمد محمود نسفیؒ ۷۱۰ھ۔

۵۔ تفسیرِ بیضاوی از قاضی امام ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمرؒ۔

۶۔ تفسیرِ درِ منثور از علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔

۷۔ تفسیرِ حسینی از ملا حسین واعظ کشفیؒ۔

۸۔ جامع البیان از ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ۔

مولانا موصوفؒ اپنے وقت کے ایک مایہ ناز محقق، مترجم، ادیب، قلم کار، مصنف، مبلغ، مؤلف اور شاعر تھے۔ان کی شاعرانہ خصوصیات کا ذکر کامل القادری نے کچھ یوں کیا ہے:

> ''مولانا محمد عمر دین پوریؒ کی شاعرانہ صلاحیت کی تجلیاں، سودائے خام میں ملتی ہیں۔انہوں نے عربی زبان میں شعر کہے، اس لئے عربی و فارسی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ان کے پیش نظر تھا۔ براہوئی زبان و بیان کی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے قابلِ تقلید نمونہ چھوڑا ہے''۔ (45)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی مولانا موصوفؒ کے نثر و نظم پر عبور سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''مولاناؒ موصوف بچپن ہی سے براہوئی زبان میں نظم اور نثر پر یکساں طور پر عبور رکھتے تھے۔ان کی سب سے زیادہ مقبول کتاب ''سودائے خام'' ہے، یہ کتاب آپ کی غزلیات کا مجموعہ ہے اور براہوئی زبان میں بلند پایہ کی کتاب ہے۔اس کے دوسرے نمبر پر کوئٹہ میں آنے والے زلزلہ ۱۹۳۵ء کے بعد ایک اور کتاب بنام ''آئینہ قیامت'' شائع ہوئی۔'' (46)

اس کتاب میں موصوفؒ نے کوئٹہ میں آنے والے قیامت خیز زلزلے کا مفصل انداز میں حال بیان کیا ہے جو ایک اہم کتاب ہے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق موصوفؒ کی کم و بیش پچاس ۵۰ کے لگ بھگ تصنیفات و تالیفات ہیں جن میں سے کئی شائع ہو چکی ہیں، جبکہ کئی مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں، ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا محمد عمر دین پوریؒ کی دیگر تصنیفات :

۱۔ براہوئی زبان میں ترجمہ قرآن کریم۔

۲۔ سودائے خام، اصل الایمان۔

۳۔ فی الفراق، آئینہ قیامت۔

۴۔آئینۃ المستورات، مخ العبادات۔

۵۔جہالت بانو، دبیص الطبیب فی الذکر الحبیب۔

۶۔نامِ حق، تعلیم الاسلام۔

۷۔ترجمہ نماز فرائض۔

۸۔ترجمہ کریما۔

۹۔نصیحت نامہ۔

۱۰۔میثاقِ مدینہ۔

۱۱۔اشتہارِ حسرت مع اظہار۔

۱۲۔حفظ الایمان۔

۱۳۔داستانِ درخانی۔

۱۴۔رسالہ دینیات حصہ اول ودوم۔

۱۵۔قاعدہ براہوئی زبان۔

۱۶۔داستانِ ابلیس۔

۱۷۔تفسیر مفتاح القرآن۔

۱۹۔مثال حال۔

۲۰۔تحفۃ الامراء، ثبوت۔

۲۱۔العجائب۔

۲۲۔دافع الوساوس۔

۲۳۔ داستانِ درنائی۔

۲۴۔ شروط الصلوٰۃ۔

۲۵۔ ہدایتِ قادریہ۔

۲۶ ریل نامہ۔

۲۷ ترجمہ محمود نامہ۔

۲۸۔ بچڑا۔

۲۹۔ مجموعہ ضبط وغیرہ۔

مولانا محمد افضل نوشکوی ؒ (۱۹۱۰ء۔۱۹۷۴ء) اوران کا براہوئی ترجمہ ءقرآن:

حسب ونسب:

''بلوچستان کے معروف عالمِ دین، علمی، ادبی شاعر اور ممتاز سیاستدان مولانا محمد افضل مینگل ؒ ۱۹۱۰ء کو ضلع نوشکی کے علاقہ عیسیٰ چاہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے یہ علاقہ پاکستان اور افغانستان کے سنگم میں واقع ہے۔ والد کا نام میر یعقوب خان تھا جو مینگل قبیلے کی ذیلی شاخ جنگی خان زئی سے تعلق رکھتے تھے ۔آپ کل پانچ بھائی تھے جن کے اسمائے گرامی یوسف، قاسم، نظر محمد، دین محمد اور پانچوے کا نام مولانا محمد افضل تھا۔''(47)

ابتدائی تعلیم :

مولانا موصوف ؒ نے جن بلادِ اسلامیہ کی طرف تحصیلِ علم کے لیے اسفار کیے، وہ درج ذیل ہیں۔

''موصوف ؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ نوشکی کے خلق بٹو کی مقامی مسجد کے امام مولانا

فضل حقؒ سے حاصل کی جس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے سندھ وپنجاب کا رخ کرکے جہاں کے دینی اداروں سے صرف، نحو، منطق اور دیگر فنون وغیرہ کی کتابیں پڑھیں لیکن اس کے باوجود علمی پیاس و تشنگی برقرار رہی، اس کے ساتھ گھریلو حالات نامساعد رہنے کے باوجود موصوفؒ نے برصغیر پاک وہند کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا جہاں سے ۱۹۳۶ء میں دورۂ حدیث تک تعلیم حاصل کرکے سندِ فراغت حاصل کی اس وقت موصوفؒ کے شیوخ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا شاہ انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا سعید احمدؒ، مولانا اصغر حسینؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ اور دیگر نامور علمائے کرام سے فیضِ علم حاصل کیا۔" (48)

درس وتدریس کا آغاز:

بعد از سندِ فراغت مولانا موصوفؒ نے جہاں جہاں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

"مولانا موصوفؒ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرتے ہی اپنے آبائی وطن کا رخ کیا۔ مستونگ (بلوچستان) میں معروف دینی ادارہ دارالعلوم نصیریہ اور مدرسہ عربیہ افضل المدارس سے بحیثیت استاذ و شیخ الحدیث درس وتدریس کا آغاز کیا، جہاں موصوفؒ نے مدرسہ ہذا میں دعوتِ دین کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں اس وقت کے موجود انگریز سرکار اور اس کی مشنریوں کے ناپاک عزائم سے مسلمانوں کو باخبر اور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا موصوفؒ چونکہ بنیادی طور سے ایک شعلہ بیان عالم ہونے کے ساتھ ادیب، شاعر اور ایک مدبر سیاست دان اور شہسوار بھی رہے ہیں، لیکن سیاسی جدوجہد اور علمی مصروفیات کی وجہ سے موصوفؒ اگرچہ ادب کو زیادہ وقت نہ دے سکے تاہم ادب کے میدان سے ضرور منسلک رہے، موصوفؒ براہوئی زبان کے ساتھ عربی اور فارسی زبان میں بھی طبع آزمائی

کیا کرتے تھے۔ زیادہ تر توجہ دینی شاعری کی طرف رہی، اس وجہ سے موصوف نے تصنیف وتالیف پر کم توجہ دی موصوف کی مشہور تصانیف میں نداء السحور باذکار المشہور کے علاوہ قرآن کریم کی سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور سورۂ یٰسین کا مکمل براہوئی زبان میں منظوم ترجمہ کیا۔" (49)

۴۔ ترجمہ سورۂ فاتحہ (منظوم ترجمہ بزبان براہوئی) :

مولانا موصوفؒ اپنے دور میں براہوئی زبان کے ایک اعلیٰ اور قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ادیب اور قلم کار رہے جنہیں بیک وقت اردو، فارسی، عربی اور براہوئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ مترجم نے جس انداز میں منظوم ترجمہ کیا ہے کچھ یوں ہے۔

"مترجم: مولانا محمد افضل نوشکویؒ ایک جید عالم دین، بلوچستان کے ضلع چاغی کے شہر نوشکی میں مقیم تھے وہیں ایک دینی مدرسہ افضل المدارس قائم کیا جو اب تک قائم ہے، سورۂ فاتحہ کا یہ منظوم ترجمہ براہوئی زبان ترجمہ مختلف رسائل و جرائد میں چھپا ہے۔ ناقدین کی نظر میں یہ ترجمہ اپنے اندر علمی وادبی محاسن رکھتا ہے۔ مولانا محمد افضلؒ کی فارسی میں تین کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔" (50)

ترجمہ سورۂ یٰسین کا (منظوم بزبانِ براہوئی) :

سورۂ فاتحہ کے علاوہ موصوف مترجمؒ نے قرآن کریم کی سورۂ یٰسین کا بھی براہوئی زبان میں ترجمہ کیا ہے، جو کہ بلوچستان کی سطح پر ترجمہ وتفسیرِ قرآن پر ایک اضافی کام ہے۔

"مولانا محمد افضل مینگلؒ کی بڑی ادبی اور دینی خدمت ان کا سورۂ یٰسین کا براہوئی زبان میں منظوم ترجمہ ہے۔ یٰسین شریف کو حدیث شریف میں قرآن کریم کا دل کہا گیا ہے۔ اس سورت کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ سورۂ یٰسین کل تراسی ۸۳ آیات پر مشتمل سورت ہے، مترجم نے ان تمام آیاتِ مبارکہ کا منظوم براہوئی ترجمہ کیا ہے، جو ان کی لیاقت، علمیت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔" (51)

ترجمہ سوۂ اخلاص (منظوم بزبانِ براہوئی):

''موصوفؒ کی دینی خدمات میں سے قرآن کریم کی سورۂ اخلاص کا براہوئی زبان میں منظوم ترجمہ ہے۔ جو کہ مترجم کے بلوچستان میں تفسیری ادب میں ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ اس منظوم ترجمہ میں سورۂ اخلاص کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ سورت چونکہ ثلثِ قرآن ہے اور نمازی دن رات اسے پڑھتے ہیں تاکہ براہوئی مسلمان ہر نماز میں جب یہ سورت مبارک پڑھیں ان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دیگر صفات جاگزین ہوں۔'' (52)

خصوصیاتِ منظوم ترجمہ سورۂ فاتحہ، سورۂ یٰسین اور سورۂ اخلاص:

مترجم موصوف نے قرآنِ کریم کے مذکورہ تین سورتوں کا براہوئی زبان میں منظوم ترجمہ لکھا ہے جو کہ شعراء بلوچستان کے لیے ادبی وشاعری میدان میں ایک اہم اور خاص اضافہ ہے جبکہ مذکورہ صوبے کے لیے ایک عام اضافہ خیال کیا جاتا ہے غرض مذکورہ ترجمہ کے جو محاسن ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

''سورۂ فاتحہ جو کہ اُمّ القرآن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے متعلق بیان ہے، اس سورت کا منظوم ترجمہ ہے جو کہ اپنے اندر علمی ادبی محاسن سے بھرپور مزین ہے مولانا موصوف چونکہ براہوئی زبان کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہیں، جس نے براہوئی معاشرہ کو مذکورہ ترجمہ میں اپنا مخاطب بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام بذریعہ شاعری اس معاشرے میں عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی لیے یہ ترجمہ بلوچستان میں مختلف رسائل و جرائد میں وقتاً فوقتاً چھپتا رہا جو کہ مولانا موصوف کی علمی مقام و مرتبہ کا ایک بین اور واضح ثبوت ہے اسی طرح سورۂ اخلاص جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور یکتائی بیان کی ہے اس کا منظوم ترجمہ لکھ کر عوام الناس اور ادبی حلقوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے ایک مخصوص شاعری پیرا

یے میں بیان کیا ہے، اس کے ساتھ اپنے ایک مخصوص ومترنم براہوئی انداز میں مذکورہ سورت میں شرک کی نفی کو بھی اجاگر کیا ہے۔ جبکہ سورۂ یٰسین جسے احادیث نبویؐ میں قرآنِ کریم کا قلب کہا گیا ہے بڑی فضیلت والی سورت ہے، مولانا موصوف مترجم نے براہوئی زبان میں اس کا منظوم ترجمہ کرکے شعراء بلوچستان کے لیے ایک بیش بہا گنجینہ فراہم کیا ہے، جو کہ شاعری ادبی میدان میں ایک اہم اضافہ خیال کیا جاتا ہے۔'' (53)

عبدالغفار حلیمی (۱۹۶۴ء۔حیات) اوران کا ترجمہء قرآن بزبانِ براہوئی :

مولانا عبدالغفار حلیمی جو کہ صوبہ بلوچستان کے علاقے قلات سے تعلق رکھتے ہیں مولانا موصوف کی دینی خدمات ہیں اگرچہ موصوف مترجم بریلوی مکتبہء فکر کے عالمِ دین ہیں، تاہم ان کے دینی، علمی وادبی خدمات سے قبل موصوف کے بارے میں جاننا اہم ہے۔البتہ مولانا موصوف نے راقم الحروف کو اپنے حالاتِ زندگی سے متعلق بذریعہ فون ایک خط املا کرایا جو کہ کچھ اس طرح سے ہیں۔

تاریخِ پیدائش:

''نام عبدالغفار ہے اور اپنے نام کے ساتھ حلیمی بطورِ نسبت لکھتے ہیں، والد کا نام تاج محمد اور جائے پیدائش صوبہ بلوچستان ضلع قلات کا مضافاتی علاقہ ''کپوتو'' ہے تاریخِ پیدائش سن ۱۹۶۴ء ہے، نسلاً براہوئی قبائل میں ''عمرانی''، قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو کہ بلوچ قبائل کی ایک ذیلی شاخ ہے۔''(54)

حصولِ علم:

''موصوف نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ سے حاصل کی ہے، اس کے بعد مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدرسہ غوثیہ انوار باھو کوئٹہ چلے گئے، جہاں سے آپ نے علمی تشنگی پوری کرکے اندرونِ سندھ حیدرآباد چلے گئے اور وہاں پر مدرسہ دارالعلوم احسن البرکات میں داخلہ لیا وہیں سے

سندِ فراغت حاصل کر کے اپنے آبائی علاقہ قلات واپس تشریف لائے۔آج کل قلات میں مقیم ہیں اور مدرسہ غوثیہ رحیمیہ قلات میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔"(55)

۹۔ براہوئی ترجمہ، کنزالایمان فی ترجمۃالقرآن:

حضرت مولانا مفتی عبدالغفار حلیمی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کا اردو زبان میں ترجمہ جس اسلوب پر کیا ہے اس کا عکسی ترجمہ بعینہٖ مولانا موصوف ومترجم حلیمی نے براہوئی زبان میں کیا ہے۔مولانا موصوف اس کے متعلق یوں لکھتے ہیں :

"کنزالایمان دراصل اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کا اردو زبان میں لکھا ہوا ترجمہ قرآن ہے۔ جس کا انداز وبیان اور اسلوب سلیس اردو میں اور عام فہم ہے۔جسے عام مسلمانوں کے لئے لکھا ہوا بہترین نسخہ خیال کیا جاتا ہے۔اس کا ترجمہ مولانا ومفتی عبدالغفار حلیمی صاحب نے براہوئی زبان میں کیا ہے۔ مترجم چونکہ بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے اسے بلوچستان میں بولی جانے والی عام براہوئی زبان اور سادہ اسلوب پر لکھا گیا ہے۔تاکہ بوقتِ مطالعہ اس سے استفادہ کیا جاسکے۔"۔(56)

دیگر تصانیف:

مولانا موصوف کے بلوچستان کی سطح پر گرانقدر دینی علمی اور ادبی خدمات ہیں،البتہ موصوف مترجم کے دیگر دینی خدمات کے علاوہ کچھ تصنیفات بھی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کنزالایمان فی ترجمۃالقرآن (براہوئی) از مفتی عبدالغفار حلیمی

۲۔ ترجمہ وتفسیر کنزالایمان اعلیٰ حضرت ومولانا نعیم الدین مرادآبادی از مفتی عبدالغفار حلیمی

۳۔ تانماز از فارسی سے بروہی زبان میں ترجمہ۔ از مفتی عبدالغفار حلیمی

۴۔ شرح ریاض الصالحین، الکلمۃ العلیا لآلیء بعلم المصطفیٰ۔ از مفتی عبدالغفار حلیمی۔

فصل دوم: بلوچستان میں براہوئی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر

تمہید:

بیسویں صدی عیسویں میں بلوچستان میں حضرات علمائے کرام نے قرآن کریم کے براہوئی زبان میں تراجم کر کے اشاعتِ دین کی خاطر اور اہلِ براہوئی زبان کے لیے مختلف انداز اور اسلوب پر کام کیا ہے۔ دورانِ تحقیق جو جو تراجم ہمارے سامنے آئیں ہیں جس کا مفصل انداز میں تذکرہ بابِ اول میں کیا گیا ہے چونکہ بیسویں صدی عیسویں کو قرآنیات تراجم و تفاسیر پر کام کے حوالے سے ایک اہم صدی خیال کیا جاتا ہے، جس میں دیگر صدیوں کی بنسبت سب سے زیادہ قرآنیات پر کام کرنے کی صدی کا اہم خیال کیا جاتا ہے اس صدی میں ان تراجم کے ساتھ ساتھ جو تفاسیر براہوئی زبان میں کیے گیے ہیں ان کے مفسرین حضرات کی حالاتِ زندگی اور براہوئی زبان میں اسلامی ادب کے ساتھ ساتھ ان حضرات کی براہوئی زبان میں تفاسیر کی تفصیل اور ان کے مناہج پر اس باب میں تذکرہ کیا جارہا ہے جن میں چند ایک براہوئی زبان کی مشہور تفاسیر کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

مولانا محمد عمرؒ: (۱۹۱۵ء۔) کا براہوئی زبان میں تفسیرِ قرآن علم نابال:

مختصر سوانحی حالات:

مولانا محمد عمر کی سوانحِ عمری کے متعلق سوانح نگاروں نے یوں لکھا ہے:

> ''حضرت مولانا محمد عمرؒ کا تعلق ضلع مستونگ (کوئٹہ سے ۲۲ کلومیٹر کے فاصلے پر قلات کے قریب)علاقہ پڑنگ آباد تری سے ہے۔ قوم کے لحاظ سے درانی قبیلہ سے تعلق ہے۔آپ کی صحیح اور درست تاریخِ پیدائش کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکی۔'' (57)

حصولِ علم:

موصوفؒ نے حصولِ علم کے لیے درج ذیل علمی مراکز سے تحصیلِ علم کیا ہے:

''موصوف مفسرؒ آبائی علاقہ سے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہندوستان چلے گئے جہاں آپ نے ۱۹۳۵ء میں دار لعلوم دیوبند (حوالہ: بھارت کا ایک مشہور قدیم قصبہ جہاں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ایک دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کا ۱۸۶۷ء میں بنیاد رکھا تھا) میں داخلہ لیا۔ وہیں سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے آبائی وطن مستونگ تشریف لائے۔''(58)

درس وتدریس کا آغاز:

بعد از فراغت مفسرؒ نے درس وتدریس کا باقاعدہ آغاز جہاں سے کیا درج ذیل ہے:

''دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جب وطن واپسی ہوئی تو اپنے علاقے والوں کے اصلاح کے لئے مستونگ میں ایک دینی مدرسے میں درس تدریس کا آغاز کیا۔ جہاں آپ نے شب وروز اسی علاقہ والوں کی فکرِ آخرت واصلاح اور تزکیہِ نفس میں مشغول رہے۔ توحید ورسالت کی تبلیغ کر کے نوجوان نسل کو اللہ کے دین کی طرف راغب کرنے میں اور بدعات کا خاتمہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ براہوئی معاشرے میں پھیلے ہوئے شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اس کے ساتھ ساتھ برے رسوم ورواج مثلاً عورتوں کو باپ کی میراث سے حصہ نہ ملنا، انہیں علم جیسی مقدس زیور سے محروم رکھنا وغیرہ کا خاتمہ کر کے اس طرح عورتوں کے حقوق کا خاص الخاص خیال رکھا اور انہیں اسلام کے مجوزہ احکامات کے موافق حقوق دلوا کر معاشرے میں انہیں جائز مقام دلوایا۔ اپنی ساری زندگی اشاعتِ اسلام کے لئے وقف کی۔ اپنے وقت کے جید عالمِ دین تھے اور خطیبِ بلوچستان جیسا لقب آپ کو آپ کی خداداد صلاحیوں کی وجہ سے ملا تھا۔ اپنے وقت کے بہترین مقرر، محرر تھے۔'' (59)

سیاسی حالاتِ زندگی:

موصوف نہ صرف اپنے وقت کے جید عالمِ دین تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سیاست کے میدان میں بھی اپنے وقت کے ایک مدبر سیاستدان تھے۔ موصوفؒ کی سیاسی حالاتِ زندگی یوں ہے:

''آپ اپنے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی سرگرم اور آگے آگے رہے ہیں تاکہ سیاست کے ذریعہ سے خلقِ خدا کو ہر ممکن فائدہ پہنچایا جاسکے اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ نے جمعیتِ علماء اسلام (جو کہ علماء حق کا ایک سیاسی اور نمائندہ جماعت خیال کیا جاتا ہے) کو چن کر اس کے پلیٹ فارم سے عملی سیاست کے میدان میں اتر آئے۔ اپنے اصلی اہداف کو جامہ پہنانے ہی والے تھے کہ جماعت کے باہمی سیاسی رنجوشوں، ناچاقیوں اور اختلافات کی بناء پر آپ نے ہمیشہ کے لئے اس میدان کو خیر باد کہہ دیا۔ درس وتدریس میں مشغول ہو کر دینی خدمات سرانجام دینے لگے۔''(60)

تفسیر علم نابال (علم کی اڑان):

مولانا محمد عمرؒ نے قرآنِ کریم کی آخری پارہ عم کی سورۂ علق کی براہوئی زبان میں تفسیر لکھ کر براہوئی اہلِ علم حضرات اور براہوئی ادبی میدان کے شہسواروں میں اپنا نام درج کرا کر اس طرح ان کی یہ خدمت تا قیامت یادگار رہے گی موصوفؒ نے اس طرح براہوئی زبان میں تفسیر علم نابال لکھ کر بلوچستان کی سطح پر تفسیری میدان میں اہم اضافہ کیا ہے جن کی تفصیل یوں ہے:

''موصوف مولانا محمد عمرؒ کی تصنیف کردہ تفسیر ''علم نابال'' قرآن کریم کے آخری جز ''سورۂ علق'' اور سورت نمبر ۹۶ کی آیتِ مبارکہ کی تفسیر ہے۔ جس میں ابتدائی پانچ آیاتِ وحی جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں لفظِ ''اقراء'' کا استعمال ہے جس میں فضیلت واہمیتِ علم کا بیان ہے۔''(61)

۲۔ خصوصیاتِ تفسیر علم نابال (علم کی اڑان):

اس تفسیر کے جو خاص خصوصیات اور خوبیاں ہیں درج ذیل ہیں:

''مولانا محمد عمرؒ نے اس کی تفسیر میں اس کی فضیلت کو عام فہم اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ موصوفؒ نے علم کی اہمیت پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے حوالے سے روشنی ڈالی ہے ۔ موصوف کی یہ تفسیر براہوئی زبان وادب میں کسی سرمایہ سے کم نہیں۔ مولاناؒ کی طرزِ تفسیر دراصل حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بڑے صاحب زادہ جن کی تاریخِ پیدائش ۱۷۴۶ء ہے والد کی وفات کے بعد مسندِ درس پر فائز ہوئے کافی تصنیفات ہیں آپ کی تفسیر فتح العزیز المعروف تفسیرِ عزیزی کے طرز پر ہے جو کہ ایک پارے کی تفسیر ہے کافی معروف ہے جس کی سنِ وفات ۱۸۲۳ء ہے، کے تفسیرِ عزیزی کے طرز پر کی ہوئی تفسیر ہے۔ جس میں معانیِ قرآن کو وضاحت کے ساتھ حکایات اور واقعات تحریر کیا گیا ہے۔ تفسیر میں اردو عربی زبان کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں۔ تفسیر میں پہلے آیاتِ قرآنی پھر ترجمہ قرآن اور اس کے بعد تفسیر کو ایک ہی سطر میں تحریر کیا گیا ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت عمدہ ہے۔ اس تفسیر میں کل ۱۴۰ صفحات ہیں اور یہ دسمبر ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپوا کر براہوئی اکیڈمی کوئٹہ سے شائع کیا گیا ہے۔'' (62)

حافظ سلطان احمدؒ (۱۹۴۸ء۔۱۹۷۳ء) اور ان کی تفسیر السلطان:

بلوچستان میں جن علمائے کرام نے ترجمہ و تفسیر کے میدان میں تاریخ کے تناظر میں اپنا نام رقم کرایا ہے ان حضرات میں ایک نام حافظ سلطان احمدؒ کا ہے جس کے بارے میں جاننا ضروری ہوگا موصوف کے متعلق سوانح نگاروں نے یوں لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

موصوف ؒ کی تاریخِ پیدائش یوں ہے:

"حافظ سلطان احمدؒ بن حافظ خان محمد صاحب کی جائے پیدائش احمد آباد، اوستہ محمد (بلوچستان کے ضلع جعفر آباد کا ایک چھوٹا قصبہ) اور تاریخِ پیدائش ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء کو بلوچستان میں ہوئی۔" (63)

حصولِ علم:

موصوف مفسرؒ کی علمی و تعلیمی قابلیت یوں ہے:

"ابتدائی تعلیم سندھی اور اردو میں حاصل کر کے بعد ازاں مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوئٹہ سے ۲۳ کلومیٹر کے فاصلے پر مستونگ گئے جہاں آپ نے وہاں کی جامع مسجد مستونگ میں حضرت مولانا محمد صدیقؒ سے فارسی و عربی زبان کی کتابیں پڑھی۔اس کے ساتھ ساتھ آپ نے پٹواری کی تربیت بھی حاصل کی اور براہوہوئی زبان میں لکھنا پڑھنا بھی شروع کر کے آپ نے براہوئی زبان میں کئی کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔" (64)

تاریخِ وفات:

موصوفؒ جوانی کے عالم میں اس دارِ فانی سے یوں کوچ کر گئے:

"موصوفؒ ۱۹۷۳ء میں یرقان کی بیماری میں مبتلا ہوئے،اس طرح حافظ سلطان احمدؒ جوانی کے عالم میں ۲۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو اس دارِ فانی سے اوتھل (ضلع لسبیلہ) کے مقام پر کوچ کر گئے۔" (65)

۳۔ خصوصیاتِ تفسیر السلطان المعروف بہ تنویر الایمان :

مفسرؒ کا براہوئی معاشرے میں پیغامِ قرآن کو عام کرنے میں اہم کردار ہے اور براہوئی زبان میں تفہیمِ قرآن کریم کی گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں یہ تفسیر کس منہج اور کس انداز واسلوب پر لکھی گئی ہے؟ اس کے متعلق ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب رقم طراز ہے کہ :

> ''تفسیر السلطان مکمل قرآن مجید کی تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ ابتدائی تین پاروں کی یعنی الٓمٓ، سیقول السفہاء اور تلک الرسول کی تفسیر ہے۔ اس میں سے پہلے پارے کی تفسیر طبع ہوئی ہے جس کی تکمیل ستمبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی، جبکہ باقی دو پاروں کی تفسیر ۱۹۷۰ء میں مکمل تو ہوئی تاہم غیر مطبوعہ ہے۔ زیر بحث تفسیر براہوئی زبان کی ان ابتدائی تفاسیر میں سے ہے جو مذکورہ زبان وادب میں کسی سرمایہ سے کم نہیں یہ تفسیر مفسرؒ کی محنتِ شاقہ کا ذاتی نتیجہ ہے۔''(66)

حافظ صاحبؒ نے اس تفسیر میں پہلے اختصار سے بیان کر کے بعد ازایں آیتِ مبارکہ کی مکمل وضاحت فرماتے ہیں اور پھر آخر میں پورے مضمون کا خلاصہ بیان کر کے مکمل احاطہ فرماتے ہیں۔ مفسر نے تفسیر ہذا میں محققانہ انداز اپنایا ہے جس سے مفسر کی علمی قابلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تفسیر عام فہم اور جامع انداز اور سلیس براہوئی زبان میں ہے جسے ایک عام براہوئی زبان کا عام خواندہ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اس تفسیر میں ''مفسرؒ نے براہوئی زبان کے علاوہ سندھی زبان کے الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے۔ حافظ موصوفؒ نے پورے قرآن کا ترجمہ کرنے کا عزمِ مصمم کیا تھا لیکن زندگی نے وفا نہیں کی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے والد خان محمد صاحب نے پہلے پارے کی تفسیر دسمبر ۱۹۷۳ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپوا کر اوستہ محمد، احمد آباد سے شائع کیا۔ اس تفسیر کے کل ۲۴۰ صفحات ہیں۔ بہترین کتابت، عمدہ کاغذ اور عمدہ طباعت ہے۔

مصادر و مراجعِ تفسیر السلطان:

تفسیر ہذا لکھتے وقت مولانا موصوفؒ نے دیگر مختلف زبانوں عربی، اردو اور فارسی کی تفاسیر کا خوب مطالعہ کیا بعد ازاں انہوں یہ تفسیر لکھی ہے جس سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا موصوفؒ گہرے اور عمیق مطالعہ کا ذوق وشوق رکھتے تھے اس کے ساتھ یہ بھی کہ مولانا

موصوفؒ کو عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر مکمل عبور بھی حاصل تھا۔اس تفسیر میں مفسرؒ نے جن مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اردو تفاسیر کے مصادر و مراجع:

۱۔ خلاصۃ التفاسیر از از مولانا فتح محمد تائب۔

۲۔ تفسیرِ ثنائی از علامہ مولانا ثناء اللہ امر تسری۔

۳۔ تفسیر ابنِ کثیرؒ (اردو) از مولانا محمد جوناگڑی ۔

فارسی تفاسیر کے مصادر و مراجع:

۱۔ تفسیرِ عزیزی از مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ۔

۲۔ تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ کشفیؒ۔

عربی تفاسیر کے مصادر و مراجع:

۱۔ تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی ؒ ۔

۲۔ تفسیرِ مدارک التنزیل از ابوالبرکات عبد اللہ احمد بن محمودؒ۔

۳۔ تفسیرِ جلالین از علامہ جلاالدین السیوطیؒ و علامہ جلاالدین محلی ؒ ۔

۴۔ تفسیرِ لباب التاویل فی معانی التنزیل (خازن) از علامہ علاؤالدین ابوالحسن علی بن محمد ابراہیم۔

۵۔ تفسیرِ بیضاوی از قاضی امام ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمرؒ۔

مولانا موصوفؒ کی دیگر تصانیف :

حافظ سلطان احمدؒ نے صرف ایک مایہ ناز مفسر تھے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے ایک بہترین شاعر، ادیب، محقق، مفسر اور مؤرخ بھی تھے اللہ تعالیٰ نے موصوفؒ کو ایک خاص علم ودیعت کیا تھا اسی وجہ سے کئی زبانوں (مثلاً عربی، براہوئی، اردو اور سندھی) پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے کم عمری میں کئی کتابیں تصنیف کیں ہیں جو کہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

۱۔ براہوئی نعت (براہوئی زبان میں نعتوں کی لکھی ہوئی کتاب)۔

۲۔ مجرباتِ سلطانی (اردو زبان غیر مطبوعہ)۔

۳۔ مجرباتِ سلطانی (سندھی زبان غیر مطبوعہ)۔

۴۔ مجموعہ اشعار جھالاوان (براہوئی زبان غیر مطبوعہ)۔

۵۔ عملی زندگی (غیر مطبوعہ اردو زبان)۔

۶۔ قصص الانبیاء (براہوئی زبان غیر مبطوعہ)۔

مولانا عبدالرشید ہمدم:

بلوچستان میں جن حضرات علمائے کرام نے ترجمہ یا تفسیر لکھا ہے ان میں ایک نام مولانا عبدالرشید ہمدم کا قابلِ ذکر ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

سوانح نگاروں نے موصوف کے متعلق یوں لکھا ہے:

''براہوئی زبان کے (عصر حاضر) کے بڑے دینی شاعر اور ادیب مولانا عبدلرشید ضلع نوشکی کے ایک علاقہ ڈاک درزی چاہ میں پیدا ہو ئے، والد کا نام موسیٰ خان مینگل ہے، ڈاک اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک مخصوص جگہ ہے اس بے آب وگیاہ علاقہ میں اکثر لوگوں کا پیشہ صرف زمینداری ہے اس لئے

مذکورہ علاقہ کے بچے ہوش سنبھالتے ہی ریوڑ چراتے یا زمینداری میں والدین کا ہاتھ بٹاتے ہیں یوں علاقہ کی روایات کے مطابق عبدالرشید نامی بچے کو انہی دو پیشوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔" (67)

حصولِ علم:

حصولِ علم کے لیے درج ذیل مدارسِ دینیہ کا رخ کر کے اپنے وقت کے جید اور اکابر علمائے کرام سے علمی فیض حاصل کیا :

"قدرت نے آپ کے حق میں عجیب فیصلہ کیا کہ آپ بچپن ہی سے علم کے پیاسے رہے، بچپن سے علم کی تلاش میں سر گرداں رہے اسی حصولِ علم کی خاطر موصوف نے زندگی میں پہلی دفعہ ملا عبدالغفور کے سامنے زانوئے تلمّذ طے کر کیا پنے علمی سفر کا آغاز کیا مقامی طور پر موصوف کے شیوخ میں الحاج مولانا امیر محمد مینگل اور مولانا محمد اکبر شامل تھے جن سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے اندرونِ سندھ چلے گئے جہاں ضلع نواب شاہ کے مشہور دینی علمی مرکز جامعہ تفہیم القرآن میں شیخ المشائخ مولانا نور محمد شہی کی شاگردی میں سات سال تک رہے یہاں سے فراغت کے بعد علمی پیاس بجھ نہ سکی، جس کی وجہ سے موصوف نے سندھ کے مشہور و معروف قاری محمد علی مدنی سے قرأت کورس کی مکمل تکمیل کی بعد ازاں ترجمہ قرآن کے لئے مولانا محمد زمان میانوالی اور مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں پنجاب چلے گئے جہاں سے ترجمہ اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ موصوف نے جن دیگر علماء کرام سے تعلیم حاصل کی ان میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا مفتی محمد خوشی ضلع قمبر سندھ، دارالعلوم کراچی کے مولانا مفتی محمد شفیعؒ الحاج جعفر خان مرحوم ضلع پنجگور، شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف حیدرآباد (سندھ) اور مولانا پیر عبدالقدوسؒ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔" (68)

درس وتدریس کاآغاز:

بعد از سندِ فراغت مولانا موصوف باقاعدہ خطابت وامامت کاآغاز کیا جہاں سے کیا درج ذیل ہے:

''بعد از فراغتِ علم سوئی گیس کمپنی حیدرآباد سندھ میں بحیثیت امام وخطیب مقرر ہوئے، اس کے بعد موصوف اپنے آبائی علاقہ نوشکی تشریف لائے اور یہاں پر عربی استاذ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے، اور آج کل ضلع نوشکی (بلوچستان) کے گاؤں قاضی آباد میں مستقل رہائش پذیر ہیں۔''[69]

تفسیر رشیدیہ :

زیرِ بحث تفسیر مولانا عبدالرشید ہمدم کی براہوئی زبان میں لکھی ہوئی تفسیر ہے، قرآن کریم کے افہام وتفہیم کی کوشش ایک ایسی سعادت ہے جس سے بڑھ کر کسی دوسری سعادت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے علماء کرام نے ہر زمانے میں قرآن کریم سے شغف رکھا ہے اس کی تفسیر، ترجمہ اور تحشیہ کی خدمات انجام دی ہیں اور علوم قرآنی میں قابلِ قدر علمی سرمایہ فراہم کیا ہے یہ کام مختلف زبانوں میں ہوا ہے ماضی قریب تک عربی وفارسی کو علمی زبانوں کی حیثیت حاصل تھی، اہلِ علم مختلف علوم وفنون میں انہی کو وسیلہ اظہار بناتے تھے۔ لیکن جب اردو زبان کو فروغ ہوا تو اہلِ علم بھی اس میں اپنے علمی وفکری کاوشیں پیش کرنے لگے بیسویں صدی عیسوی میں قرآنیات پر سب سے زیادہ کام اردو زبان میں ہوا۔ اس میں بہت سی قابلِ قدر تفسیریں اور علومِ قرآنی پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

''براہوئی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر بعض اہلِ علم حضرات نے کی ہے انہی حضرات میں مولانا عبدالرشید ہمدم نے بھی پارہ عمّ کی تفسیر لکھ کر اس میدان میں اپنا نام رقم کروایا ہے۔''[70]

خصوصیاتِ تفسیر :

مفسرؒ کے عمّ پارے کی تفسیری اسلوب درج ذیل ہیں:

''مولانا موصوف قرآن کریم کی تفسیرِ عمّ پارے کے شروع میں حمد باری تعالیٰ لکھتے ہیں، اس کے بعد

جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر نعت پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی بہترین شاعرانہ انداز میں سورۂ فاتحہ کا براھوئی ترجمہ اور پھر اس کا منظوم ترجمہ لکھتے ہیں تفسیر کے شروع میں چند اہلِ علم حضرات کی تقریظات پیش کرنے کے بعد مذکورہ پارے کی تمام سورت کا (نمبر وار فہرست دیکر) بعد عربی زبان میں خطبہ لکھتے ہیں اس کے ساتھ ہی سورت النباء کا متن سے شروع کر کے پہلے لفظی ترجمہ لکھ کر اس کے بعد بامحاورہ ترجمہ لکھتے ہیں اس طرح جب ایک سورت مکمل ہوتی ہے تو اس کے بعد اسی سورت کی مفصل انداز میں تفسیر لکھتے ہیں اس کے ساتھ سورت میں جس موضوع سے متعلق بیان ہوتا ہے اسی مناسبت سے بحث کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سورت کا شانِ نزول بیان کرتے ہیں اسی ترتیب سے پورے پارے کی تفسیر بیان کرتے ہیں غرض، تفسیر ہذا بہترین دیدۂ زیب کاغذ پر لکھی گئی ۳۸۰ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے حروف نمایاں ہیں اردو رسم الخط اور نستعلیق میں ہیں۔ عام فہم براھوئی زبان میں لکھی ہوئی تفسیر ہے اور قرآن فہمی کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے مفسر نے تفسیر رشدیہ میں براھوئی قوم کے طبعی میلان اور نفسیاتی مزاج کو سامنے رکھ کر مناسب انداز میں رہنمائی کی ہے جو کہ ایک طرح سے موجودہ حالات اور بدلتے ہوئے واقعات کے مطابق قرآن کریم کی صحیح اور درست رہنمائی بھی کی ہے۔ اور یہ تفسیر ایک عام فہم انداز میں لکھی ہوئی تفسیر ہے جس سے بیک وقت ایک عالمِ دین عالم اور ایک عام پڑھا لکھا براھوئی زبان کا جاننے والا دونوں یکساں طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔"[71]

مصادر و مراجع تفسیر :

عبدالرشید ہمدم چونکہ بنیادی طور پر براہوئی زبان وادب کے میدان میں براہوئی قوم کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں اور براہوئی زبان کے ایک قادرالکلام شاعر ہونے کے علاوہ ایک مترجم و مفسرِ قرآن، محقق اور ادیب بھی ہیں جن کی براہوئی زبان والوں پر ایک عظیم احسان ہے عم پارہ کی تفسیر لکھتے وقت جن تراجم یا تفاسیر اور کتبِ احادیث سے استفادہ کیا ہے ان میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

تفاسیرِ قرآن:

۱۔ تفسیر معارف القرآن۔

۲۔ تفسیر تفہیم القرآن۔

۳۔ تفسیر روح المعانی۔

۴۔ تفسیر قرطبیؒ۔

۵۔ تفسیر بیان القرآن۔

۶۔ تفسیر ابن کثیر۔

۷۔ تفسیر مظہری۔

۸۔ تفسیر ابن جریر۔

کتبِ احادیث:

۱۔ صحیح بخاری۔

۲۔ صحیح مسلم۔

۳۔ ترمذی۔

۴۔نسائی۔

۵۔ابوداؤد۔

۶۔ابنِ ماجہ۔

۷۔مسند احمد۔

موصوف مفسر جہاں جہاں مذکورہ بالا تراجم یا تفاسیر سے استفادہ کرتے ہیں وہیں قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے وقت تفسیر القرآن بالقران بھی بیان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ مذکورہ سورت کا حوالہ بھی دیتے ہیں جو کہ اس تفسیر کی ایک خاص خوبی ہے جس سے مفسر کے علمی مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دیگر تصنیفات :

مولانا عبدالرشید ہمدم نے براہوئی زبان وادب کے لئے اپنی زندگی کا طویل عرصہ وقف کر رکھا ہے، موصوف کا شمار براہوئی زبان کے بڑے ادبا اور شعراء میں ہوتا ہے، براہوئی ادبی پروگرامز اور سیمنیارز و کانفرنسز وغیرہ میں ہمیشہ اپنی شرکت کو یقینی بناتے ہیں اسی وجہ سے موصوف کی متعلقہ زبان میں کئی تصنیفات چھپ چکی ہیں جن کو موصوف نذر قارئین کر چکے ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

۱۔مسک وزباد۔

۲۔ہررنگ۔

۳۔ہرخیال۔

۴۔بختاوراتوشہ۔

۵۔خل ئناچشخ۔

۶۔باغِ مصطفی۔

۷۔ کالبوت آک۔

۸۔ پھٹ وپول۔

۹۔ تفسیر رشیدیہ۔

براہوئی ادبی حلقوں میں مولانا موصوف ایک منفرد اور نمایاں مقام رکھتے ہیں، خصوصاً ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ادبی مشاعروں میں نہ صرف بھرپور حصہ لیتے ہیں، بلکہ بھرپور عوامی داد بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنے مخصوص انداز میں شعر بیان کرنے کی جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اور صوبائی سطح پر براہوئی ادبی زبان کے ایوارڈ یافتہ ہیں۔

مولانا عبدالکریم اور ان کی تفسیر قرآن بزبانِ براہوئی :

مختصر سوانحی حالات:

مولانا عبدالکریم لہڑی اثری کا تعلق بلوچستان کے درج ذیل علاقہ سے ہیں:

> ''مولانا عبدالکریم بلوچستان کے ضلع خضدار کے علاقہ وڈھ (خضدار سے قریب ایک چھوٹا سا علاقہ ہے) سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخِ پیدائش اور دیگر ابتدائی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔'' (72)

حصولِ علم اور تدریس :

موصوف نے حصولِ علم کے بعد درس تدریس کا باقاعدہ آغاز مدینہ منوّرہ سے کیا جس کی تفصیل یوں ہے:

> ''مولانا مفسر نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ سے حاصل کرنے کے بعد سعودی عرب میں مدینہ منورہ میں (جامعہ علوم الاسلامیہ میں شعبہ عقیدہ و توحید میں) درس و تدریس سے منسلک ہے اور معلم کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ عرصہ دراز سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں مذکورہ شعبہ سے وابسطہ رہے جس کی وجہ سے انہیں قرآن کریم کا براہوئی زبان میں ترجمہ و تفسیر لکھنے کا موقع ہاتھ نہ آیا جب آپ کو

فراغت حاصل ہوئی تو اس کام کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ ایک ایسی تفسیر اور ترجمہ لکھا جائے جو براہوئی زبان کے جاننے والوں کے لئے تفہیمِ دین کا کام دے سکے لہٰذا یہ تفسیر و ترجمہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تفسیر ہذا ماہِ شوال المکرم ۱۴۰۹ء کو شروع کیا اور دو سال کے قلیل عرصے میں (ربیع الاول ۱۴۱۱ھ) کو مکمل کر لیا۔" (73)

۵۔ خصوصیاتِ براہوئی تفسیر المنان فی ترجمۃ معانی القرآن:

زیرِ بحث تفسیر اور ترجمہ قرآن مولانا عبدالکریم لہڑی کا لکھی ہے۔ لیکن آج کل یہ "القرآن الحکیم و ترجمہ معانیہ الی اللغۃ البراھوئیہ" کے نام سے عامۃ الناس میں زیادہ مشہور و معروف ہے جبکہ مفسر نے اس کا اصل نام " تفسیر المنان فی ترجمہ معانی القرآن" رکھا ہے۔

"براہوئی دنیا میں آج کل یہ تفسیر و ترجمہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا اور سمجھا جانے والا ہے۔ اس تفسیر میں مفسرِ قرآن نے محنتِ شاقہ سے کا کام کیا ہے اور اندازِ بیان آسان اور عام فہم براہوئی زبان میں ہے جس سے ایک عام قاری اور براہوئی خواندہ بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ ترجمہ میں پہلے متنِ قرآن آیاتِ مبارکہ کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے۔ نہایت شیریں اور رواں انداز میں ہے۔ جہاں جہاں مناسب سمجھا وہاں حاشیہ میں قرآن کریم کی آیات کی اردو زبان میں تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ یہ مکمل تیس پاروں کی تفسیر ہے۔ ابتداء میں تفسیر کی غرض و غایت اور مقدمہ ہے، جس میں عربی اور براہوئی زبان دونوں استعمال کی گئی ہیں۔ آخر میں علاماتِ وقف بزبانِ براہوئی اور تمام سورتوں کی فہرست ہے۔ یہ تفسیر کل ۷۹۷ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔ اور بلا قیمت وھدیہ منجانب مجمع فہد بن عبدالعزیز کی طرف سے فی سبیل اللہ تقسیم ہوتی ہے۔ کئی تفاسیر کا نچوڑ ہے، گو کہ یہ مجموعہ ءتفاسیر ہے، جس سے بیک وقت ایک اردو دان اور براہوئی زبان کے جاننے والے دونوں استفادہ کر سکتے ہیں۔ بہترین طباعت اور عمدہ کاغذ

پر دیدۂ زیب ترجمہ و تفسیر ہے۔ ایسا دلکش اور دلنشین انداز ہے کہ قرآن کریم کا یہ ترجمہ مطالعہ کرتے ہوئے قاری کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کرتا ہی رہے۔ اس کی کتابت کا اہتمام نعمت اللہ بن مولوی محمد سعید (وڈھ) نے کیا ہے۔ جبکہ طباعت واشاعت کی سعادت شاہ فہد بن عبدالعزیز نے حاصل کی ہے اور ملک فہد بن عبدالعزیز (خادم حرمین شریفین) اور رابطہ عالم اسلامی نے باہمی تعاون سے القرآن الکریم کی دنیا بھر کی مختلف زبانوں کے جید اور ممتاز علماء کرام کی مدد سے تراجم وتفاسیر کا سہرا لیا ہے تاکہ پورے عالمِ اسلام میں بسنے والے مسلمانوں کو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے مفہوم سے آگہی حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغام عام ہو۔ اسی غور و فکر اور سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قرآن کریم کا یہ ترجمہ و تفسیر عبدالکریم مراد لہڑی سے کراویا گیا ہے۔ جس سے آج کل نہ صرف بلوچستان کی براہوئی عوام استفادہ حاصل کررہی ہے، بلکہ دنیا میں براہوئی زبان والے جہاں کہیں بھی ہوں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"(74)

مصادر ومراجعِ تفسیر ہذا:

اس تفسیرِ قرآن کو مولانا موصوف نے کن کن لغات، تفاسیر یا تراجمِ قرآن کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ اس کے لئے جن فارسی، عربی، اردو اور سندھی مصادر ومراجع یا تراجم وتفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تراجمِ قرآن کریم :

ا۔ ترجمہ قرآن از شیخ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دھلویؒ اردو۔

۲۔ ترجمہ قرآن از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اردو۔

۳۔ ترجمہ قرآن از حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی مع تفسیر عثمانی اردو۔

۴۔ ترجمہ قرآن از مولانا شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ اردو۔

۵۔ ترجمہ قرآن از شیخ مولانا محمد المدنی سندھی ۔

۶۔ ترجمہ قرآن (فتح الرحمٰن) از امام احمد بن عبد الرحیم فارسی ۔

تفاسیرِ قرآن کریم :

۱۔ تفسیرِ اضوء البیان۔ از علامہ محمد امین الشنقیطیؒ۔

۲۔ تفسیرِ البحر المحیط۔ از ابو حیان الاندلسیؒ۔

۳۔ تفسیر القاسمی۔ از علامہ محمد جمال الدین القاسمیؒ۔

۴۔ تفسیرِ ابنِ ابی السعود۔ از امام محمد بن العماد الحنفیؒ۔

۵۔ تفسیرِ فتح القدیر۔ از علامہ الشوکانیؒ۔

۶۔ تفسیر القرآن۔ از ابنِ کثیرؒ۔

لغات:

۱۔ لسان العرب۔ علامہ ابن منظورؒ۔

۲۔ القاموس المحیط۔ علامہ فیروزآبادیؒ۔

۳۔ مفردات القرآن۔ علامہ راغب اصفہانیؒ۔

دیگر تصنیفات:

۱۔ مجموع الفتاویٰ و کتاب النبوات شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ ؒ ۔

۲۔ فتح المجید شرح کتاب التوحید شیخ عبد الرحمٰن بن حسن۔

۳۔ دفع الایمان الاضطراب عن آیات الکتاب شیخ محمد امین الجکنی الشنقطی۔

مولانا محمد عمر دین پوریؒ:

مولانا محمد عمر دین پوریؒ کی حالاتِ زندگی اور تذکرۂ مفسرؒ "براہوئی زبان میں ترجمہ قرآن" کے ضمن میں تفصیلاً گذر چکا ہے۔

۶۔ تفسیر مفتاح البیان (بزبانِ براہوئی):

زیرِ بحث تفسیر مفتاح البیان جسے مولانا محمد عمرؒ دین پوری نے لکھا ہے یہ مکمل تفسیر تو نہیں ہے البتہ قرآن کریم کے چند اجزاء کی تفسیر ہے۔ جس کے متعلق پروفیسر عبدالفرید نے لکھا ہے:

"زیرِ بحث تفسیر عظیم محقق، ادیب، مؤرخ، مترجم، مفسر، مصنف، مؤلف اور قلمکار حضرت مولانا محمد عمر دین پوریؒ کی براہوئی زبان میں لکھی ہوئی تفسیر ہے۔ موصوف اپنے وقت کے ایک مایہ ناز شاعر ہونے کے ساتھ ایک عظیم مفسرِ قرآن بھی تھے۔ براہوئی زبان میں کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ یہ ان کی دوسری تفسیرِ قرآن کریم ہے۔ لیکن مکمل تفسیرِ قرآن نہیں بلکہ قرآن کریم کے بعض پاروں کی تفسیر ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف کی دلی یہ بھی خواہش تھی کہ ایک اور ایسی تفسیر ہو جس کا منہج اور انداز و اسلوب پہلی تفسیر قرآن سے مختلف ہو شاید کے زندگی نے وفا نہیں کی ہوگی جس وجہ سے یہ تفسیر ادھوری رہ گئی۔" (75)

بہر حال! مفسرؒ نے جن جن پاروں کی تفسیر لکھی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الم (پہلا پارہ)

۲۔ تلک الرسل (تیسرا پارہ)

۳۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا (چوتھا پارہ)

۴۔ والمحصنات (پانچواں پارہ)

۵۔ تبارک الذی (انتیسواں پارہ)

۶۔ عمّ (تیسواں پارہ)

۷۔ و قال الذین (انیسواں پارہ)

۸۔ قال فما خطبکم (ستائیسواں پارہ)" [76]۔

خصوصیاتِ تفسیر :

موصوف مفسرؒ نے جس انداز اور طرز پر زیرِ تبصرہ تفسیر لکھی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

"مذکورہ تفسیر میں مفسرؒ نے اللہ تعالیٰ کے وجودِ باری تعالیٰ پر مضبوط دلائل کے ساتھ قرآن کی روشنی میں جامع اور مختصر و مدلل انداز میں توحید پر زور دیا ہے جبکہ دوسری جانب شرک جیسی بری صفات پر عقلی اور نقلی دلائل دے کر اس کی مذمت بیان کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسرؒ ایک موحد عالمِ دین تھے۔اسی وجہ سے مفسرؒ کی یہ تفسیر اپنی نوعیت کی ایک بے مثل تفسیر ہے جس میں علم و عرفان اور حکمت کے بے پناہ موتی موجود ہیں۔اس تفسیر کا مطالعہ کر کے ایمان والوں کا ایمان اور عقیدۂ توحید قلب میں پختہ ہوتا ہے اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔ جبکہ غیر اللہ کے وجود کا انکار اور شرک جیسی مذموم عادات اور غلط عقیدہ قلبِ انسانی سے رفع ہو جاتا ہے۔ زیرِ بحث تفسیر دراصل عقائد کی کتابی شکل میں تحریر ہے۔ تفسیرِ قرآن کا طرز یوں ہے کہ پہلے مفسرؒ آیاتِ قرآنی کو تحریر کرتے پھر نیچے ترجمہ لکھتے ہیں اس کے بعد قرآنی آیات کی تشریح کرتے ہیں۔اندازِ تفسیر عام فہم براہوئی زبان میں ہے جس سے ایک عام آدمی بآسانی مستفید ہو سکتا ہے۔اس کی طباعت، کتابت اور کاغذ، عمدہ اور بہترین ہے۔ کل صفحات ۵۶ ہیں۔ سنِ اشاعت معلوم نہیں

ہے۔اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپی ہے اور ملنے کا پتہ محمد عبدالاحد تاجر کتب متصل مارکیٹ کانسی روڈ دکان نمبرے کوئٹہ ہے۔" (77)

حضرت مولانا اختر محمدؒ: (۱۳۴۳ھ۔۱۴۲۴ھ):

الف۔حالاتِ زندگی :

مختصر سوانحی حالات:

مولانا اختر محمدؒ کی جائے پیدائش اور تاریخِ پیدائش یوں ہے:

"آپؒ علاقہ افغانستان موضع شیر شاہ میں ۱۱(گیارہ) ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ کو پیدا ہوئے۔والدین نے آپ کا نام اختر محمد رکھا۔اختر افغانی زبانی میں عید کو کہتے ہیں اور عربی زبان میں پسندیدہ کو کہتے ہیں۔اس نسبت سے نام اختر محمد رکھ دیا گیا۔" (78)

۲۔نسب نامہ:

مولانا موصوفؒ کا نسب نامہ کچھ اس طرح سے ہے:

"اختر محمد ولدِ طاؤس ولدِ دلاساخان ولدِ لشکر خان، قوم مینگل، ذات احمد زئی، طبقہ للازئی سکنہ زاروچہ، تحصیل نوشکی، ضلع چاغی بلوچستان، پاکستان۔"(79)

۳۔آغازِ تعلیم:

تعلیمی آغاز کی تفصیل درج ذیل ہے:

"مولانا موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم دس سال کی عمر میں علاقہ عیسیٰ چاہ میں مولانا محمد یعقوبؒ سے

شروع فرمائی۔اس دور کے مروجہ کتابیں کریما لفظی اور تحفۃ نصائح تک مولانا محمد یعقوبؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد علاقہ نوشکی میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا محمد کریم صاحبؒ،سید نعمت اللہ شاہ صاحب،حاجی محمد شعبان،اور مولانا محمد اکبرؒ وغیرہ کے ہاں تشریف لے گئے۔لیکن اس وقت اچانک سردار شیر دل خان اور حکومتِ افغانستان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی،لڑائی میں بہت سے افراد مارے گئے اور بہت سے افراد زخمی ہوگئے۔اس کے بعد بطورِ صلح افغان حکومت نے چند اشخاص طلب کئے۔انھی افراد میں ایک حضرت مولانا اختر محمدؒ کے والدِ محترم بھی تھے۔لیکن افغان حکومت نے دہی سے ان کو قید کر لیا ۔اسیری کے دوران حضرت مولانا موصوفؒ کے والد محترم کا انتقال ہوا۔جس کی وجہ سے مولانا اختر محمدؒ کی تعلیم بھی رک گئی۔'' (80)

۴۔تعلیم کا دوبارہ آغاز:

عربی زبان میں مشہور ضرب المثل ہے ''لکل شيءِ آفة وللعلمِ آفات''یعنی ہر شے کے لئے ایک مصیبت ہوتی اور علم حاصل کرنے کے لئے کئی مصیبتیں ہیں۔حضرت مولانا اختر محمد صاحبؒ کا تعلیمی سفر بعینہٖ مذکورہ مقولہ کا مصداق ہے۔

''حضرتؒ ایک تو والد جیسی عظیم ہستی کے سایہ شفقت سے بچپن ہی میں محروم ہوگئے دوسرا یہ کہ آپؒ کی مالی حالت انتہائی کمزور تھی۔والدہ محترمہ کی خدمت بھی فرماتے تھے اور قرب وجوار میں ساتھ ساتھ اسباق بھی پڑھتے تھے۔آخر کار والدہ کی اجازت سے ۱۳۵۹ھ کو مدرسہ دارالعلوم نصیریہ مستونگ سے تعلیم کا آغاز کیا۔مستونگ میں حضرت مولانا محمد افضلؒ،حضرت مولانا خدا بخشؒ،اور حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ سے ابتدائی کتابیں :ارشاد الصرف،گلستان،بوستان،سکندر،زلیخا،تحفۃ الاحرار وغیرہ پڑھیں۔ بصدِ ترغیب مولانا عبداللہ اباکیؒ ہمراہ مولانا عبدالعزیزؒ اور مولانا عبدالسلامؒ بارانزئی پنجاب تعلیم کے لئے

روانہ ہوئے پنجاب کے علاقہ دین پور کے ایک مدرسہ میں داخلہ لیا۔اس مدرسہ کا بانی حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا کوئی رشتہ دار تھاوہاں حضرت مولانا عزیزاللہؒ سے علمی اسباق پڑھنا شروع کیے۔"(81)

۵۔دورۂ حدیث :

"مولانا موصوفؒ نے ابتدائی اسباق پڑھنے کے بعد دورۂ حدیث کے لئے مدرسہ عربیہ سہارنپور ہندوستان جانے کا عزم کیا تھا کہ عین اسی وقت مولاناؒ کی طبیعت اچانک ناساز ہوگئی۔طالب علمی کازمانہ تھااور غربت بھی تھی روپے پیسے کی بہت قلت تھی۔اس لئے گندم کی کٹائی شروع فرمائی۔لیکن اچانک پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو ہندوستان جانے کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔اور اپنے آخری اسباق بخاری، ترمذی، وغیرہ کو مدرسہ عربیہ اسلامیہ گمانیہ بھاولپور پنجاب میں ہی پڑھنا شروع کردیئے۔آخر کار ضعفِ دماغ کی وجہ سے بمشورہ اطباء کے واپس بلوچستان تشریف لائے چونکہ غربت کا زمانہ بھی تھالیکن اس دور میں حضرتؒ نے اپناعلاج کروایا جس پر ڈیڑھ ہزار روپے جواس زمانے میں خاصی رقم تھی خرچ کیں مگر دماغ مکمل طور پر صحیح نہ ہوا جس کی وجہ سے حضرتؒ اکثراوقات فراقِ علم کی وجہ سے رویا کرتے تھے کہ ایسانہ ہو کہ اس مرض کی وجہ سے علم سے محروم ہو جاؤں بلکہ بسااوقات میدانوں میں جاجا کر اللہ کے حضور اپنی صحت کے لیے رورو کر دعائیں مانگتے تھے بالآخر اللہ تعالیٰ نے نظرِ کرم فرما کر صحتیابی عطا فرمائی اور واپس پنجاب کی طرف دوبارہ تحصیل علم کا سفر شروع کیااور پانچ سال پنجاب میں تحصیلِ علم کے لیے صرف کئے۔" (82)

ب۔مذہبی خدمات:

ا۔قیامِ مساجد و مدارسِ دینیہ :

حضرت مولانا اختر محمد صاحبؒ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامِ مساجد و مدارس کے لئے انھوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔آج کے دور میں ان جیسے اداروں کے مصارف اوراخراجات برداشت کرناایک دشوار کن و حیران کن امر ہے لیکن ان سب کے باوجود حضرتؒ نے خندہ پیشانی سے یہ سب کچھ برداشت کیا۔

''حضرت موصوفؒ نے سطحِ بلوچستان پر تقریباًدوہزار (۲۰۰۰)سے زائد مساجد ومدارس کا سنگِ بنیاداپنے دستِ مبارک سے رکھااور سینکڑوں کی سرپرستی فرمائی اور حضرت موصوفؒ کی خوداپنی ذاتی آمدنی بھی نہ تھی اس کے باوجود تین چار مدارس چلایا کرتے تھے۔نہ کوئی ذریعہ آمدن نہ تجارت وزراعت بلکہ محض اللہ کی ذات گرامی کے توکل اور بھروسہ سے ان اداروں کی خدمات کے لئے ہمہ تن مصروف وسر گرم رہے۔''(83)

۲۔فراغتِ علم کے بعد بلوچستان دوبارہ آمداور خدماتِ دین :

موصوف مفسرؒعلمی اسفار سے فارغ ہوتے ہی بلوچستان کارخ کرتے ہیں:

'' ۱۹۴۷ء میں بوجہ بدامنی جنگِ پاکستان اور ہندستان پھر واپس بلوچستاب تشریف لائے ۔دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد دستار بندی کرنے کاموقع بھی نہ مل سکاچونکہ دروۂ حدیث کی اکثر کتب مدرسہ گمانیہ میں پڑھ چکے تھے۔بلوچستان آکر علاقہ ''کردگاپ''ضلع قلات میں جناب سردار غلام حیدر سرپرہ کی مسجد کے پیش امام ہوئے۔اس طرح یہیں سے پہلی دفعہ دینی خدمات کاآغاز کیا۔'' (84)

۳۔ درس وتدریس :

باقاعدہ درس تدریس کا آغاز:

''وطن واپسی پر حضرتؒ نے اپنے آپ کو خدماتِ دین کے لئے وقف کر کے اس مشن کو جاری رکھا۔ اس کے لیے اپنے علاقے کے سردار کے مسجد میں مولاناؒ نے اس دور کے مطابق بغدادی قاعدہ سے لے کر قرآن کریم اور ھدایہ کی کتاب تک کا درس جاری رکھا۔ مولانا موصوفؒ کے قلب میں اس قدر للہیت تھی کہ مولاناؒ کی صحبت اور برکت سے جو لوگ عمر بھر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار میں مبتلا تھے۔ راہِ راست پر آئے جو نماز نہیں پڑھتے وہ نماز پڑھنے لگے اور ساتھ ہی تہجد کی نماز کے بھی پابند ہو گئے۔''(85)

۴۔ زہری اور مستونگ قبائل میں خدماتِ دین :

مولانا اختر محمدؒ بلوچستان میں جہاں بھی تشریف لے جاتے دینِ متین آپؒ کا اوڑھنا بچھونا تھا ہمہ وقت دینی خدمات کے لیے سرگرم رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ کا پیغام برابر پہنچاتے رہے۔ زہری میں جو خدماتِ دین ہیں درج ذیل ہیں:

''خدماتِ دین کے سلسلے میں حضرت مولانا اختر محمدؒ صاحب نے جب زہری پہنچے تو وہاں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی۔ درس وتدریس کے ساتھ دعوتِ الی اللہ شروع فرمائی اور آپؒ گھر گھر جا کر دعوتِ توحید پہنچاتے رہے یہاں ابتداء میں حضرتؒ کو دعوتِ دین کے سلسلے میں بہت ستایا گیا لیکن حضرتؒ کے عزم وارادہ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ لیکن جب زہری میں سردار اور وزراء کی شدید مخالفت اور دشمنی سے تنگ آ گئے تو قلات کی طرف ہجرت فرمائی، اور آپ کی مخالفت ودشمنی اس حد تک بڑھ گئی کہ آپ کو جان سے مارنے کی دھمکی تک دی گئی اس طرح مولاناؒ کو بارہا مختلف قسم کی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مولاناؒ دعوتِ دین کے سلسلے میں برابر اپنے مشن کو جاری رکھ کر کبھی پیدل، کبھی سواری پر، یہاں تک کہ کبھی

سائیکل پر، جبکہ کبھی گاڑیوں میں سفر فرماتے اور دعوتِ حق پہنچاتے رہے۔'' (86)

۵۔قلات میں تشریف آوری :

زہری اور مستونگ کے علاوہ قلات میں بھی خدمات انجام دیں ہیں:

''جب زہری میں حالات نے بالکل حضرتؒ کو مجبور کر دیا تو ۱۹۷۷ء بمطابق ۱۳۹۷ھ کو زہری سے قلات تشریف لائے اسی سال یہاں قلات میں ایک دینی ادارے مدرسہ عربیہ دارالعلوم خاردان قلات کا سنگِ بنیاد رکھا اور یہاں دعوتِ دین کا کام شروع کیا ابتداء میں حضرتؒ کو یہاں بھی دعوتِ دین کے سلسلے میں انتہائی سخت مصیبتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔قلات چونکہ بلوچی براہوئی بدعات ورسومات کا منبع تھا حضرتؒ کے یہاں آنے سے یہ تمام بدعات ورسومات کا خاتمہ ہوا اور توحید کی قمقمیں بلند ہونے لگیں ۔لیکن مخالفین اپنی مخالفت میں شب وروز سرگرمِ عمل رہے دوسری طرف حضرت الشیخؒ کے بلند عزائم میں ذرا سی جنبش تک نہ آئی۔حضرتؒ نے قلات میں درس وتدریس کو جاری رکھا اور دعوتِ دینِ متین پھیلاتے رہے،اللہ کے فضل وکرم سے حضرتؒ کو اس دفعہ کی محنت سے بڑی کامیابی اور دین کے مثبت ونمایاں اثرات نظر آنے لگے۔حضرتؒ کے لگائے ہوئے شجر کے ثمر سامنے آنے لگے حتیٰ کہ بلوچستان،ایران اور افغانستان میں حضرتؒ کے شاگرد آج بھی موجود ہیں اور خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں۔دعوت باللسان کے بعد حضرتؒ تالیف وتصنیف کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ بلوچستان کا کوئی خواندہ فرد دعوتِ حق سے محروم نہ رہے، جس میں مولانا موصوفؒ کو اللہ نے کامیابی سے ہمکنار کیا اس تصنیفی کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرتؒ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ براہوئی زبان میں اس عوام کے لئے ترجمہ قرآن کریم ہے جو کہ کل چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔'' (87)

ج۔ سیاسی خدمات:

حضرت مولانا اختر محمد صاحبؒ نہ صرف ایک ممتاز عالم دین تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے ایک مدبر سیاستدان بھی تھے۔ اپنے آبائی علاقے میں جمعیت علماء اسلام کے سرگرم رکن بھی رہے۔

''بنیادی طور پر حضرت شیخؒ طالبِ علمی کے زمانے سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مرید بن چکے تھے۔ حضرت مدنی نوّر اللہ مرقدہ جمعیت علماء ہند کے سب سے پہلے صدر تھے۔ اسی تعلق کی بنیاد پر حضرت مولانا اختر محمدؒ صاحب نے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاست کا آغاز کر کے جدجہد شروع کی اور جمعیت علماء اسلام کی طرف سے ضلع قلات کی بطورِ امیر کے خدمات سرانجام دینے لگے۔ ہر الیکشن میں جمعیت کے امیداروں کے حق میں بھرپور تحریک چلائی۔ آپ ہی کی کوششوں سے اکثر و بیشتر قلات کے قومی و صوبائی حلقوں سے جمعیت کے امیدوار کامیاب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی حضرتؒ کے پاس علاقائی سطح پر عوام کی طرف سے کوئی شکایت آتی تو حضرتؒ متعلقہ محکمہ کے آفسر کے پاس جا کر مطالبہ حل کروالتے تھے۔ بعض اوقات جب کوئی آفیسر انکار کرتا تو حضرتؒ متعلقہ آفیسر کو مجبور کر کے علاقہ کی خدمت کرواتے اس طرح جب متعلقہ شعبے کے آفیسر کو حضرتؒ کی شخصیت اور زہد و تقویٰ معلوم ہو جاتا تو وہ آپؒ سے معافی بھی مانگتا۔ مولانا موصوفؒ کا سیاسی و مذہبی تعلق علماء دیوبند کی سیاسی ترجمان جماعت سے رہا ہے اور اپنی پوری زندگی مذکورہ جماعت کے ساتھ گذاری جب اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تب بھی اسی جماعت سے تعلق رہا بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جمعیت کے ساتھ تعاون کرنے کی وصیت فرماتے تھے''۔ (88)

د۔ سماجی خدمات:

حضرت مولانا اختر محمد صاحبؒ نہ صرف ایک محقق، مفسر، مورخ، ادیب، شاعر، مصنف، شارح، عالم دین اور سیاستدان تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے ایک بہترین عادل اور قاضی بھی تھے۔

''بلوچستان کی عوام کو آپؒ پر بھرپور اعتماد تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ اپنے سماجی مسائل (مثلاً زمینی تنازعات، جھگڑے اور ایسے متنازع مسائل جو کئی سالوں سے انگریز کے دور سے عدالتوں میں چلے آرہے تھے کسی کو ان کا فیصلہ مکمل ہونے کی امید بھی نہیں تھی بڑے بڑے نواب، سردار، جاگیردار یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے) بلکہ ان مسائل کے حل کیلئے اس طرح کے لوگ آپ کے پاس آتے۔ اپنے مسائل حل فرماتے مولانا موصوفؒ کی سماجی سطح پر اس قسم کی بڑی قابل ستائش اور قابلِ تقلید خدمات براہوئی حلقوں کے لئے موجود ہیں۔'' (89)

آپؒ ایک زاہد عابد اور نیک متقی جیسی صفات کے حامل انسان تھے۔ موصوفؒ کے چند اہم مناقب مندرجہ ذیل ہیں۔

ہ۔ مولانا اختر محمدؒ کے عادات واطوار، سیرت و کردار:

مولانا موصوفؒ کی ذات خوبیوں و کمالات کا ایک قابلِ تقلید مجموعہ و نمونہ ہے آپ کے اندر چند ایسی صفات و خصوصیات موجود تھیں جو کہ اس وقت بہت ہی کم اہلِ علم حضرات میں پائی جاتی ہیں جن میں مندرجہ ذیل خوبیاں خاص نمایاں تھیں۔

ا۔ سخاوت:

''مولانا موصوفؒ کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ جو بھی کوئی شخص سائل، طالب علم، ضرورت مند، حاجتمند، بیمار وغیرہ کوئی چیز یا نقدی مانگنے کے لئے آتے تو موصوف ضرور ان کے ساتھ ہر ممکن مدد و تعاون فرماتے یا بازار سے خرید کر دے دیتے تھے۔'' (90)

۲۔ توکل واستغناء:

''موصوفؒ انتہائی متوکل انسان تھے۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور توکل تھا جو کچھ صبح کو مل گیا تو شام کی بلکل پرواہ کئے بغیر سب کچھ (یاتو اپنے گھر والوں یا دیگر ضرورت مند حاجتمند لوگوں پر) اور یا جن مدارس کے اخراجات آپ کے ذمہ تھیں ان پر خرچ کر دیتے تھے۔''(91)

۳۔ خوفِ خدا:

''خشیتِ الٰہی مولاناموصوفؒ کی رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔جب بھی صحابہ کرامؓ یا اولیائے کرامؒ کی خشیت کے واقعات ذکر کیے جاتے توآپ کے آنسو بلکل تھمتے ہی نہ تھے، سیل رواں کی طرح جاری رہتے اور اگر امام دورانِ نماز (جہری) زجر وتوبیخ کی آیتیں پڑھتے تو اس وقت آنسو قابلِ دید ہوتے اور یا کوئی جنت وجہنم والی آیت دورانِ نماز سنتے تو آنسوآبِ رواں کی طرح جاری ہو جاتے تھے۔''(92)

۴۔ نماز باجماعت کی پابندی :

''ایمان کے بعد نماز اسلام کا سب سے اہم اور بڑا رکن ہے۔حدیث پاک کے مطابق ''مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہی نماز ہے''اس کے برعکس نماز چھوڑنے والا انتہائی فاسق وفاجر ہوتا ہے۔اس لئے مولاناموصوفؒ دیگر احکامِ خداوندی کے ساتھ نماز کا بھی نہایت اہتمام فرماتے تھے چاہے سفر میں ہوں یا حضر میں۔اپنے محلے کی مسجد میں انتہائی معذوری کے باوجود آخری عمر تک بغیر کسی معاوضہ کے نماز پڑھاتے رہے۔'' (93)

۵۔اساتذہ وطلبہ کے ساتھ شفقت:

''مولانا موصوفؒ کی شخصیت علماء اور طلباء کے ساتھ انتہائی شفیقانہ تھی۔ادارے کے اساتذہ کا بھر پور خیال رکھتے یہاں تک کہ اگر کوئی استاذ بیمار ہوتا تو ان کو درپیش ہر قسم کا تعاون بھی فرماتے تھے۔طلباء کے ساتھ تو انتہائی شفیق تھے۔ان کو اپنی اولاد کے مثل سمجھتے اور ہر قسم کی خدمت کرتے یہاں تک کہ جب کسی طالبِ علم کا جوتا پھٹ جاتا تو خود سی لیتے اور طلباء کے میلے کپڑے جمع کر کے گھر لے جاتے وہاں اپنے گھر میں دھلوا کر لے آتے۔اس لئے کہ ان طلباء میں اکثر مسافر ہوتے جن کا گھر بار نہیں ہوتا مدرسہ کے اندر ان کی صفائی ستھرائی کا بھر پور خیال رکھتے تھے۔اس طرح مولاناؒ کی حیثیت ایک شفیق اور انتہائی مہربان استاذ کی سی تھی۔'' (94)

٦۔کتب بینی وشوقِ علم:

''علم ہی مولانا موصوفؒ کا اوڑھنا بچھونا تھا اور مطالعہ ان کی طبیعت بن چکی تھی۔ان کے ارد گرد ہمہ وقت کتابوں کا ڈھیر لگا ہوتا تھا۔کبھی تفسیر، کبھی حدیث اور کبھی فقہ وتاریخ کی معرکۃ الآراء کتب کے مطالعہ میں منہمک رہتے اسی وجہ سے اکثر اہم اور نادر مسائل مولاناؒ کو زبانی یاد تھے۔علمِ تفسیر میں بلند درجہ کی (مثلاً تفسیر ابن عباسؓ، تفسیر قرطبیؒ،ابن جریر، تفسیر کبیر،روح المعانی،بحر محیط اور دیگر فارسی،اردو، عربی)تفاسیر آپ کے زیرِ مطالعہ رہی ہیں ۔اسی طرح احادیث کی معرکۃ الآراء کتابیں مثلاً صحاح ستہ کی کتابیں(مسند امامِ اعظمؒ، موطا امام مالک وامام محمدؒ وغیرہ) کا جبکہ فقہ میں فتاویٰ شامی (فتاوی ہندی، قاضی خان،اور دیگر کتبِ فقہ کا) ہر وقت گہرا مطالعہ کرتے تھے۔اسی وجہ سے مولاناؒ کو اللہ نے اس قدر کتبِ کثیرہ کا مؤلف بنادیا تھا۔'' (95)

۷۔ عجز وانکساری:

''اللہ تعالیٰ نے شیخ القرآنؒ کو علمِ محمدی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اپنے آپ کو کبھی اتنا بڑا عالم، مفسر، یا محدث خیال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو کم علم ہی خیال کرتے تھے عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ اکثر اوقات زمین کے مٹی پر تشریف رکھتے تھے یا چٹائی پر اور قالین جیسی سہولت آپ کو پسند نہ تھی۔ اسی طرح مدرسے کے گارے کی لپائی وغیرہ کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے بسا اوقات طلبہ جب کام کرنے میں حصہ لیتے تو انہیں معاوضہ ادا کرتے تھے۔'' (96)

۸۔ صبر واستقامت:

''عمر کے آخری حصے میں ویسے ہی انسانی وجود رفتہ رفتہ کمزور اور ماند پڑ جاتا ہے اور کمزور صحت جواب دے دیتی ہے اس کے ساتھ ساتھ پورا جسم سست اور کاہلی کی وجہ سے طاقت کھو دیتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ضعیف عمری میں امراض کے تابڑ توڑ حملے نے بھی حضرتؒ کے صبر واستقامت میں کوئی کمی نہیں آنے دی اور آپ صابر اس قدر تھے کہ بڑے بڑے مصائب کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مصائب تو مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے مصائب کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو اسی ذات پر بھروسہ رکھو کیوں کہ مصائب کے وقت انسان اگر بے صبری اختیار کرتا ہے تو انتہائی خسارے میں جا پڑتا ہے۔'' (97)

۹۔ وقت کی قدر وقیمت:

موصوفؒ کے ہاں وقت کی جو قدر وقیمت تھی اس کا اندازہ درج ذیل ہدایات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:

'' عام لوگوں کی عموماً عادت ہوتی ہے جب بھی کوئی فارغ وقت ملے تو ادھر ادھر کی باتیں

یا دوسرں کی برائی و غیبت کرنے لگتے ہیں۔اور فارغ بیٹھنے سے شیطان ان کے ذہن میں قسم قسم کے شیطانی خیالات ڈال دیتا ہے۔لیکن مولانا موصوفؒ کی حالت اس سے بلکل جدا تھی مولانا کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ اسے ہر ممکن قیمتی بنانے کی کوشش فرماتے کبھی تلاوتِ کلامِ پاک میں کبھی مطالعہ میں کبھی ذکر واذکار میں یا کبھی مدرسہ کے کاموں میں مشغول ہوتے۔اس طرح وقت کی بہت زیادہ قدر کرتے اور اسے بالکل ضائع نہیں کرتے تھے۔" (98)

۱۰۔ مخلوقِ خدا سے محبت:

مولانا مفسرؒ کے دل میں خلقِ خدا کے ساتھ جو محبت اور ہمدردی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

"مولانا موصوفؒ کا قلب خلقِ خدا کی محبت سے سرشار تھا عام لوگ ہوں یا علماء و طلباء ہوں یا حیوانات ہوں،آپ کے دل میں ان سب کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ نے "حقوق الحیوان" کے نام سے باقاعدہ ایک کتاب تصنیف کر ڈالی ہے۔جس میں جانوروں کے حقوق اور ان سے متعلق ہدایات،ان پر رحم کرنا،اور ان سے اچھا رویہ رکھنا،ان کی غذا کا خیال رکھنا،اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے خصوصی احکامات احادیث کی روشنی میں لکھے ہوئے ہیں اور لوگوں کو جانوروں کے ساتھ ناروا سلوک کرنے کی وجہ سے انہیں عذاب سے بھی ڈرایا گیا ہے۔" (99)

۱۱۔ تاریخِ وفات:

سوانح نگاروں نے مفسرؒ کی تاریخِ وفات یوں لکھی ہے:

"مولانا اختر محمد صاحبؒ (۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۴،اگست ۲۰۰۳ء بروز اتوار کو تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔اور آپؒ کو جامع مسجد چشمہ قلات

کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور ہر آنکھ اشک بار تھی۔" (100)

۱۲۔ پسماندگان:

مولانا اختر محمد صاحبؒ کے پسماندگان کی تفصیل درج ذیل ہے:

"مولانا اختر محمد صاحبؒ نے اپنے پسماندگان میں پانچ بیٹے حافظ عطاء اللہ، ثناء اللہ، عزیز اللہ، سلیم اللہ، مولانا خلیل اللہ دو بیوہ اور چھ بیٹیاں چھوڑی ہیں، اور مختلف علمی، ادبی، سماجی، اور سیاسی عمائدین کی موجودگی اور مشورے واتفاقِ رائے سے ان کے بڑے بیٹے حافظ عطاء اللہ کو موصوفؒ کا جانشین مقرر کیا گیا اور دستار بندی کی گئی۔"(101)

و۔ مولانا اختر محمدؒ اہلِ علم کی نظر میں :

حضرت مولانا اختر محمد صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کا کردار اسلام کے لئے مینارۂ نور کی مانند ہے۔ موصوفؒ کی رحلت پر بلوچستان کے علمی، سماجی، سیاسی اور مذہبی حضرات کے جو تاثرات ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ سابق ڈپٹی چیئرمین سینیٹ مولانا عبدالغفور حیدری :

"مولانا اختر صاحبؒ جس نے زندگی بھر طاغوتی قوتوں کے خلاف مسلسل جدجہد کی اور ہر میدان میں ان کی قوتوں کو شکستِ فاش دی۔ جس نے قبائلی نظام کے تابوت میں پہلی کیل ٹھونکی۔ جس نے اس فرسودہ نظام اور رسوم ورواج کو علاقے سے ختم کرنے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی۔ جن کی کوششوں کے نتیجے میں عوام الناس میں ان غلط رسوم کے خلاف بیداری کی لہر دوڑی۔ دوسرے طرف تدریسی و تبلیغی میدان میں بھی ایک شہسوار کی طرح ہمیشہ نمایاں رہے۔"(102)

۲۔ میر صلاح الدین مینگل (ایڈوکیٹ جنرل بلوچستان) :

''مولانا اختر محمد صاحبؒ علم کے ایک گہرے سمندر تھے۔انھوں نے وادیٔ قلات میں دینی سلسلے کے علاوہ براہوئی زبان بونے والے علاقے (سراوان اور جھالاوان کے مرکز قلات) میں تصنیف وتالیف کاکام (سال ۱۹۶۰ء میں) شروع کیا۔دینی کتب اور دینی تعلیمات کو براہوئی زبان میں تحریر کرکے اپنے خرچے پر چھپواکر مفت تقسیم کیا۔تاکہ لوگ دین کی طرف راغب ہوتے رہیں، خصوصاً کم علم لوگ اپنی زبان میں دینی کتب کا مطالعہ کرکے دینِ اسلام سے آگاہی حاصل کرسکیں۔''(103)

۳۔ خان آف قلات شہزادہ سلیمان جان احمد زئی :

''مولانا اختر محمد صاحب کی قبائلی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔قبائلی مسائل کے حل میں انھوں نے شاندار کردار ادا کیا ہے۔بلوچستان ان کی ان تاریخی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔جب بھی علمی حوالہ سے ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ہم مولاناؒ کے پاس آتے تو وہ بآسانی ہمیں مطمئن کردیتے۔ مولانا کا قبائلی مسائل کے حل میں بہت اہم کردار رہا ہے۔قبائلی مسائل کے حل کرنے میں ہم بھی مولاناؒ کی خدمات حاصل کرتے تھے اور وہ اپنی حکمتِ عملی وعلمی صلاحیت سے وہ مسائل آسانی سے حل فرمادیتے تھے۔'' (104)

۴۔ قاضی محمد ہارون (قاضی ہائی کورٹ بلوچستان):

''حضرت الاستاذ الحاج مولانا اختر محمد صاحبؒ کی وفات صرف ان کی اولاد اور اہل بیت ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے بلوچستان اور عالمِ اسلام کے لئے یہ ایک عظیم سانحہ تھی۔

''موت العالِمِ موت العالَمِ إن الله يرفع هذا العلم برفع العلماء''

ترجمہ: یعنی ''عالم کی موت پورے عالم کی موت ہے، علماء کی رحلت سے علم دنیا سے اٹھادیا جائے گا۔''

مرحوم نے اپنی حیات میں توحید کی خاطر بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ بڑے بڑے مصائب اور تکالیف برداشت کی ہیں۔ مگر تبلیغِ دین اور اشاعتِ توحید کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔''(105)

۵۔ جوہر بنگلزئی (براہوئی ادبی سوسائٹی ڈی ایم جمالی شاخ):

''مولانا اختر محمد صاحبؒ کی براہوئی زبان وادب کے لئے دینی خدمات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھا جائے گا۔ مولانا کی وفات سے براہوئی ادب میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے۔ وہ صدیوں تک پر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔'' (آمین)(106)

۶۔ محمد خان مینگل (سیکرٹری بلوچستان اسمبلی کوئٹہ):

''مولانا اختر محمد صاحبؒ برصغیر کے نامور علماء میں سے ایک تھے۔ مرحوم کی ناگہانی موت سے عالمِ اسلام کے ساتھ قومی جذبہ رکھنے والے اشخاص ایک عظیم ہستی سے محروم ہو گئے۔ لیکن کیا کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار عالم کے امور میں کسی کو مداخلت کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا ہے کہ ان کے فرزندوں اور پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً ان کے بڑے صاحبزادے عطاء اللہ کو یہ ہمت دے کہ وہ ان کے مشن کو مزید آگے بڑھائیں۔'' (107)

۷۔ حافظ حسین احمد شرودی (سابق وزیر حکومت بلوچستان):

''قلات بلکہ بلوچستان کے معروف عالم دین، نامور خطیب، مبلّغِ دین، مفسرِ قرآن و مؤلفِ کتبِ

کثیرہ میرے والد محترم شیخ القرآن مولانا محمد یعقوبؒ کے دیرینہ رفیق مولانا اختر محمدؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ جنہیں دو چار دن قبل دامت برکاتہم کہتے اور لکھتے تھے۔اب دل پر پتھر رکھ کر ''رحمۃاللہ علیہ '' کے لقب سے یاد کر رہے ہیں۔بلوچستان میں جن ہستیوں نے سب سے پہلے توحید کا غلغلہ بلند کیا۔ان میں مولانا اختر محمدؒ کاایک انوکھااور جراءت مندانہ کردار ہے۔یہ وہ زمانہ تھاجب توحید کی بات کرنااپنی موت کے پروانے پر پر دستخط کرنا تھا۔گرگینہ، کردگاپ میں علمی تبلیغی خدمات کے بعد آپؒ زہری شہر میں علم وحکمت بکھیر تے رہے ۔آخری ربع صدی میں قلات میں تصنیف وتالیف بھی قابل رشک ہی رہی۔''(108)

۸۔ تفسیرِ اختریہ:

بلوچستان میں قرآن کریم کے تفسیری ادب کے میدان میں مختلف مفسرین نے اب تک بیش بہا کام کیا ہے۔جن میں فی زمانہ مستقل اضافہ ہوتا جارہاہے۔اور یہ اضافہ ہنوز جاری بھی ہے۔ہر مفسر قرآن کااپناایک خاص انداز اور اسلوب ہے۔چونکہ ہر مفسر یامترجم کا(تفسیر یاترجمہ قرآن کا)بنیاد ی مقصد بھی یہ ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کامفہوم اور معنیٰ نہایت عام فہم اور آسان ہو،تاکہ بوقتِ مطالعہ ایک عام قاری اس سے مستفیض ہو سکے اور اپنی زندگی میں اس پر عمل پیراہو سکے۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر اس کے متعلق رقم طراز ہے:

''ادبِ تفسیر کے اس میدان میں ایک تفسیر ''تفسیرِ اختری ''ہے،جو کہ خاص کر براہوئی زبان وادب میں جبکہ تفسیر کے ادب میں عام طور سے ایک خاص اضافہ ہے۔زیر بحث تفسیر حضرت مولانا اختر محمد صاحبؒ کے مطالعہ ءعمیق اور ان کی شب وروز علمی کوششوں کا ثمرہ ہے۔براہوئی زبان وادب میں اس کا خاص رتبہ ومقام ہے اور اس تفسیر کا شمار اولین تفسیر میں ہوتا ہے۔تفسیر ہذاشروع شروع میں جدا جدا

پاروں میں تھی جو کہ مختلف مطبوعوں سے چھپی ہے اور اس کے ساتھ اشاعت بھی ہوا ہے۔" (109)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر مزید لکھتے ہیں:

"اس کے بعد مولانا اختر محمد صاحبؒ نے اسے کراچی سے باقاعدہ طور پر مکمل چھ جلدوں میں چھپوا کر شائع کروایا۔ اس تفسیر کی ایک خاص مقبولیت ہر خاص وعام میں یکساں طور پور پر پائی جاتی ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی دفعہ اس کا مطبوعہ پارہ منظرِ عام پر آیا تو پاکستان میں موجودہ براہوئی برادری کے علاوہ بیرونِ پاکستان ودیگر اسلامی ممالک (مثلاً ایران، افغانستان وغیرہ میں بسنے والے براہوئی زبان کے جاننے والوں) نے مذکورہ تفسیر کی کاپیاں منگوا کر اس کا مطالعہ شروع کیا اس طرح روز بروز اس کی طلب میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس طرح یہ مکمل تفسیر تقریباً ۱۹۷۸ء سے لیکر ۱۹۸۶ء تک مکمل چھ جلدوں میں منظر عام پر آگئی۔" (110)

۹۔ تفسیرِ اختریہ کی خصوصیات:

ہر مفسر یا مترجم قرآن جب کسی بھی زبان میں جب اس کی تفسیر بیان کرتا ہے، تو اس کا بنیادی مقصد اور کوشش یہی ہوتا ہے کہ یہ عام اور آسان فہم ہو، تاکہ قاری کو سمجھنے میں مشکل نہ ہو۔ اسی طرح مولانا اختر محمد صاحبؒ نے بھی یہی کوشش فرمائی کہ قرآن مجید کے نفسِ مفہوم اور مضمون کو بہتر سے بہتر اسلوب اور اندازِ بیان میں پیش کیا جائے۔ لہٰذا مفسر اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے (تفسیر اختریہ کے مقدمے میں) درج فرماتے ہیں۔

"براہوئی زبان میں اس تفسیر کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس مقدس کتاب قرآن مجید عربی جو کہ زبان میں نازل ہوئی ہے کے معنٰی اور مفاہیم کو صحیح طور سے سمجھ سکے۔ دوسری وجہ یہ کہ براہوئی اور بلوچی زبانوں کے علاوہ تو قرآن کے تراجم اور تفاسیر قرآن موجود تھے لیکن براہوئی زبان میں کوئی تفسیر موجود نہیں تھی جس سے براہوئی زبان والے بخوبی واقف ہیں۔" (111)

مفسرؒ اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں

"جب حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ براہوئی اہلِ علم اور علماء دین سے اپنے مقدس کلام کے بارے میں پوچھیں گے کہ تم نے اس کلام پاک کو اپنی قوم کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے کیا کیا؟ تو ہم کیا جواب دیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے ان کو شرک اور دوسرے بڑے گناہوں سے بچانے کے لئے کیا دلیل اور حجت میرے بندوں کے سامنے پیش کیں کہ وہ ڈر جاتے اور گناہوں سے بچتے۔"(112)

مفسرؒ نے اپنی اس عظیم سوچ و فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے براہوئی زبان میں قرآن ترجمہ اور تفسیر لکھ کر اہلِ براہوئی زبان پر احسانِ عظیم کیا۔

"تفسیرِ قرآن کے مقدمے میں پہلے مولانا اختر محمد صاحبؒ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی عظمت و فضیلت بیان فرمائی ہے جس میں مفسرؒ نے تین مختلف روایات بیان کی ہیں اور اس کے ساتھ اس کی برکات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کے بعد بسم اللہ کی تفسیر بیان کی ہے جس کی تفسیر میں مفسرؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین اسماء ہیں اللہ، الرحمٰن اور الرحیم جس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کا دار و مدار مندرجہ ذیل تین چیزوں پر ہے۔" (113)

"۱۔ اسبابِ کائنات کا جمع کرنا۔

۲۔ اسباب کائنات کے فائدے۔

۳۔ اسباب کائنات کا حصول۔" (114)

اور لکھا ہے کہ:

"مذکور بالا تینوں چیزیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں مضمر ہیں۔ مفسرؒ نے یہ تفسیر لکھتے ہوئے اس کے

ساتھ ساتھ جابجا مختلف مقامات پر حوالے جات دیئے ہیں۔

''اس کے ساتھ ساتھ احادیث کے حوالے بھی بیان کی گئی ہیں پہلے قرآن کریم کا آیت، اس کے متصل ہی براہوئی زبان میں ترجمہ بیان کرنے کے بعد مذکورہ آیت کی تفسیر، تشریح اور توضیح بیان کی گئی ہے جس کے ساتھ مختلف حکایات، واقعات اور احادیث بھی بیان کی گئی ہیں۔''

''اس تفسیر کی ابتداء میں بلوچستان کے جید علمائے کرام کی تقاریظ بھی لکھی گئی ہیں۔ جبکہ تفسیر کے شروع میں مولانا اختر محمد صاحبؒ نے براہوئی زبان کے حروفِ تہجی کی ایک مکمل فہرست بھی دی ہے ۔تاکہ آسانی ہو جب مبتدی اس کا مطالعہ شروع کریں تو ناخواندگی کی صورت میں الف، ب سے شروع کریں اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تفسیر سمجھنے لگیں گے۔'' (115)

اس تفسیر کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ عام فہم تفسیر ہے جب کہ براہوئی زبان کے ساتھ عربی زبان کے الفاظ بھی مفسرؒ نے جابجا استعمال کئے ہیں۔ مفسرؒ کسی بھی سورت کی تفسیر کے آغاز میں پہلے سورت کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔ تقریباً ہر آیت مبارکہ کا شانِ نزول اس کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ احادیث نبوی ﷺ کا حوالے دیتے ہیں۔ جگہ جگہ پر عربی اشعار بھی پیش کئے گئے ہیں۔ ہر سورت کی تفسیر کے اختتام پر مابعد سورت کو مکمل کرنے کی تاریخ دن اور درود شریف لکھا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اضافہ ءعلم کے لئے قرآنی آیت مبارکہ :

﴿سُبۡحَٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡحَكِيمُ ۝٣٢﴾ (116)

ترجمہ: ''تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں اس کے سوا جو آپ نے ہمیں سکھایا، بے شک آپ جاننے والے ہیں، حکمت والے ہیں۔''

درج کی گئی ہے اور اس کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں مزید اضافہ علم کے لئے دعا گو ہوتے ہے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

﴿رَّبِّ زِدۡنِي عِلۡمٗا ۝١١٤﴾ (117)

ترجمہ :"اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

بھی لکھا ہے۔ بعد ازاں آیت قرآنی کے ساتھ ترجمہ لکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مزید تشریح اور تفسیر لکھتے ہیں۔

"بوقتِ مطالعہ بسااوقات قاری کو یہ بھی مشکل درپیش ہوتی ہے کہ کہاں سے اور کس مقام سے آیت کا ترجمہ ختم ہوتا ہے اور کہاں سے تفسیر کا آغاز ہوتا ہے۔ بحر حال! تفسیر میں براہوئی اور عربی زبان کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں جب کہ قرآنی آیات کی تشریح، توضیح اور تفسیر مدلل وجامع انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ لہجہ کے لحاظ سے مولانا مفسرؒ کا لہجہ بلوچستان میں بولا جانے والا عام لہجہ ہے۔ تفسیر اختریہ کی آخری جلد میں مفسرؒ نے فضائل قرآن کے نام سے ایک باب باندھا ہے جس میں فضائل قرآن کو قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے متصل ہی اگلے صفحے پر بسم اللہ کے بعد عربی زبان کا مختصر خطبہ دیا گیا ہے۔ اس طرح مولاناؒ نے سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ اس کے بعد مفسرؒ نے وحی کی ضرورت اور حقیقت کو بیان کیا ہے۔ تمام سورتوں کی فہرست ترتیب نزولی اور صعودی انداز میں دی ہوئی ہے۔ اس کے بعد سورتوں کی فہرست دی گئی ہے۔ جو جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کی تعداد بھی بتلائی گئی ہے۔ مفسرؒ کے نزدیک کل ۸۷ سورتیں مکی ہیں۔ آیتوں کی کل تعداد اور اس کے ساتھ مدنی سورتوں کی کل تعداد اور ان کی الگ فہرست دی گئی ہے۔ آخر میں مفسرؒ نے تمام سورتوں کی مکمل فہرست بھی دی ہے۔ اور تفسیر کی اختتامی تاریخ بھی دی ہوئی ہے جو کہ مورخہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ہے۔ یہ عمدہ اور بہترین کاغذ پر لکھی ہوئی تفسیر ہے۔ خوشنما جلد سازی ہے۔ براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) کوئٹہ پاکستان سے چھپی ہوئی تفسیر ہے۔" (118)

۱۰۔ مصادر و مراجعِ تفسیر :

مولانا اختر محمد صاحبؒ بلوچستان کے نامور عالمِ دین تھے۔ اور تفسیر، فقہ، حدیث، سیرت، تاریخ وغیرہ کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ تفسیر اختریہ لکھتے وقت مفسرؒ نے جن جن مستند اور اہم تفاسیر سے استفادہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر قرطبیؒ۔

۲۔ تفسیر روح المعانی۔

۳۔ تفسیر ابن جریر۔ علامہ محمد بن جریر طبریؒ

۴۔ تفسیر معارف القرآن۔ مفتی محمد شفیعؒ

۵۔ تفسیر روح البیان۔ علامہ آلوسیؒ

۶۔ تفسیر حسینی۔ ملا حسین واعظ کشفیؒ

۷۔ مفردات القرآن۔ امام جصاصؒ

۸۔ تفسیر ابنِ کثیر۔ اسماعیل ابن کثیر قریشی دمشقیؒ

۹۔ تفسیر خازن۔ محی السنہ علاؤالدین

۱۰۔ تفسیر النسفی۔ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد ابنِ محمود النسفی

۱۱۔ تفسیر عثمانی۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

۱۲۔ تفسیر معالم التنزیل۔ ابو محمد الحسنی الفراء البغویؒ

۱۳۔ تفسیر فتح الرحمٰن۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۱۴۔ تفسیر جواہر القرآن۔ مولانا غلام اللہ خانؒ

۱۵۔ تفسیر قصص القران۔ مولانا حفظ الرحمٰن سہواری ؒ

۱۶۔ تفسیر الاتقان۔ علامہ جلال الدین سیوطی ؒ

۱۷۔ تفسیر بیان القرآن۔ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

۱۸۔ تفسیر عزیزی۔ شاہ عبدالعزیز ؒ

۱۹۔ تفسیر ابن عباس۔

۱۰۔ تفسیر موضح القرآن۔ شاہ عبدالقادر ؒ

۲۱۔ تفسیر جلالین۔ جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلی ؒ

۱۵۔ ترجمہ قرآن۔ شاہ عبدالقادر ؒ

۲۲۔ تفسیر مظہری۔ ثناءاللہ پانی پتی ؒ

۲۳۔ سیرت مصطفیٰ ؐ۔ (119)

۱۱۔ مولانا اختر محمد ؒ کی دیگر مطبوعہ تصانیف :

مولانا اختر محمد ؒ ایک عظیم محقق، مترجم، مفسر اور اپنے دور کے جید عالمِ دین تھے آپ کثیر التصنیف تھے جن میں کچھ تصنیفات مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

مطبوعہ تصانیف:

ا۔ تفسیر قرآن مجید (چھ جلدیں بزبان براہوئی)

۲۔ فضائل اعمال۔

۳۔ شمائل ترمذی۔

۴۔ نور الایضاح۔

۵۔ پنج کتاب۔

۶۔ تحفہ حدیثات۔

۷۔ تنبیہ الغافلین۔

۸۔ منبہات ابن حجرؒ۔

۹۔ کتاب السراجی۔

۱۰۔ تعلیم الاسلام۔

۱۱۔ حقوق الحیوان۔

۱۲۔ شروط الصلوٰۃ۔

۱۳۔ کتاب الکبائر۔

۱۴۔ جزاء الاعمال۔

۱۵۔ گنجینہ اسرار۔

۱۶۔ سنتا تابیان۔

۱۷۔ تعویز نامہ۔

۱۸۔ اصول حدیث۔

۱۹۔ قیامت نامہ۔

۲۰۔ مسائلِ میراث۔

۲۱۔ مسلمانا تا موجودہ کمزوریناعلاج۔

۲۲۔ دیباچہ گلستان۔ [120]

۱۲۔ غیر مطبوعہ تصانیف :

۱۔ موتنا منظر۔

۲۔ کتاب نماز اتا۔

۳۔ محمود نامہ۔

۴۔ نسب نامہ۔

۵۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۶۔ احکاماتِ قربانی۔

۷۔ خواب نامہ۔

۸۔ ہشت زبان۔

۹۔ ہفتاد فرقہ۔

۱۰۔ جزاء الاعمال۔" [121]

مولانا محمد یعقوب شرودی رحمہ اللہ (۱۹۳۰ء) اور ان کی تفسیر کشف القرآن:

مختصر سوانحی حالات:

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کی سوانحِ عمری کشف القرآن کے مقدمہ میں یوں لکھی ہوئی ہے:

"نام محمد یعقوب والد کا نام فتح محمد ہے۔ بلوچستان کے علاقہ شرود میں ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے جو کہ ضلع مستونگ بلوچستان کا ایک مضافاتی علاقہ ہے۔ علاقہ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ شرودی

لکھتے تھے۔آپ کا تعلق سید خیل مشوانی قبیلے سے ہے۔اور آپ کے والد اپنے دور کے جید عالمِ دین تھے۔"(122)

حصولِ علم:

حصولِ علم کے علمی اسفار کی تفصیل درج ذیل ہیں:

"موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ہی سے حاصل کی۔اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے مولانا کمال الدین منگچر (مستونگ) والے سے علمی استفادہ کرکے، کوئٹہ کے معروف دینی مدرسہ شالدرہ جس کے مولانا عبدالغفور صاحبؒ مہتمم تھے سے علمی پیاس بجھا کر دورۂ حدیث کے لئے آپ برصغیر پاک وہند کی عظیم علمی اور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔جہاں آپ نے دورۂ حدیث ممتاز نمبرات سے پاس کرکے اول پوزیشن حاصل کی، دارالعلوم دیوبند سے واپسی پر آپ حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے مدرسہ (پنڈی) تفسیر کے لئے تشریف لائے جہاں آپ کو مختصر سا وقت ملا لیکن اس تھوڑی سی مدت میں بھی بہت کچھ علمی دولت یہاں آپ نے سمیٹ لی۔یہیں سے آپ کو تفسیر کے ساتھ خصوصی شوق اور جذبہ پیدا ہوا اور اسی جذبے کے تحت آپ نے تفسیر کشف القرآن براہوئی زبان میں لکھی جس کی وجہ سے ہی آپ صاحبِ کشف القرآن کہلائے۔"(123)

۸۔ تفسیر کشف القرآن براہوئی (مکمل):

یہ تفسیر بلوچستان کی عوام اور اہلِ علم حضرات (خصوصاً مدارسِ دینیہ کے طلباء کرام) کے لیے ایک بیش بہا ذخیرہ ہے جبکہ بلوچستان کی سطح پر تفسیری میدان میں ایک خاص اضافہ خیال کیا جاتا ہے تفسیر کشف القرآن سے متعلق ڈاکٹ انعام الحق کوثر صاحب لکھتے ہیں:-

"مفسر مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کی تفسیر بزبانِ براہوئی مکمل آٹھ جلدوں میں لکھی ہوئی ایک جامع

تفسیر ہے، جو کہ ۱۹۹۲ء سے شروع ہو کر اپنے ارتقائی مراحل سے گذرتی ہوئی بالآخر ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوئی ۔یہ تفسیر مختلف تفاسیر کا نچوڑ ہے۔اسی لئے بلوچستان میں اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔یہ تفسیر کل آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔پہلی جلد میں فضائل قرآن بھی موجود ہے جس میں اصولِ تفسیر بھی لکھا ہوئے ہیں۔اور آخری جلد میں تذکرۃ المفسرین بھی موجود ہے اس کے علاوہ مفسرؒ نے کچھ اصطلاحات کو چیدہ چیدہ بیان کیا ہے۔جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔تفسیر ھٰذا کئی سالوں کی محنت شاقہ کا حاصل ہے اور اسے بلاشبہ قرآن پاک کا معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔" (124)

کشف القرآن کی خصوصیات :

مفسرؒ کشف القرآن کی خصوصیات کا تذکرہ اور اس کا طریقہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :

"میں نے یہ ترجمہ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ ترجمہ قرآن کے وقت مآخذ کے لئے میں نے تین ترجموں کی طرف رجوع کیا۔

۱۔پہلا ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلویؒ۔

۲۔دوسرا ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔

۳۔تیسرا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔" (125)

مفسرؒ مزید فرما لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا تینوں تراجم میرے پیش نظر رہے ہیں، مگر کسی ایک کا پابند نہیں رہا ہوں، جسے اپنے ذوق نے چاہا براہوئی زبان میں منتقل کر لیا مثلاً:

"هُدًى لِلْمُتَّقِينَ" کے ذیل میں شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ ہے کہ :

"راہ بتاتی ہے پرہیز گاروں کی خاطر"۔

جب کہ حضرت تھانویؒ کا ترجمہ ہے کہ :

"راہ بتانے والی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو"۔

اور حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ ہے کہ :

"راہ بتاتی ہے ڈرنے والوں کو" وغیرہ۔

تو میں نے حضرت تھانویؒ کا ترجمہ لیا ہے بہت سے ایسے کم مواقع ہوں گے کہ میں براہوئی زبان کے تضاضوں یا کسی اور وجہ سے باہر نکلا ہوں۔ (126)

مفسرؒ مزید لکھتے ہیں کہ :

"تفسیر کشف القرآن میں تحت اللفظ ترجمہ ہے جو زیادہ تر مذکورہ بالا تین ترجموں سے ماخوذ ہے۔ جبکہ دوسری تفسیر ہے جو بیان القرآن کے طرز پر بعض تشریحی اجزاء کی پیوند کاری کے ساتھ ہے تیسرے نمبر پر آیت سے متعلق باتیں ہیں جس میں کبھی فقہی مسائل ہوتے ہیں کبھی علمی، ادبی یا تصوف سے متعلق نکات و فوائد ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ تفاسیر، احادیث و فقہ کی کتابوں اور علماء سلف سے ماخوذ ہیں۔ کہیں عبارت کی وضاحت ہو، یا لغوی تحقیق ہو، یا کوئی نحوی ترکیب ہو یا بلاغت یا قراءت سے متعلق کوئی بات ہو تو اس کے لئے ہر صفحے کے نیچے ایک خالی جگہ حاشیہ کے لئے دی گئی ہے جس کے لئے مفسرؒ نے "منہ" کا نشان لگایا ہے۔" (127)

مصادر و مراجع تفسیر :

تفسیر کشف القرآن میں مفسرؒ نے جن تفاسیر سے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ تفسیر جلالین۔

۲۔ابنِ کثیر۔

۳۔روح المعانی۔

۴۔ تفسیر عثمانی۔

۵۔موضح القرآن۔

۶۔ تفسیر معارف القرآن۔(مفتی شفیعؒ)

۷۔ تفسیر معارف القرآن۔(کاندھلویؒ)

۸۔ تفسیر البحر المحیط۔

۹۔ تفسیرِ خازن۔

۱۰۔ تفسیر مدارک۔

۱۱۔ تفسیرِ کبیر۔

۱۲۔ تفسیرِ قرطبیؒ۔

۱۳۔ تفسیرِ مظہری۔

۱۴۔ تفسیر الدر المنثور۔

۱۵۔ تفسیر جواہر القرآن۔

۱۶۔کتاب التسہیل۔

۱۷۔ تجرید البیان۔

۱۸۔ تفسیر ضوء البیان۔

۱۹۔ تفسیراتِ احمدیہ۔

۲۰۔ بیان القرآن۔" (128)

دیگر تصنیفات :

بلوچستان کی سطح پر علمی شخصیات میں صاحبِ کشف القرآنؒ ایک کثیر التصنیف شخصیت ہیں، جن کی کئی مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف شدہ ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مراءت الآیات۔

۲۔ اسنیٰ الذریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ۔

۳۔ مواعظِ شرودیؒ۔

۴۔ شکر پارہ۔

۵۔ نغماتِ شرودی۔

۶۔ صدائے حق۔

۷۔ البسالۃ الطارقہ۔ (129)

"مفسر کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی علم ودیعت کیا تھا، جس کی وجہ سے اکثر و پیشتر بیک وقت عربی، فارسی، اردو، براہوئی اور بلوچی زبانوں میں نثر، نظم اور شعر کہتے تھے جبکہ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا بنوریؒ اور شیخ غلام اللہ خانؒ جیسے حضرات کی وفات پر تین زبانوں (عربی، فارسی اور اردو) میں مرثیے، قطعات اور نظم وغیرہ کہتے تھے۔" (130)

۱۰۔ کنزالایمان فی ترجمۃالقرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (براھوئی زبان):

امام احمد رضا خاںؒ نے کنزالایمان فی ترجمۃالقرآن کا اردو ترجمہ کیا ہے جو ان کی ذاتی کاوش ہے اس کے ساتھ ہی اس کی تفسیری حواشی بھی ہے جس کا اردو تفسیر مولانا محمد نعیم مرادآبادی نے لکھا ہے۔اور اس کا مکمل نام کنزالایمان فی ترجمۃالقرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ہے۔اس ترجمہ و تفسیر کا براھوئی زبان میں ترجمہ مولانا مفتی عبدالغفار حلیمی نے لکھا ہے۔موصوف مفسر کی حالاتِ زندگی براھوئی زبان میں تراجمِ قرآن کے ضمن دیا گیا ہے۔

خصوصیاتِ کنزالایمان:

''مولانا و مفتی عبدالغفار حلیمی نے ''اردو ترجمہ و تفسیر کنزالایمان فی ترجمۃالقرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' جو کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کا اردو ترجمہ قرآن ہے اور تفسیر بھی ہے کا براھوئی زبان کے مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی تفسیر مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے لکھی ہے۔اس ترجمہ و تفسیر کا براھوئی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔مترجم چونکہ بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے بلوچستان میں بولی جانے والی عام براھوئی زبان اور سادہ اسلوب پر اختیار کیا گیا ہے۔تاکہ ایک عام قاری اس کا مطالعہ کر کے اس سے استفادہ کر سکے اور اپنی زندگی میں اس کے مطابق عمل کر سکیں۔''(131)

مصادر و مراجع:

زیرِ نظر تفسیر و ترجمہ ایک مجموعہ تفسیر و ترجمہ ہے،امام احمد رضا خاں اور مولانا محمد نعیم مرادآبادی نے زیرِ تبصرہ ترجمہ و تفسیر میں جن مصادر اور مراجع سے استفادہ کیا ہے ان میں چند خاص مصادر درج ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر خازن۔

۲۔ تفسیر مدارک۔

۳۔ تفسیر احمدی۔

۴۔ تفسیر روح البیان۔

۵۔ تفسیر جمل۔

فصل سوم: بلوچستان میں براہوئی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مملکتِ خداداد کا عظیم صوبہ ''بلوچستان'' برصغیرِ پاک وہند کا وہ خطہ ہے، جہاں اسلام صحابہ ءکرامؓ کے ذریعے خیر القرون کے مبارک دور میں براہِ راست پہنچا، یہ خطہ آغاز ہی میں پہلی صدی ہجری میں اسلام کے نور سے منور ہوا۔ بعد ازاں یہاں علمی اور اسلامی کا آغاز ہوا، جس کے نتیجے میں قرآن، علومِ قرآن، تفاسیر وتراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں علمائے بلوچستان نے تراجم وتفاسیر قرآنِ کریم کے حوالے سے گراں قدر اور بیش بہا خدمات انجام دیں، چناں چہ عربی، فارسی، بلوچی، پشتو، براہوئی، اردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں تراجم وتفاسیر قرآن کا ایک قابلِ قدر علمی ذخیرہ سامنے آیا۔ اس تناظر میں اگر اس امر کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہاں عربی، فارسی، پشتو، بلوچی، براہوئی، اردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں متعدد تراجم وتفاسیرِ قرآنِ کریم علمی اسلوب میں لکھی اور شائع کی گئیں، باب ہذا کے فصلِ سوم میں بلوچستان میں دورانِ تحقیق جو تراجمِ قرآن ہمارے سامنے آئے ہیں، ان میں براہوئی زبان کے قرآنِ کریم کے تراجم میں مولانا محمد عمر دین پوریؒ کا براہوئی ترجمہ ءقرآن، مولانا محمد افضل نوشکویؒ کا براہوئی زبان میں منظوم ترجمہ ءقرآن (سورۂ فاتحہ، سورۂ یٰسین اور سورۂ اخلاص)، مولانا عبدالغفار حلیمی صاحب کا براہوئی زبان میں کنزالایمان کا ترجمہ، اور براہوئی زبان کے تفاسیر میں مولانا محمد عمر درائیؒ کی براہوئی تفسیر ''علم نابال''، حافظ سلطان احمدؒ کی براہوئی تفسیر ''تنویرالایمان''، مولانا عبدالرشید ہمدم کی براہوئی تفسیر ''تفسیر رشیدیہ''، مولانا عبدالکریم لہڑی کی تفسیر المنان فی ترجمہ معانی القرآن''، مولانا محمد عمر دین پوریؒ کی تفسیر ''مفتاح البیان'' مولانا اختر محمدؒ کی ''تفسیرِ اختری''، مولانا محمد یعقوبؒ کی تفسیر ''کشف القرآن'' اور مولانا عبدالغفار حلیمی کا براہوئی زبان میں کیا ہوا ترجمہ ''تفسیر کنزالایمان'' (امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی) کا خاص طور پر قابلِ ذکر اور اہمیت کے حامل ہیں۔

﴿حواشی وحوالہ جات باب دوم﴾

(1) براہوئی، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۴۵۔

(2) براہوئی، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۴۵۔

(3) براہوئی، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۴۵۔

(4) تاریخِ ادبیات مسلمانانِ ہند، لاہور ۱۹۷۱ء، ۲/۱۴۔

(5) محولہ بالا ایضاً ج ۱۴، ص ۲۔

(6) اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، ص ۲، ساسانی خاندان کا مشہور بادشاہ جس کا اصل نام نوشک ربانی تھا۔

(7) براہوئی، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، ص ۴۵۔

(8) گل، خداد، براہوئی ادبی تاریخ، زمرد پبلی کیشنز، قلات، س ن، ص ۱۵۔

(9) دہوار، ملک محمد سعید، تاریخِ بلوچستان، مطبوعات النساء کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۳۶۳۔

(10) sir Denys Bray The Brahhui Language,p 04 Brahhui Academy Quetta1931,vol,1&11

(11) تاریخ وفات ۹۷۷ھ، عرب مؤرخ وجغرافیہ دان، مصنف المسالک والممالک، صورۃ الارض۔

(12) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ۱/۴۹۷۔۴۹۶۔

(13) بیدار، عبدالقیوم، براہوئی زبان کا ایک جائزہ، براہوئی ادبی سوسائٹی، کوئٹہ ۱۹۸۶ء، ص ۳۵۔

(14) براہوئی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، ص ۴۴۔

(15) تاریخ،ادبیاتِ مسلمانانِ ہند،لاہور،۱۹۷۱ء،۴۱۲۔

(16) اردوانسائیکلوپیڈیا،ص۹۶۶/۔

(17) براہوئی،ڈاکٹر عبدالرحمٰن، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ،ص۴۳تا۴۵۔

(18) sir denys Bray,The Brahuui Langauge,p 78

(19) ابن منظور، محمد بن مکرم،لسان العرب، مطبوعہ دار صادر بیروت،ھ،۲۱۴/۱۲۔

(20) ایضاًج۱۲ص۲۱۴۔

(21) تاریخ ادبیات مسلمانان ہند، جامعہ پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء،ص۴۱۸۔

(22) کوثر،ڈاکٹر انعام الحق، سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں، سیرت اکادمی کوئٹہ، باب اول،ص۳۱ ۔

(23) ایضاً،ص۲۱تا۲۲۔

(24) براہوئی،ڈاکٹر عبدالرحمٰن، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ،ص۳۴تا۳۶ ۔

(25) ایضاًص۳۶۔

(26) القرآن ۱۷/۳۴۔

(27) بخاری، منصور، بلوچستان کے قبائل، حصہ دوم،ص۳۵۔

(28) بروہی، عبدالفرید پروفیسر، براہوئی زبان میں اسلامی ادب، براہوئی اکیڈمی رجسٹرڈ کوئٹہ،۲۰۱۳ء،ص۴۸۔

(29) محولہ بالاایضاً،ڈاکٹر عبدالرحمن، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ،ص۳۶ ۔

(30) ایضاًص۳۶۔

(31) ایضاً،ص۵۱۔

(32) براہوئی زبان وادب سے متعلق کئی مقالات کے مصنف، اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، ۱۱۷۳/۲۔

(33) کامل القادری، مقالہ براہوئی اور اردو زبان، اورینٹیل میگزین، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۳۱تا۳۲۔

(34) براہوئی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، ص ۴۶ ۔

(35) بیدار، عبدالقیوم، براہوئی زبان وادب کا ایک جائزہ براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، ۱۹۸۶ء، ص ۴۱۔

(36) تاریخِ ادبیاتِ پاکستان، ۴۲۲/۱۴۔

(37) بروہی، عبدالفرید، پروفیسر، براہوئی زبان میں اسلامی ادب، براہوئی اکیڈمی، رجسٹرڈ کوئٹہ، ۲۰۱۳ء، ص ۵۳۔

(38) ایضاً ص ۵۳۔

(39) اردو انسائیکلوپیڈیا، ص ۸۴۹/۱۔

(40) کوثر، انعام الحق ڈاکٹر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک بلوچستان میں، لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۷۶۔

(41) ایضاً ص ۷۶۔

(42) ایضاً ص ۷۶۔

(43) کامل القادری، براہوئی زبان وادب، اورینٹل میگزین، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۔

(44) دین پوری، محمد عمرؒ، مولانا، قرآن کریم کا ترجمہ براہوئی زبان میں، ہجرہ کمیٹی اسلام آباد، ۱۹۸۲ء، ص ۱۴۳۳۔

(45) ایضاً ص ۱۴۳۳۔

(46) کامل القادری، مقالہ براوہوئی زبان وادب، اوریئنٹل میگزین، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۱۵۔

(47) ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، ص ۱۰۰۔

(48) مینگل، محمد افضل، مولانا، یٰسین شریف براہوئی منظوم ترجمہ، راسکو ادبی دیوان ۱۹۹۰ء، ص ۵۔

(49) محولہ بالاایضاً، ص۶۔

(50) محولہ بالاایضاً، ص۷۔

(51) سیرتِ طیبہ ﷺ سے رہنمائی اکیسویں صدی میں، سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ) سن اشاعت جون ۲۰۱۱ء، ص، ۱۷تا۱۸۔

(52) مینگل، محمد افضل، مولانا، یٰسین شریف کا منظوم ترجمہ بزبانِ براہوئی، ص۲۱۔

(53) محولہ بالاایضاً، ص۲۰۔

(54) ایضاًص۲۰۔

(55) موصوف نے راقم کو ایک خط کے ذریعہ سے آگاہ کیا ہے جو کہ راقم کے پاس موجود ہے۔

(56) ایضاً۔

(57) ایضاً۔

(58) محمد عمرؒ، مولانا، تفسیر علم ناباں، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، مقدمہ ءتفسیر، ص ب۔

(59) ایضاًص ب۔

(60) ایضاًص ب۔

(61) ایضاًص ب۔

(62) سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص۹۷۴ ۔

(63) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، پاکستان میں علاقائی زبانوں میں اسلامی ادب ص۱۱۳۔

(64) ایضاًص۱۱۳۔

(65) ایضاًص۱۱۳۔

(66) ایضاً ص ۱۱۳۔

(67) صابر، پروفیسر غلام دستگیر، براہوئی زبان میں دینی شاعری کا تحقیقی جائزہ، ۲۰۱۶ء، شعبہ براہوئی جامعہ بلوچستان، ص ۲۸۲ تا ۲۸۷۔

(68) ایضاً ص ۲۸۷۔

(69) ایضاً ص ۲۸۷۔

(70) ہمدم، عبدالرشید، مولوی، تفسیر رشدیہ، ۲۰۱۴ء، مقدمہ ءتفسیر ص، ظ۔

(71) ایضاً ص، ظ۔

(72) لہڑی، عبدالکریم، اثری، مقدمۃ القرآن الکریم وترجمۃ معانیۃ الی اللغۃ البراہوئیہ مجمع فہد بن عبدالعزیز، سعودی عرب، ۱۴۱۳ھ، ص، ۱۰ تا ۱۱۔

(73) ایضاً ص ۱۱۔

(74) ایضاً ص ۱۱۔

(75) بروہی، عبدالفرید، پروفیسر، براہوئی زبان میں اسلامی ادب، ۲۰۱۳ء، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ص ۸۶ تا ۸۷۔

(76) ایضاً ص ۸۷۔

(77) محولہ بالا ایضاً ص، ۳۶ تا ۳۷۔

(78) لہڑی، اشرف علی، مولانا، حیاتِ شیخ التفسیر حضرت مولانا اختر محمد مینگلؒ، ۲۰۱۲ء قیقان ادبی دیوان قلات، ص ۱۱۔

(79) ایضاً ص، ۱۳۔

(80) ایضاً ص، ۱۸۔

(81) ایضاً ص، ۱۸۔

(82) ایضاً لہڑی، اشرف علی، مولانا ص، ۲۳۔

(83) ایضاً ص،۲۴۔

(84) ایضاً ص،۲۷۔

(85) ایضاً ص۲۷۔

(86) ایضاً ص،۳۱۔

(87) ایضاً ص۳۱۔

(88) ایضاً لہڑی،اشرف علی،مولانا ص،۵۳۔

(89) ایضاً ص،۳۸۔

(90) ایضاً ص۳۸۔

(91) ایضاً ص۳۸۔

(92) ایضاً ص،۳۹۔

(93) ایضاً ص،۳۹۔

(94) ایضاً ص۳۹۔

(95) ایضاً لہڑی،اشرف علی،مولانا ص،۴۰۔

(96) ایضاً ص،۴۲۔

(97) ایضاً ص۴۲۔

(98) ایضاً ص۴۲۔

(99) ایضاً ص،۴۵۔

(100) ایضاًص۴۵۔

(101) ایضاًص،۴۸۔

(102) ایضاًص۴۸۔

(103) ایضاًلہڑی،اشرف علی،مولاناص،۵۰۔

(104) ایضاًص۵۰۔

(105) ایضاًص۵۰۔

(106) ایضاًص۵۰۔

(107) ایضاًلہڑی،اشرف علی،مولانا،ص۵۵۔

(108) ایضاًص۵۵۔

(109) ڈاکٹرانعام الحق کوثر، پاکستان کی علاقائی زبانوں کااسلامی ادب، ص۲۱۱۔

(110) کوثر،انعام الحق،ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن کے تراجم وتفاسیر ،ماہنامہ فکر و نظرادارہ تحقیقاتِ اسلامی،اسلام آباد، ص۳۶۵۔

(111) عبدالفرید بروہی، براہوئی زبان ہیں اسلامی ادب، براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) کوئٹہ ۲۰۱۳ء، ص ۱۲۰ ۔

(112) محولہ بالاص۱۲۱۔ محمد اختر، مولانا، تفسیر اختریہ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ، ص۳

(113) ایضاً، ص۴

(114) اختر محمد، مولانا، تفسیر اختریہ، جلداول، ص الف تاو۔

(115) القرآن سورۂطٰہٰ۲۰آیت ۱۱۴۔

(116) القرآن،البقرہ۲،آیت ۳۲۔

(117) تفسیر اختریہ جلد ۶ صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۸۔

(118) بروہی، عبدالفرید، پروفیسر، براہوئی زبان میں اسلامی ادب، ۲۰۱۳ء براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ص ۱۲۱ تا ۱۲۲۔

(119) لہڑی، اشرف علی، مولانا، حیاتِ شیخ التفسیر حضرت مولانا اختر محمد مینگلؒ، قیقان ادبی دیوان قلات، ص ۳۸۔

(120) ایضاً ص ۳۸۔

(121) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، تفسیر کشف القرآن، سیلز اینڈ سروسز، کوئٹہ، ۱۹۹۹ء، ج اول، ص ۲۰ تا ۲۱۔

(122) ایضاً ص ۲۱۔

(123) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، فکر ونظر، اسلام آباد، ج ۳۶، شمارہ، ۴، ۳، ص ۳۶۹۔

(124) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، تفسیر کشف القرآن، ص ۷۔

(125) محولہ بالا، ص ۷۔

(126) محولہ بالا، ص ۱۰ تا ۱۱۔

(127) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، تفسیر کشف القرآن، ص ۷ ۳ تا ۳۸۔

(128) محولہ بالا، ص ۲۰۔

(129) محولہ بالا ایضاً ص ۲۰۔

(130) محولہ بالا ایضاً راقم کو خط کے ذریعہ آگاہ کیا۔۔

(131) ایضاً۔

۳

بابِ سوم

بلوچستان میں بلوچی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر

- فصل اول: بلوچی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجم قرآن
- فصل دوم: بلوچی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر
- فصل سوم: بلوچی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

باب سوم: بلوچستان میں بلوچی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر

تمہید: بلوچی زبان اور بلوچ قوم کا تاریخی پسِ منظر

بلوچ نسل کا ماخذ عصرِ حاضر تک تاریخ کا ایک لاینحل مسئلہ ہے۔ مؤرخین کے لئے یہ ایک معمّہ بنا ہوا ہے، کسی مشہور و معروف عالم نے یہ معمہ حل کرنے کی اب تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی کہ بلوچ کون ہیں؟ اس لئے کہ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو ہنوز تشنہء تعبیر ہے، کیونکہ کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ یہ اصطلاح اس نسلی معنویت سے عاری ہوگئی جو ابتداً اس سے منسوب ہوگئی تھی۔ ان کی قومی شناخت کی یاد اور اس کا شعور ان کے اپنے روایتی نسب ناموں کا ابتدائی صورت میں وجود ضرور تھا، لیکن وہ شاذ و نادر ہی کسی دور میں محققین کی نگاہ سے گذری ہیں۔

بلوچ نسل کے باقیات السلف نامکمل ہیں اور متنازعہ فیہ خیالات وآراء نے انھیں اور بھی مبہم اور پریشان کن بنادیا ہے۔ انسانی اور تاریخی تحقیقات ابھی تک ان کے مآخذ کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قاصر رہی ہیں۔ محض ان کی نسلی زبان یا روایتی داستانوں کی کمزور شہادت کی بنیاد پر کوئی آدمی ان کے مآخذ کا تعین نہیں کر سکا۔ البتہ تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف مشرقی اور مغربی مفکرین و مؤرخین نے ان کی قوم کی وجہ تسمیہ اور شکل وشباہت سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حسبِ ذیل ہے:

<u>بلوچ قوم کا قدیم نام اور بلوچی زبان کی وجہ تسمیہ:</u>

لفظ ''بلوچ'' جو آج کل ایک قوم کی طرف منسوب ہے، جس کی ایک کثیر تعداد میں آبادی نہ صرف پاکستان کے چاروں صوبوں میں بلکہ دنیا کے چپے چپے میں آباد ہے، بلکہ اس نام سے ایک اقلیم بھی پاکستان میں موجود ہے جسے بلوچستان کہا جاتا ہے یعنی بلوچوں کے رہنے کی جگہ یا مسکن۔ تاریخ کے پیرائے میں اس نام کی مختلف وجوہات ہیں کہ یہ نام کیسے، کہاں اور کب سے وجود میں آیا، البتہ اس نام کی وجہ تسمیہ سے متعلق مختلف مؤرخین کے مختلف نظریات اور آراء ہیں ہر ایک نے اپنے ایک مخصوص انداز میں تاریخ کے تناظر میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا ہے کسی نے انہیں ''بلوش'' کہا ہے تو کسی نے ''بلوص'' جبکہ کسی نے '' بیلوس'' کے نام سے پکارا ہے یہاں تک کہ کسی نے بیل یا بعل سے معرب کر کے اسے پکارا اور لکھا ہے مذکورہ بالا تمام تصریحات کی کئی وجوہ ہیں اور یہ کہ یہ کیسے وجود میں آئی ہمارے لیے یہ ایک طلبِ غور اور طلبِ تحقیق مسئلہ ہے۔ غرض ذیل میں چند مؤرخین

حضرات کی آراء دی جاتی ہیں تا کہ کسی نہ کسی حد تک ذہنِ انسانی سے اس ابہام کو رفع کیا جا سکے یا کم کیا جا سکے تا کہ قلبِ انسانی کو تسلی و تشفی ہو البتہ جب ہم اس نام کی تاریخی حیثیت پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں مختلف نظریے ملتے ہیں:

پہلا نظریہ :

"لفظ بلوچ یا بلوص صریحاً بل اچ یا بیل اور ارص کا میلاپ ہے۔"[1]

دوسرا نظریہ :

"بیل ایک بابلی دیوتا ہے جو کنعانی بعل کی ہی ایک بدلی ہوئی شکل ہے۔"[2]

جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٢٥﴾﴾[3]

ترجمہ: "کیا بعل کی عبادت کرتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔"

بعل ان کے بت کا نام تھا جو سونے کا تھا اس کی لمبائی بیس گز تھی چار منہ تھے اس کی بہت تعظیم کرتے تھے جس مقام میں وہ تھا اس جگہ کا نام "بکّ" اسی وجہ سے "بَعلَبَکّ" مرکب ہوا یہ بلادِ شام میں ہے۔

دیوتا بیل سب سے پہلے بابل سے ہی متعارف ہوا ہے اور پھر اسے یونانی دیوتاؤں میں پہنچا گیا ہے۔ جیسا کہ:

"یونانی اور لاطینی تحریرات سے ظاہر ہے" پلمائرا" میں بھی وہاں کے دیوتاؤں کا سربراہ ایک شمسی دیوتا تھا، مالا چی بیلوس یا مالونگ بیلوس۔"[4]

ان میں ایک بلوچ قوم کی تاریخ کے عالم گل خان نصیر نے اسی طرح لکھا ہے:

"بلوچ زمانہ قدیم سے آج تک ایشیا میں ایک خانہ بدوش قوم چلی آتی ہے اور بلوچ کی وجہ تسمیہ بھی خانہ بدوش اور بادیہ نشین ہی ہے۔"[5]

فارسی زبان میں ایک برہانِ قاطع ہے جو اس کے نام کی وجہ بنی ہے وہ یہ ہے:

''فارسی زبان میں اصطلاح ''بلوچ'' کا معنٰی کلغئی، تاج یا چوٹی ہے۔''[6]

ایک انگریز مؤرخ بلوچ کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

''بلوچی صحرائے کوفچ میں بود باش رکھتے ہیں اور کوفچ فارسی زبان میں کوچ ہے اور یہ لوگ ان دونوں کو کوچ و بلوچ کہہ کر پکارتے ہیں۔''[7]

بلوچ قوم کی مختلف وجوہات اور تاریخ کے مسلم اور غیر مسلم مؤرخین کے خیالات و نظریات غرض، مختلف مؤرخین ایک ہی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو اپنی تحقیق، ذہنی استعداد اور روشن دماغی کی مخصوص فضا میں پیش کرتے ہیں۔ جن کے پاس نہ ہی کوئی ٹھوس ثبوت ہے اور نہ ہی آج کی سائنسی دنیا میں ایسے جدید آلات ہیں جس کے ذریعے سے اس معمہ کو حل کیا جاسکے اس طرح اکثر مؤرخین بڑے شدّ و مد کے ساتھ اس بات کی پوری طرح وضاحت پیش کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ:

''بلوچ بہ لحاظ نسل آریوں کے ایرانی یا مشرقی ایرانی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے عربی النسل ہونے کا نظریہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور بلوچی زبان کا شمار بھی مشرقی ایرانی زبانوں کے گروہ میں ہوتا ہے۔''[8]

خیر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کیا، بحرحال اب مذکورہ قوم کی شکل وشباہت سے متعلق بحث کرتے ہیں کہ ان کی شکل کیسی ہے اور کس سے ملتی ہے بعد ازاں اس مختلف فیہ مسئلہ کو انسانی عقل سے ماروا عدل کے پیمانے پر رکھ کر حل کرنے کی ایک سنجیدہ کوشش کریں گے۔

شکل وشباہت:

جس طرح تاریخ کے تناظر میں بلوچ نام کی وجہ تسمیہ پر مختلف آراء ہیں اسی طرح اس قوم کی شکل اور شباہت سے متعلق بھی کوئی ٹھوس اور مستند آراء اب تک کسی مؤرخ نے پیش نہیں کی ہیں جس پر شرحِ صدر ہو سکے تاہم اس بارے میں دو قسم کے دلائل ملتے ہیں ایک وہ جو کسی عام انسانی ذہن کے

دلائل ہیں جس کی بنیاد عقل کی کسوٹی پر ہے۔ جبکہ دوسرے وہ دلائل جس کی بنیاد نقل پر ہو(یعنی وحی الٰہی)البتہ یہاں مختلف مغربی ومشرقی محققین، مفکرین ومؤرخین کے چند دلائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ چند احادیث نبوی ﷺ بھی نقل کی جائیں گی تاکہ بلوچ قوم کی شکل وشباہت مزید واضح ہو۔ غرض اس قوم کی شکل وشباہت سے متعلق مختلف آراء بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں :

بلوچ یا''زِط'' جو عرب کی طرف سے اس قوم کے لیے استعمال ہونے والا لفظ ہے ان کی شکل سے متعلق خود جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ نے حدیث معراج میں حضرت موسیٰؑ کو جسمانیت میں جاٹوں سے تشبیہ دی ہے، بخاری کی روایت ہے:

وأما موسى فآدم سبط كأنه من رجال الزط (9).

ترجمہ :''موسیٰؑ گندمی رنگ کے خوش قامت تھے، گویا وہ جاٹوں میں سے تھے۔''

اسی طرح جب ۱۰ھ میں نجران سے بنی حارث بن کعب کے مسلمانوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

من هؤلاء القوم الذي كأنهم رجال الهند(10).

ترجمہ:''یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

سر برٹن نے بلوچ قوم کی شکل کے متعلق حضرت اسمٰعیلؑ سے اس کی تردید کی ہے بلکہ انہیں ایرانی النسل سے جوڑا ہے ان کے مطابق:

''اس کی شکل وشباہت حضرت اسماعیلؑ کے اخلاف سے قطعاً نہیں ملتی،آنکھ ایرانی کی طرح کشادہ،سیاہ اور پر اظہار ہے نہ کہ عرب کی طرح چھوٹی،بے قرار اور آتشی،دیگر نقوش غیر معمولی طور پر ابھرے ہوئے،متناسب اور ایرانی ہیں اور داڑھی (جو اعلیٰ جسمانی نشوونما کی نیچ کا مظہر ہے) لمبی،آبدار، گھنی اور لہردار ہے۔''(11)

اسی طرح ایک اور مغربی تاریخ نویس نے بھی بلوچ قوم کی شکل وشباہت کی عربوں سے مماثلت کو رد کیا ہے بلکہ انہیں ترک سے مشابہ قرار دیا ہے لہٰذا ان کے مطابق:

''سر ہنری پوٹنگر نے بلوچوں کو ترکمانوں سے مشابہ قرار دیا ہے اور عربوں سے ان کی مماثلت کو بالکل رد کیا کر دیا ہے۔''(12)

قدیم تاریخ نویس ابوالقاسم ابنِ حوقل بلوچوں کی شکل وشباہت کا ذکر اس طرح بیان کرتے ہیں :

''ان (بلوچ) میں سے بہت سے لوگ اپنی عادات وخصائل میں عربوں سے ملتے جلتے ہیں اور مچھلی کھانے کے بڑے شائق ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ کُردوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔''(13)

سلطان الملک عمادالدین اسماعیل بن افضل کرمان کا جغرافیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

''قفص کے پہاڑی خطہ کے پاس بلوچوں کے پہاڑ ہیں اور وہ ہندوستانی السنہ سے ملتی جلتی زبان بولتے ہیں اور جاٹوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔'' (14)

ڈیمز کے مطابق:

''بلوچ ایرانی ہیں، پینتالیس بلوچوں کا نیزل انڈیکس (ناک کی چوڑائی اور اونچائی کی باہمی نسبت * ۱۰۰۔ مترجم) ۸،۲۸ ہے۔ جہاں تک سر کی شکل کا تعلق انھیں صغیر الراس ایرانیوں کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے اور طویل الراس عربوں یا ہندوستانیوں کے ساتھ نہیں۔''(15)

پروفیسر کین رقم طراز ہیں کہ :

''بلوچ میدانی تاجک ٹائپ کا ایک نمونہ ہے۔''(16)

کرنل موکل کے نزدیک یہ ہے کہ :

''بلوچ نسل کا جزوِ اعظم مکران کے قدیم لوگوں کا باقیہ ہے جنہیں یونانیوں نے جید روشی کہا۔''(17)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ ؛

''رند قبیلہ ماخذ کے اعتبار سے بلوچ نہیں بلکہ عربوں کے علافی قبیلہ کی ایک شاخ ہے جس کا مورثِ اعلیٰ الحارث علافی والئی عراق الحجاج سے نبرد آزما ہوا اور ۸۶ھ میں سندھ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔''(18)

بلوچوں اور براہوئیوں کے متعلق رسلی لکھتا ہے کہ :

''غالباً ترک اور ایرانی عناصر کی آمیزش سے ظہور میں آئے جس میں اولذکر عنصر غالب ہے۔''(19)

جیسا کہ ایک فرانسیسی محقق موسیوا جغالوی جو کہ مشہور اور معروف ماہر انساب ہیں لکھتے ہیں کہ :

''ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان کے اضلاع میں رہنے والے ساٹھ ایسے چیدہ چیدہ افراد کہ جن میں کلیتاً رند بلوچ طائفوں اور قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے، جن کی جسمانی ساخت اور کھوپڑی کا مطالعہ کر کے ان کی جدید سائنسی طریقہ سے پیمائش کی اور اسی عمل کو منتخب اور نمائندہ ساٹھ تاجکوں پر دہرایا جو ایرانی قومیت کے فرد تصور کئے جاتے ہیں۔ان کے مشرقی ایرانی اور آریا نسل سے تعلق رکھنے میں شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔اس سائنسی تجزیہ اور سیفالک پیمائشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں گروہوں کے معاملے میں سب سے اونچا انڈیکس ۹۶ یا ۹۵ کا غیر معمولی عدد تھا۔اور دونوں حالتوں میں نارمل انڈیکس ۶۸ء۸ برآمد ہوا۔''(20)

''ان سیفالک پیمائشوں اور سائنسی تجزیوں سے موسیوا جغالوی نے یہ رپورٹ مرتب کی کہ جہاں تک کھوپڑی کا تعلق ہے بلوچ یقینی طور پر بریکی سفالک ایرانی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں،اور ان کا ڈولیچو سفالک عرب گروہ کے ساتھ کوئی خونی اور نسلی رشتہ نہیں ہے۔''(21)

قدیم بلوچ قبائل:

بلوچ قوم کا مسکن اور مامن کہاں رہا ہے جب ہم تاریخ میں ان کے تاریخی پسِ منظر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے قبائل کو تاریخ کی روشنی میں پرکھنے سے ہمیں درج ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

جی۔پی ٹیٹ کے نزدیک کہ :

"دسویں صدی عیسوی میں کرمان کی آبادی کرد، بلوچ، جٹ اور بعض دوسرے قبائل پر مشتمل تھی جو کوفص (کوفچ) کہلاتے تھے۔جٹ عنصر جلد ہی اپنی منفرد حیثیت کھو بیٹھا اور وہ ایک طرف زراعت پیشہ طبقوں میں مدغم ہو گیا اور دوسری طرف بلوچ قبائل میں گھل مل کر ختم ہو گیا۔"(22)

مزید لکھتے ہیں کہ :

"بلوچ قبیلوں کی تنظیم بعینہٖ ان قبیلوں کی قبائلی تنظیم کی طرح ہے، جنھیں کلاسیکی مصنفین نے اپنی تحریروں میں ساکا یا سیگتھائی قبیلوں کا نام دیا تھا، جو ایک زمانے میں مغربی ایشیا کے ایک وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ مشرق یورپ میں بھی یہ لوگ پہنچ گئے تھے۔خیال یہی ہے کہ یہ قبائل مشرقی ایرانی یا آریا نسل کے ان بیرونی طبقوں سے تعلق رکھتے تھے جن کا تہذیبی معیار ابھی کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہ تھا اور بلاشبہ موجودہ زمانہ کے بلوچ قبائل اسی قدیم قوم سے نسلی رابطہ رکھتے ہوں گے۔"(23)

عرب میں ہندوؤں اور سندھیوں کی مختلف جماعتیں عہدِ رسالت ؐ میں موجود تھیں، چنانچہ " زط" بکسر ز (جاٹ) اور مید جو ملک عرب میں مختلف پیشوں اور کاموں کی وجہ سے یاد کیے جاتے تھے۔

زط (جاٹ) ہندوستان کی مشہور سیاہ رنگ کی قوم ہے سندھ کے علاوہ منصورہ کے اطراف سے لے کر مکران تک پھیلی ہوئی تھی، بلوچستان میں اور ہندوستان کے علاقہ پنجاب میں اس کی آبادی تھی، یہ لوگ ان ہی مقامات سے عرب جاتے تھے۔

جاٹ جن کو عربی میں ''زط'' کہتے ہیں، یہ سیاہ رنگ کے خالص ہندوستانی قوم تھی، جو قدیم زمانہ سے عرب میں بڑی تعداد میں آباد تھے، یہ قوم سندھ اور پنجاب کے علاوہ بلوچستان میں پائی جاتی ہے جیسا کہ صاحبِ لسان العرب نے لکھا ہے کہ :

''الزط جبل أسود من السند وقيل الزط أعراب جت بالهندية وهو جبل من أهل الهند وهم جنس من السودان والهنود، والواحد زطي، مثل الزنج والزنجي والروم والرومي''(24)

ترجمہ:''زط سندھ کے سیاہ رنگ کے لوگ ہیں،ایک قول ہے زط ہندی لفظ جٹ کا معرب ہے،اور وہ ہندوستانیوں میں سے ہیں، بہر حال جاٹ سیاہ رنگ کے اور ہندوستانیوں کی جنس میں سے ہیں،اس لفظ کا واحد زطی ہے جیسے زنج اور زنجی اور روم اور رومی۔''

علامہ محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ :

"وهم جنس من السودان (السنود) والهنود"(25).

ترجمہ:''یہ لوگ کالے رنگ کے سندھیوں اور ہندوؤں کی جنس سے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور محقق نے بھی یہی عبارت تقریباً لکھی ہے کہ :

''الزط بالضم من الهند معرب جهت بالفتح، الواحد زطي(26)**۔''**

ترجمہ :''زط ہندوستانی ہیں یہ لفظ جھت کا معرب ہے اور واحد زطی ہوتا ہے۔''

الغرض مذکورہ بالا تمام تصریحات میں جاٹوں کو سندھی اور ہندوستانی بتایا گیا ہے، مگر ابوالفداء نے تقویم البلدان میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں بلوچوں کو بھی جاٹ کہتے ہیں، جن کی زبان ہندوستان سے ملتی جلتی ہے،وہ لکھتے ہیں کہ :

''وأما البلوص المذكورون فيقال لهم في زماننا الجت وهم طائفة تقرب لغتهم من الهندي۔ (27) **''**

ترجمہ :''ان بلوچوں کو ہمارے زمانے میں جت کہا جاتا ہے، یہ ایک گروہ ہے جس کی زبان ہندی زبان سے قریب ہے۔''

قدیم ترین ماہرِ انساب اور یمن کی تاریخ کے عالم ابو محمد عبدالملک ابنِ ہشام نے کتاب التیجان میں ان جاٹوں کو وسطی ایشاء کی قوم میں سے بتایا ہے، اور یمن کی قوم تبع (بالضم تا و بالتشدید ع) اور تباعہ کے حالات میں جاٹوں کو بنو یافث میں شمار کیا ہے، مثلاً تبع یرعش بن ناشر النعم کے ذکر میں ہے کہ :

''وإن الصغد والكرد والخزر والزط والقوط كلهم بنو يافث ابن نوح النبي صلى الله عليه وسلم [28]۔''

ترجمہ :''صغد، کرد، خزر، زط، قوط، یہ سب یافث بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔''

دوسری جگہ اسی تذکرہ میں ہے کہ :

''وأقبل بنو يافث بأجمعهم يتاصرون قباد، وهم الترک، والديلم والخور، والغور، التبت، والصغد، والزط، والخوز [29]۔''

ترجمہ :''اور تمام بنو یافث قباد کی مدد کے لئے تیار ہو گئے، یہ ترک، دیلم، خزر، غور، تبت، صغد، زط اور خوز ہیں۔''

الغرض یہ تبع شمر یرعش کے مقابلے میں شاہِ ایران قباد کے مددگاروں کی فہرست ہے، جس میں صغد، کرد خزر، ترک، دیلم، غور اور تبت وغیرہ کی طرح جاٹ بھی شامل تھے۔ جو زمانہ قدیم میں ہندوستان سے جا کر ایران کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے تھے، اور اکاسرہ ایران کی فوج میں ایرانیوں کی طرح رہتے تھے، وسط ایشیاء جاٹوں کا آبائی وطن نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستانی نسل سے تھے اور وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے یا پھر جاٹ کے لقب سے ان اطراف کی کوئی قوم رہی ہو گی۔

قدیم عرب جغرافیہ نویس ابنِ خرداذبہ نے مکران اور منصورہ (سندھ) کے درمیان کئی سو میل تک جاٹوں کا علاقہ بتایا ہے، چنانچہ فہرج (ایران) سے سندھ کی طرف آنے والی شاہراہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"من أول مکران الیٰ المنصورة ثلٰث مائة وثمانية وخمسون فرسخاً والطريق فی بلاد الزط وهم حفاظ الطريق[30] **۔"**

ترجمہ :"مکران کے ابتدائی سرے سے لے کر منصورہ تک تین سو اٹھاون فرسخ کا فاصلہ ہے اور پورا راستہ زط کی آبادیوں سے ہو کر گزرتا ہے یہ لوگ اس راستہ کے محافظ ہیں۔"

بہر حال! جیسا کہ ابوالفداء کی تصریح اوپر گذر چکی ہے کہ بلوچستان کے باشندے جاٹ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں اور ان کی زبان ہندوستان کی زبان سے قریب تر ہے، ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ عرب میں جو جاٹ آباد ہو گئے تھے وہ حدودِ سندھ کے رہنے والے تھے اور مکران سے پنجاب تک ان کی آبادی پھیلی ہوئی تھیں۔ ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوچ قوم کو تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے اور پرکھا جائے تو بات مذکورہ بالا مستند دلائل کی روشنی میں واضح ہوتی ہے کہ بحیثیتِ انسان وآدمی (آدمؑ) کے تمام انسانیت باباآدمؑ کی اولاد ہیں روئے زمین پر حضرت انسان کی مثال اس تخم کی مانند ہے جو آب وہوا کے ذریعے سے ایک مقام دوسرے مقام پر زمانہ کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتا رہتا ہے جسے علمِ سائنس میں "انتشارِ بیج" کہاجاتا ہے۔ بعینہٖ بلوچ قوم بھی کسی زمانے میں اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ حدیثِ بالا سے ثابت ہے اسی طرح مرورِ زمانہ کے ساتھ بتدریج روئے زمین پر انسانی آبادی بڑھی اور زمین پر مختلف انقلابات کے نتیجے میں انسان کی آبادی بھی پھیلنا شروع ہوتی نظر آتی ہے اس لیے کہ مذکورہ بالا دلائل میں بعض ایسے دلائل بھی ہیں جو کہ عصرِ حاضر کے قریب قریب زمانہ سے متعلق ہیں جبکہ بعض ایسے ٹھوس دلائل جو احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی سے ثابت ہیں جو زیادہ حقائق پر مبنی اور ٹھوس ہیں۔

بلوچ تہذیب وثقافت:

بلوچ قوم جو کہ بلوچستان کے اکثر علاقوں میں ایک طویل مدت سے بود باش رکھتے ہیں، یہاں مدتوں رہنے کی وجہ سے مذکوررہ قوم کی اپنی تہذیب وثقافت ہے جو کہ بلوچستان میں آباد دیگر اقوام سے انہیں ممتاز کرتی ہے اور ان کی پہچان بنی ہوئی ہے۔ تہذیب یاثقافت جو کسی قوم کے افراد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حاصل کرتے ہیں،اور جس کی وجہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں، اور بالآخر وہ اس قوم کی خوبیاں بن کران کے تہذیب وثقافت کا حصہ

بن جاتی ہے تو وہ ان کے ادب اور فنون میں بلکہ روزمرہ زندگی کے آداب میں اور معاشرتی رسوم ورواج میں بھی پائی جاتی ہیں۔ غرض، عصرِ حاضر میں بلوچ قوم میں جو ثقافتی یا روایتی چیزیں نمایاں ہیں وہ حسبِ ذیل ہے۔

مذہب:

آغازِ اسلام سے ہی جب اسلام کی کرنیں جزیرۂ عرب سے باہر پھیلنے لگیں تو عہدِ فاروقیؓ میں صحابہ کرامؓ کے طفیل یہاں کے مقامی لوگوں پر گہرے اثرات پڑنے شروع ہوگئے، جس کی وجہ بلوچستان کی بلوچ عوام اسلام مس داخل ہونا شروع ہوگئی الغرض آج یہاں کی اکثر وبیشتر آبادی مسلمانوں ہی پر مشتمل ہے۔

> ''بلوچ حنفی العقیدہ سنی اور عبادات کے پابند ہیں وہ مسلمان جو قدامت پسند نہیں ہیں ذکری، رفاعی، اور کھوجہ ہیں مکران ڈویژن اور اس کے اطراف یعنی گوادر وغیرہ میں عربوں کا ایک ''خارجی '' فرقہ ہے ۔مقامی لوگ انہیں ''بیاضیہ'' کہتے ہیں بقول اس کے یہ فرقہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ سے لڑنے والے لوگوں کی قدیم نشانی ہے ۔جنہیں ختم کرنے کے بعد تین یا بعض لوگوں کے مطابق سات اشخاص بچ کر عمان بھاگ گئے تھے۔یہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے منکر ہیں ۔شیعہ اور سنی مذاہب والوں کے خلاف ہیں اور انہیں خارجی کا نام دیتے ہیں ۔یہ شیعوں کی طرح بے تعصب ہیں، شراب پیتے ہیں اور اہلِ یورپ سے میل ملاپ رکھتے ہیں ۔[31] ''

مذہبی تہوار:

مسلمان ہونے کے ناطے عموماً بلوچوں میں خوشی کے وہی عام ایام ہوتے ہیں جو دیگر اقوام میں پائے جاتے ہیں مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ جبکہ بعض سماجی خوشیاں مثلاً شادی، سبی تہوار اور بوزکاشی وغیرہ۔

لباس:

بلوچستان کی بلوچ عوام میں لباس کے حوالے سے پگڑی، شلوار، قمیص، عورتوں کے لئے کڑھائی، جیبوں والی قمیص وغیرہ جیسی اشیاء عام طور پر رائج ہیں۔ جیسا کہ الفت نسیم نے لکھا ہے:

> ''بلوچستان کے بلوچ مرد ایک لمبی قمیص، شلوار، سرخ چھوٹی ٹوپی، سفر میں پگڑی پھیش کے بنے چپل پہنتے ہیں، جبکہ عورتوں کی پوشاک ایک لمبا اور کھلا چغہ جو زمین تک پہنچتا ہے اور ایک چادر ہے ناک اور کانوں میں ہلکے زیور پہنتی ہیں۔ استطاعت ہو تو اور زیور بھی پہنتی ہیں، عام طور پر پردہ نہیں کرتیں۔ مستقل مکانات کم ہیں، صرف ساحلی علاقوں میں یا قلعوں کے اندر اور باہر دکھائی دیتے ہیں۔ ملنے جلنے کے آداب ایک دوسرے سے آپس میں طویل رسمی اور تحمل آزما ہیں۔ (32) ''

کھیل :

چوک، جی، کشتی، گھڑسواری، دوڑ، نشانہ بازی، شکار وغیرہ ہیں۔

ثقافت:

روایات، آرٹس اور دستکاری وغیرہ ہیں۔

متبادل نام:

بلوچ اور بلوچی ہے۔

مسٹر پوٹنگز کی طرح محقق موسیو خانیکوف نے بلوچوں اور ترکوں میں مشترک بعض عادات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ دیا کہ ہے:

''بلوچ ترکمان نسل سے ہیں۔اس خیال پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر میر عالم خان راقب نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچوں نے ہزاروں سال تک ایشیائے کوچک کے جنت النظیر خطہ ملک لیڈیا پر حکمرانی کی ہے اور اپنے عادات واطوار کے انمٹ نقوش ایشیائے کوچک کے باسیوں پر چھوڑ دیئے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ بلوچ ترکمان نسل سے قرار پائے ہیں۔بلوچوں نے لیڈیا میں بحیثیتِ حکمران ہزاروں سال گذارے ہیں مگر جب حکومت ختم ہوگئی تو واپس اپنے وطن عراق لوٹ آئے یا محفوظ پہاڑوں میں چلے گئے۔[33]

ترکمانوں سے بلوچوں کی مشابہت کے نظریے پر لانگ ور تھ ڈیمز نے بھی تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''بعض حضرات نے بلوچوں کے کردار اور خصائل نیز رسم ورواج کو شواہد کے طور پر پیش کیا ہے اور انہیں ترکمانوں اور عربوں سے ملادیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ترکمانوں سے ان کی بڑی مشابہت ہے لیکن ایران کے اصل خانہ بدوش قبائل سے ان کی مشابہت اس سے زیادہ ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ صحرائی علاقوں میں آباد خانہ بدوش قبائل مختلف النسل ہونے کے باوجود ایک جیسے رسم ورواج کی نشو ونما وارتقاء ہو سکتا ہے۔مثلاً وسطی ایشیا اور سطح مرتفع فارس کے علاقے کے رہنے والے گھوڑوں کے اسی طرح دلدادہ ہوتے ہیں جس طرح اہلِ عرب۔جب بلوچ تاریخ میں پہلی بار متعارف ہوتے ہیں تو اشکانیوں کی طرح گھڑ سوار اور تیر انداز کے روپ میں نظر آتے ہیں۔اور ان کے پاؤں

میں سرخ رنگ کے بڑے بڑے جوتے ہوتے ہیں۔ان کے سامان میں پٹی دار کمبل اور قالین کا ذکر ملتا ہے۔ان تمام خصائص کا تعلق شمالی فارس کے لوگوں سے ہے۔جب یہ غنیم کے قریب پہنچتے ہیں تو شاہنامہ کے نبرد آزماؤں کی طرح اپنے گھوڑوں سے اتر کر دوبدو لڑتے ہیں اور یہ رواج ان میں آج بھی پایا جاتا ہے ۔عربوں سے ان کی ایک خصلت بالکل جداگانہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بلوچ دل کے بڑے کشادہ،خوش مزاج،اورآسانی سے رام ہونے والے لوگ ہیں۔مذہبی امور میں یہ لوگ انتہاپسند نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس کے خلاف معقولیت پسند اور روادارانہ ہوتے ہیں نیز وسیع القلبی کے ساتھ مسائل پر بحث و تمحیص کر سکتے ہیں۔ان کی رزمیہ شاعری،قصص اور روایات میں مافوق الفطرت عنصر کا بالکل فقدان ہے چنانچہ انہیں مغضوب العضب،تنگ نظراور مذہبی طور پر انتہاپسند عربوں کے مشابہ قرار دینا بعید از قیاس ہے۔"(34)

ڈیمز مزید لکھتے ہیں:

"بلوچوں کا افغانوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہاہے ۔اکثر افغان تاریخ نویس اپنے آپ کو بنی اسرائیل کی نسل بتاتے ہیں اور ان میں جو یہودی تہذیبی صفات ہیں یہ اس موقف کی تائید کرتی ہیں۔ بلوچ کسی کو اس کی اصل و نسل کی بنیاد پر حقیر نہیں سمجھتے بلکہ وہ اپنے اعلیٰ تہذیبی قدروں کے آئینے میں اپنے ہمسایے کو دیکھتے اور پرکھتے ہیں۔اگر کسی ہمسایہ قوم میں اسے کوئی پست تہذیب عادتیں نظر آجائیں تو وہ اس قوم سے ہم آہنگی اور قربت پیدا کرنے میں دلچسپی نہیں لیتے۔کیونکہ بلوچوں کا اعلیٰ صفاتی ذہن کسی تہذیبی پستی کو قبول نہیں کرتا۔ایسی بہت سی روایتیں،رسمیں اور عادتیں افغان ہمسایوں میں موجود رہی ہیں جن کو بلوچ حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں۔"(35)

بلوچوں اور پٹھانوں کی عادات واطوار اور رسوم میں وغیرہ کے سلسلے میں چند مزید حوالے جو غیر ملکی محققین اور تجزیہ نگاروں کے ہیں۔ایک یورپی محقق ڈینزل ابسٹس پنجاب کی مردم شماری میں رپورٹ میں قبائل کے عنوانات کے تحت لکھتا ہے کہ :

''بلوچ اپنے ہمسایہ پٹھانوں سے کئی پہلوؤں سے قطعاً مختلف اور بالکل متضاد ہیں بلوچ اپنے قول واقرار کا پاس رکھتا ہے مگر پٹھان اپنے مفادات کو اس پر ترجیح دیتا ہے بلوچوں میں مذہبی جنون، پٹھانوں کے مقابلے میں کم ہے،ان کی سرشت وطبیعت میں شیطانی صفات کم ہیں۔اس کی مثال اپنے شمالی ہمسایہ پٹھان کے مقابلے میں جسمانی ساخت کم زور اور دبلا پتلا ہے۔مگر تہذیبی اور سختی میں بھلا کی ہے وہ عادات واطوار میں راستباز اور صاف گو ہے، کمینگی اور غلامانہ ذہنیت کا حامل نہیں۔وہ معتدل مزاج اور اولوالعزم ہوتا ہے، باہمتی اور مرادنگی کو سب سے بڑی خوبی سمجھتا ہے۔''[36]

عصرِ حاضر میں بلوچ قوم میں جو ثقافتی یا روایتی چیزیں نمایاں ہیں۔وہ حسبِ ذیل ہے۔

نام اور القاب:

بلوچ قوم کے مردوں اور عورتوں کے نام والقاب (خاص کر جاٹ کے نام) اکثر ما قبل دور کے معلوم ہوتے ہیں۔جو جانوروں یا پودوں کے ہیں جیسے طوطی اور خبر درخت رنگوں کے جیسے نیلیٔ اور سمند وغیرہ۔ان کے سوا اکثر نام اسلامی ہیں جو عورتوں کے لئے بی بی، خاتون، ناز، بانو اور ماہ نور سے شروع یا ان پر ختم ہوتے ہیں لمبے ناموں کے مخففات بھی مستعمل ہیں جیسے پیر محمد کے لئے پیرو، در محمد کے لئے درو اور فخرالاسلام کے فخرو وغیرہ۔بلوچوں، جاٹوں اور ریینوں میں اکثر اجداد کے نام بچوں اور بچیوں کو دے دیئے جاتے ہیں۔

''لڑکی کی پیدائش پر کوئی تقریب نہیں ہوتی اور والدہ یا کوئی رشتہ دار اس کا نام رکھ دیتا ہے لڑکے کی پیدائش کا اعلان زچہ کی محافظ تین دفعہ کرتی ہے، بندوقیں چلائی جاتی ہیں، مبارک باد، سلامت کا شور ہوتا ہے، امیر بلوچوں میں بچے کی نوید لانے والے پہلے شخص کو اونٹ یا گھوڑا دیا جاتا ہے، بچے کا نام مولوی

صاحب کے مشورے سے تیسرے روز یا چھٹے روز رکھا جاتا ہے، رسمِ ختنہ ساتویں سالگرہ سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔ لفظ سردار مری، بگٹی اور ڈومکی قبائل کے سربراہوں اور سبی کے باروزئیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بلوچوں میں لفظ وڈیرہ مختلف قبائل کے اکابرین کو ممیز کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لفظ میر بھی اعزاز کے لئے آتا ہے جاٹ اپنے سرکردگان کو رئیس کہتے ہیں۔ مذہبی القابات کے سلسلے میں سابقے ''شاہ صاحب'' اور لاحقے'' شاہ سادات'' مستعمل ہیں۔ شیخ بھی انہی معنوں میں آتا ہے ''ملا'' اور ''اخوند''ان لوگوں کے لئے آتا ہے جو مذہبی علوم پر عبور رکھتے ہیں ''(37)

لباس :

بلوچستان کے بلوچ عوام میں لباس کے حوالے سے ان میں پگڑی، شلوار، قمیص، عورتوں کے لئے کڑھائی، جیبوں والی قمیص وغیرہ جیسی اشیاء عام طور پر رائج ہیں۔ جیسا کہ الفت نسیم نے لکھا ہے کہ :

''بلوچستان کے بلوچ مرد ایک لمبی قمیص، شلوار، سرخ چھوٹی ٹوپی، سفر میں پگڑی پھیش کے بنے چپل پہنتے ہیں، جبکہ عورتوں کی پوشاک ایک لمبا اور کھلا چغہ جو زمین تک پہنچتا ہے اور ایک چادر ہے ناک اور کانوں میں ہلکے زیور پہنتی ہیں۔ استطاعت ہو تو اور زیور بھی پہنتی ہیں، عام طور پر پردہ نہیں کرتیں۔ مستقل مکانات کم ہیں، صرف ساحلی علاقوں میں یا قلعوں کے اندر اور باہر دکھائی دیتے ہیں۔ ملنے جلنے کے آداب ایک دوسرے سے آپس میں طویل رسمی اور تحمل آزما ہیں ''(38)

بلوچوں کا کردار اور مزاج:

بلوچ ایک اچھے جنگجو کی شہرت رکھتا ہے۔ لمبا، پتلا عادات میں معتدل اور بیحد تحمل کا مالک ہے اور بہت معمولی خوراک پر طویل تھکاوٹ برداشت کر سکتا ہے چہرہ لمبا اور بیضوی اور نقوش شوخ ہیں بال زلفوں کی صورت میں لمبے اور چہرے کے دونوں طرف لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور داڑھی

اور چہرے کے بال بے تراش بڑھے ہوتے ہیں ابھی دور کی بات نہیں کہ بلوچ جنگ آزمائی کو ہی کاروبارِ حیات سمجھتے تھے اور زراعت وفنون سے نفرت کرتے تھے۔ نصیر آباد اور سبی کے میدانوں میں رہنے والے قبائیلوں کی اکثریت نے اب اپنی زمین پر کاشت شروع کر دی ہے۔ لیکن زیادہ تر وحشی قبائل جیسے مری بگٹی اب بھی زمین کی فلاح و بہبود سے لاپرواہ ہیں جسے آب وگیاہ اور سنگلاخ ہونے کی وجہ سے زیرِ کاشت لانا گویا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ جنھوں نے زراعت اپنالی ہے وہ بھی ہنوز عادات واطوار میں اکھڑ مزاج ہیں۔

مجموعی طور پر بلوچوں کو رام کرنا آسان ہے وہ عموماً ساز گار ہیں وہ بے تکلف اور خوش اطوار لوگ ہیں اور عزت وصداقت میں اپنے افغان ہمسایوں سے کم نہیں ہیں۔ وہ اپنے سرداروں کے مطیع اور فرمانبردار ہیں لیکن دوسروں کے ساتھ ان کے رویہ آزادانہ اور فاخرانہ ہے۔

منصور بخاری ان کے اچھے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہے:

> ''بلوچ کے بہترین خصائص ان کی وفاداری صداقت شعاری مہمان نوازی اور عورتوں سے حسنِ سلوک اور ان کی خامیاں کاہلی، تکبر اور غیر معتدل حساسیت ہیں ان کی جنگی چال یہ تھی کہ اس وقت کہ دشمن پر حملہ نہ کرو جب تک اس پر شب خون نہ مارا جاسکے یا وہ تعداد میں کم نہ ہو وہ ہمیشہ پیادہ لڑتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ بلوچ ہمیشہ گھوڑیوں کی سواری کرتے تھے کیونکہ یہ آسانی سے باندھا جاسکتا تھا اور گھوڑیوں کی طرح ہنہنا کر اپنے آقا کا پتہ نہیں دیتی تھیں۔ جیسا کہ بلوچی کہاوت ہے ''جو گھوڑے پر کاٹھی ڈالتا ہے وہ اصل میں اپنے سر پر لاٹی ڈالتا ہے۔'' اصولِ جنگ یہ تھا کہ بچوں اور عورتوں کو ایذا نہ دی جائے اور عورتیں اس وقت بھی بحفاظت جاسکتی تھیں جب ان کے مرد گھمسان کی جنگ میں ہوتے لڑکے اس وقت جائز نشانہ سمجھے جاتے جب وہ بھاری بھر کم شلوار پہنتے۔''(39)

شادی کی رسومات:

بلوچ قوم کی شادی کی رسومات درج ذیل ہیں:

"خوشحال لوگوں میں دولہا عموماً بیس سال کا اور دلہن اس سے چار سال چھوٹی ہوتی ہے لیکن غریب لوگوں میں دولہا دلہن دونوں بڑے ہوتے ہیں بچپن کی منگنیاں بہت خال خال ہوتی ہیں وہ بھی قریب ترین رشتہ داروں میں۔ عام طور پر دلہن کے انتخاب میں مرد سے رائے نہیں لی جاتی لیکن والدین شادی کرتے وقت ایک مناسب لڑکی تلاش کرتے ہیں اور کسی رشتہ دار عورت کے ذریعہ اس کی شکل وشباہت اور دیگر صفات کا پتہ کرتے ہیں، غریب ترین لوگوں یا امیر لوگوں میں زیادہ عمر کی صورت میں آدمی خود اپنی دلہن کا انتخاب کرتا ہے۔"(40)

غمی کی رسومات:

بلوچوں کے غم کے مختلف مواقع پر درج ذیل رسومات ہیں:

"بلوچوں کی شادی، غمی اور رسومات سوائے چند معمولی جزئیات کے تمام مسلمانوں کی رسومات سے ملتی جلتی ہیں اور قرآن کریم کی مقرر کردہ شادی کے سلسلے میں لڑکے اور لڑکی نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں ہوتا تاہم یہ اتنا مقدس سمجھا جاتا ہے کہ اسے کسی قسم کے حالات میں بھی فسخ نہیں کیا جاتا۔ لڑکے کی طرف سے تحائف (اونٹوں، بھیڑوں اور بکریوں اور دیگر مویشیوں) پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور شادی شدہ عورت کا اپنے شوہر کے گھر سے یا دوشیزہ کا باپ کے گھر سے فرار ہو جانا بلوچوں کی غیرت کے منافی ہے کوئی بھی صورت ہو عورت اور اس کے آشنا کی موت ہیان کے یہاں واحد مسلم کفارہ ہے۔"(41)

زناکاری کی سزا:

بلوچ معاشرے میں مختلف جرائم مثلاً زنا وغیرہ کا اگر کوئی شخص مرتکب ہو جائے تو اس کی سزائے درج ذیل ہیں:

"انگریزی قبضہ سے پہلے بے وفا بیوی کی حالت جرم میں پکڑے جانے کی سزا موت تھی۔ پہاڑی

بلوچوں کی اکثریت اب بھی اسی کی قائل ہے لیکن ضلع نصیر آباد کے جمالی، عمرانی اور کھوسہ بلوچ میں مجروح شوہر لڑکیوں یا نقدی وغیرہ کی صورت میں معاوضہ لے کر اپنی عزت کو مندمل کرنے پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ معاوضہ کی شرح مختلف قبائل میں الگ الگ ہے اگر عورت اور آشنا دونوں مارے جائیں تو کوئی معاوضہ واجب الادا نہیں۔ اگر دونوں بچ نکلیں تو عورت کو طلاق دے دی جاتی ہے۔"(42)

بلوچوں کی شادی کے رسم ورواج:

بلوچ میں صرف علیٰحدہ خاندان کی دلہن کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے گوت بیاہ کرنے والوں میں شادی کے تین طریقے ہیں۔

ا۔ ننگ یعنی غیر مشروط شادی۔ ۲۔ سابدل یا کنووتی یعنی ادلا بدلا۔ ۳۔ پیٹ اس شرط پر کہ پیدا ہونے والی بچی دلہن کے کسی عزیز کو دی جائے گی۔ گولوں میں لب ہمیشہ ادا کیا جاتا ہے اور طرفین کی حیثیت کے مطابق صدی ایک ہزار روپے ہوتا ہے۔ شیر وتا کی رسم جو منگنی یا سانگ کو غیر متبدل بناتی ہے اس طرح ادا کی جاتی ہے۔ کہ جب طرفین کے رشتہ دار جمع ہوتے ہیں تو دلہن کا باپ ایک جامِ شیر لاتا ہے جس میں دولہا کا باپ چند روپے ڈالتا ہے اس کے بعد گھمایا جاتا ہے اور سب دودھ پیتے ہیں دولہا کا باپ دلہن کو ایک ستھن یا شلوار پیش کرتا ہے اور ایک گھاگا یا گھاگرا۔ سری یا دوبر، ایک جوتا، چاندی کی انگوٹھی اور کبھی کبھار کانوں کے بالے بھی پھر شادی کا دن مقرر ہو جاتا ہے جو عام طور پر ربیع یا خریف کے فوراً بعد ہوتا ہے بشرطیکہ یہ ماہِ محرم میں یا بارہ وفات پر نہ ہو۔ آخری تاریخ مقرر ہونے کے بعد دولہا کا باپ نیم سیر آٹا، نیم سیر گڑ، اور نیم سیر گھی دلہن کے باپ کو بھیجتا ہے (جسے ولواہ کہتے ہیں) اور اپنے احباب واقارب کی ضیافت کرتا ہے ان سے نقد وصول کرتا ہے شادی سے چند روز پہلے ایک رنگین دھاگہ دولہا کی کلائی پر باندھا جاتا ہے اور بھوت پریت سے بچنے کے لئے اسے ایک تلوار دی جاتی ہے۔ اسی دن خاندان کی عورتیں پانچ سے سات سیر تک ہمیشہ طاق عدد اناج پیستی ہیں جو شادی کے بعد جوڑے کے استعمال کے لئے رکھا جاتا ہے اسے "بکی" کہتے ہیں۔

شادی کے روز بارات دولہا کی طرف کی عورت کے ساتھ دلہن کے گھر جاتی ہے جہاں ایک علیٰحدہ چھپر بنایا جاتا ہے جس کے سامنے ایک چھوٹی سی دودھ بھری نالی ہوتی ہے دلہن اس چھپر میں لائی جاتی ہے اور رات کھانے کے بعد مولوی صاحب نکاح پڑھاتے ہیں اس کے بعد دولہا کو چھپر میں

لایا جاتا ہے اور سات دفعہ دولہا دلہن کے سر آپس میں ملاتے ہیں شادیوں پر گھڑ دوڑ، نشانہ بازی اور ناچ گانے اور بڑی بڑی تفریحات ہوتی ہیں اور دولہا دلہن کو کھانا بھی کھلاتا ہے۔ دونوں طرف کے والدین دلہن کو کپڑے، زیورات اور ساز وسامان دیتے ہیں اور اسے حق مہر بھی ملتا ہے جو عموماً ایک بھینس یا گائے یا اونٹ ہوتا ہے یا پھر اس کی جگہ رقم ہوتی ہے۔

''نکاح بیوگان پر نکاح کے رسوم اور کوئی رسم نہیں ہوتی ہے۔ شوہر کی وفات پر وہ اپنے میکے واپس جاسکتی ہے اور دوسرے نکاح کے لئے اپنے والدین کی مرضی کے پابند ہے لیکن اگر اس کے لئے لب یا مہر ادا کیا گیا ہے تو اس صورت میں وہ اپنے مرحوم شوہر کے ورثاء کی مرضی کی پابند ہے۔''(43)

طلاق:

''بلوچوں میں طلاق بہت شاذ و نادر ہے کیونکہ دغا بازی کی عام سزا موت ہے اور کسی دوسری وجہ کی بناء پر بیوی کو الگ کرنا توہین سمجھا جاتا ہے یہی حال پنڑیوں اور جاٹ زمینداروں کے بہتر طبقوں کا ہے دوسرے لوگوں میں طلاق کی وجوہات عورت کی بد صورتی یا بد مزاجی اور ثابت شدہ یا مبینہ زناکاری ہے۔ طلاق کا طریقہ یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں تین پتھر یا ڈھیلے عورت کی گود میں پھینک دیئے جائیں۔ مطلقہ بیوہ کا درجہ رکھتی ہے اور دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔ لیکن اگر طلاق یاسیاکاری کی بناء پر ہو تو قبائلی رسم کے تحت وہ اپنے آشنا سے شادی نہیں کرسکتی ہے۔''(44)

عورت کا درجہ اور حقِ جائیداد:

''پہاڑی بلوچوں اور دیگر علاقوں اور غریب طبقوں میں عورت کی حیثیت انتہائی ذلت والی ہے۔ جونہی لڑکی کام کاج کے لائق ہوتی ہے والدین روزمرہ کے گھریلو کاموں کے علاوہ اسے مویشی چرانے بھیج دیتے ہیں۔ ''ولور'' جو کہ ایک قسم کا مہر ہوتا ہے جب یہ بچی شادی کے قابل ہو جاتی ہے تو عملاً

سب سے بڑھ کر بولی لگانے والے کو دے دی جاتی ہے اس کا والد حجروں میں اس کے حسن کے گیت گاتا ہے ضرورت مند لوگوں کو ترغیب دیتا ہے۔(افغان قوم میں بھی ایسے مراسم موجود تھے)۔شادی کے بعد بیوی نہ صرف باہر سے پانی بھر کر لاتی ہے بلکہ کھانا تیار کرتی ہے۔اور دیگر متفرق فرائض ادا کرتی ہے بلکہ وہ ریوڑ چرانے،شوہر کا گھوڑا سنبھالنے اور کاشت کاری کے کام میں ہاتھ بٹانے کی ذمہ دار بھی ہوتی ہے۔جائیداد میں اسے کوئی حق نہیں اور طلاق کی صورت میں وہ عموماً اپنے جسم کے کپڑے ہی ساتھ لے جاسکتی ہے۔بیوہ کی حیثیت سے وہ اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد میں سے صرف گزارہ لائق الاؤنس کی مستحق ہوتی ہے۔کسی مرحوم کے گھر میں بیوہ عورتیں اور لڑکیاں اس کی جائیداد کی تقسیم میں اثاثہ سمجھی جاتی ہیں اگرچہ سیاسی حکام اس طریقہ کو دباتے اور چھپاتے ہیں۔" (45)

بلوچی رواج:

"بلوچی تکنیکی لحاظ سے،ہندو،اروپائی زمرہ کی آریہ السنہ کی ایرانی شاخ سے ماخوذ بتائی جاتی ہے۔ضلع میں بولی جانے والی بلوچی،مغربی یا مکرانی کے بجائے مشرقی ہے اور عام اشیاء وافعال کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ قریب قریب سب خالص بلوچی ہیں جبکہ باقی لغت فارسی،سندھی اور پنجابی سے مستعار ہے۔"(46)

مہمان نوازی کی رسم:

"بلوچوں میں مہمان نوازی ایک مقدس فریضہ ہے اور ان کے مذہب کا حصہ ہے قبائلیوں کا دروازہ تمام مہمانوں کے لئے کھلا رہتا ہے حتیٰ کہ دشمن بھی اپنے میزبان کی بہترین خاطر کا مستحق ہے۔بلوچ تمندار کے جلوس میں ہو تو اس کی خورد ونوش تمندار کا ذمہ ہے اور سفر پر جاتے ہوئے وہ خوارک کا بوجھ

اٹھانے کی بجائے اپنے ہمسایوں کی مہمان نوازی پر بھروسہ رکھتا ہے۔''(47)

رسم حال:

''ایک خاص رسم یہ ہے کہ بلوچ راہگیر سے تمام ملنے والے لوگ خبریں پوچھتے ہیں جسے بلوچی اصطلاح میں حال کہتے ہیں حال کا مطلب ہے تازہ ترین معلومات جو مسافر کو لازماً دوسروں تک پہنچاتی ہوتی ہیں۔استفسار کنندہ ان حاصل شدہ معلومات کو پہلے ملنے والے شخص تک پہنچادیتا ہے اور یوں بلوچوں میں ہر قسم کی معلومات کا فوری ابلاغ ہوتا رہتا ہے۔یہ رسم مسافروں تک ہی محدود نہیں بلکہ جب اہل حیثیت ملتے ہیں تو تب بھی حسبِ مراتب حال لیا اور دیا جاتا ہے۔سوالات وافر اور وسیع النوع ہوتے ہیں لیکن بیوی یا کسی عورت کا تذکرہ ممنوع ہے۔سردار سے مخاطب ہوتے وقت واجہ،سائیں،دھنی کے الفاظ مستعمل ہیں اور نیک لوگوں کو شاہ صاحب پیر صاحب یا ملا صاحب کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔(48)

تجہیز و تکفین :

بلوچوں کی تجہیز و تکفین کے مندرجہ ذیل طریقے ہوتے ہیں:

''بلوچ قوم چونکہ اکثر مسلمان ہے اس لئے ان کی تجہیز و تکفین مسلمانوں ہی کی طرح ہے میت کو شمالاً جنوباً رکھا جاتا ہے اور سر مغرب کی جانب جھکا ہوا ہوتا ہے۔''ملا'' ماتھے یا کسی برتن یا ڈھیلے پر کلمہ لکھتا ہے جو میت کے سر کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے سات سال سے زیادہ عمر کے مرحوم کے لئے تین سے سات دن تک تعزیت ہوتی ہے جس کے دوران لوگ مرحوم کی روح کے لیے ایصالِ ثواب اور مغفرت کرتے ہیں دور سے آنے والے اعزہ واحباء اپنے ساتھ بھیڑ یا بکری یا کچھ نقد رقم ساتھ لاتے ہیں غم زدہ خاندان ان کی خاطر تواضع کرتے ہیں بہت سے قبائل ان دنوں میں نہ نئے کپڑے پہنتے ہیں اور نہ ہی کوئی خوشی

مناتے ہیں۔ سبی کے جاٹ اور بلوچ ان دنوں میں پلنگوں پر نہیں سوتے اور بلوچ ان دنوں میں دودھ بھی نہیں پیتے۔ سات سال سے کم عمر کے بچوں کے لئے تعزیت صرف ایک تا تین دن ہوتی ہے۔ مرد کی قبر پر عموماً دو پتھر یعنی سر اور پاؤں کی جانب رکھے جاتے ہیں اور عورت کی قبر پر تین یعنی سر اور پاؤں کے علاوہ وسط میں رکھے جاتے ہیں "۔(49)

تفریحات وتقریبات :

بلوچ معاشرے کے درج ذیل تفریحات اور تقریبات ہیں:

"واحد اندرونی کھیل چک یا بیٹ ہے جو شطرنج کی مانند ہے اور اسے دو یا چار کھلاڑی کھیلتے ہیں۔ لڑکے گٹھنے کی ہڈیوں سے کھیلتے ہیں اور گولیوں کے شوقین ہوتے ہیں۔ بلوچ قوم کا مری قبیلہ بہت نشانہ باز ہے اور کافی وقت نشانہ بندی پر صرف کرتا ہے۔ امیر طبقے شکار بھی کھیلتے ہیں اور تعاقب بھی کرتے ہیں۔ خوشی کے تہواروں پر ناچ مردوں اور عورتوں میں یکساں مقبول ہے، جبکہ ونجیوں اور جاٹ قبائل میں مخلوط ناچ ہوتے ہیں لیکن دیگر قبائل میں مرد و عورت الگ الگ ناچتے ہیں۔ لہٰذا ان کے اہم ترین تہوار عیدین ہیں ان مواقع کی تفریحات گھڑ دوڑ، نشانہ بازی، ناچ و کشتی ہیں۔"(50)

اخلاقی ضابطہ ءحیات :

بلوچستان میں آباد بلوچوں کا اخلاقی ضابطہ ءحیات درج ذیل ہے:

قبل از برطانیہ جو ضابطہ ءاخلاق بلوچ قوم میں رائج اور عام تھا جو اب بھی ان میں بہت سے فعل و عمل پر اثر انداز ہے ان سے واقفیت نظم ونسق کے نقطہ نظر سے اہمیت سے خالی نہیں یہاں ان کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے یہ ضوابط رفتہ رفتہ برطانوی قانون وآئین کے سامنے دبتے جارہے ہیں۔ ایک قبائلی پر لازم تھا کہ:

''ا۔خون کا بدلہ لینا۔

۲۔پناہ گزین کے لئے آخری دم تک لڑنا۔پناہ گزین کو ہمسایہ یا ہوٹ کہتے ہیں جب تک وہ چھت کے نیچے ہوتا محافظ اس کا کفیل ہوتا لیکن ایک سیاہ کار کو عموماً پناہ نہ دی جاتی تھی۔

۳۔امانت کی آخری دم تک حفاظت کرنا۔

۴۔مہمان نواز ہونا اور مہمان کے جان ومال کی حفاظت کرنا سبی کے ''پنی وجاٹ'' مہمان کی جائیداد کی ذمہ داری نہ لیتے تھے لیکن کاکڑ، ترین، زرکون یا شاہرگ نقصان کا مداوا کرتے تھے۔

۵۔عورت، ہندو، مطرب اور ننگ دھڑنگ بچے کو مارنے سے احتراز کرنا۔

۶۔مجرم کے خاندان کی کسی عورت ''سید اور ملا'' کی مداخلت پر جرم معاف کردینا سوائے سیاہ کاری اور قتل کے۔

۷۔اس آدمی کو مارنے سے احتراز کرنا جو کسی پیر کی زیارت میں داخل ہو جائے یا جب تک وہ اس میں رہے اور اس آدمی کو نہ مارنا جو لڑتے ہوئے منہ میں گھاس لے کر یا ان کے گرد کپڑا ڈال کر یا ہتھیار ڈالکر پناہ مانگے۔

۸۔اگر ملا، سید یا عورت اپنے سر پر قرآن مجید لے کر جنگ کے بیچ میں آجائے تو لڑائی بند کردینا۔

۹۔زناکار کو موت کے گھاٹ اتار دینا وغیرہ۔''(51)

صاحبِ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹئر سیریز (جلد سوم) ضلع سبی دونوں قوموں کے بارے میں لکھتا ہے کہ :

''بلوچ، صاف دل اور راستباز ہیں اور حقیقت پسندی اور عزت ووقار کی خصوصیت کے لحاظ سے اپنے ہمسایہ افغانوں سے برتر ہیں اپنے سردار کے اطاعت شعار، فرمانبردار اور وفادار ہوتے ہیں گو کہ دوسروں کے ساتھ ان کے رویے میں غرور وتکبر، آزادروی وخودسری کا عنصر شامل ہوتا ہے۔وفا

کشی، راستگوئی، مہمان نوازی اور خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک ان کی اعلیٰ خوبیاں ہیں۔"(52)

مذکورہ بالا قومی عادات وخصائل وہ بنیادیں ہیں جو بلوچوں اور پٹھانوں میں فاصلے پیدا کرنے کی جواز بن چکی ہیں۔اور بلوچ ہمیشہ اپنی اس ضرب المثل پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ:

"گوں ماہ ئ َنندئے ماہ بئے

گوں دیگ ئ َنندئے سیاہ بئے"

یعنی : چاند کی ہمنشینی تمہیں روشنی بخشی ہے اور دیگ کی ہمنشینی تمہیں کالا دیتی ہے۔

قبولِ اسلام:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت ملک عرب کے اطراف وجوانب میں غیر ملکیوں کی بہت زیادہ آبادی تھی، اور جب اسلام کی دعوت جزیرۃ العرب میں پھیلی تو عربوں کی طرح وہاں پر آباد دوسری قوموں کو بھی ان سے واسطہ پڑا، اور عربوں کی طرح عام طور سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے، یا ان میں سے کچھ لوگوں نے جزیہ دے کر اپنے دین پر قائم رہنا پسند کیا، ہندوستان کی قومیں اگرچہ عرب میں براہِ راست اپنا اثر واقتدار نہیں رکھتی تھیں مگر مختلف وجوہ سے ان کی حیثیت بلند تھی، جس میں بڑا دخل ایرانیوں کا عرب پر قبضہ تھا، ایرانی ایک طرف ہندوستان اور سندھ وبلوچستان کے راجوں، مہاراجوں، اور یہاں کے لوگوں کو اپنے اثر واقتدار میں رکھتے تھے اور دوسری طرف عرب کے ساحلی علاقہ میں عراق سے لے کر یمن تک حاکمانہ طاقت رکھتے تھے، اس لئے اہلِ ہند کو عرب کی ان حدود میں اہلِ ایران کی وساطت سے ہی اقتدار نصیب ہوا، اہلِ ہند اور اہلِ عرب کے قدیم ترین تجارتی تعلقات کے بعد ایران کے توسط سے اس حاکمانہ تعلق نے ان میں مزید دلچسپی پیدا کی اور یہاں کے لوگ ہندوستانی اشیاء کی تجارت، عرب کے جہازوں اور کشتیوں پر ملازمت اور عرب میں آباد ہو کر وہاں کے اقامت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے، جس کے نتیجے میں عہدِ رسالت میں عرب کے اندر ہندوستان کی مختلف اقوام اور جماعتیں رہنے لگیں، اور عرب کے باشندے ان کو اپنی زبان میں مختلف ناموں سے یاد کرنے لگے، چنانچہ عربوں نے اپنے ملک میں آباد ہندوستانیوں کو زط، اساورہ، سیابجہ، احامرہ، مید، بیاسرہ اور تکاکرہ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا کسی ملک کے باشندوں کو اتنے زیادہ نام

ولقب سے یاد کرنا اس کی صریح دلیل ہے کہ وہاں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اور وہ لوگ ہر طرف مشہور تھے، چونکہ عربوں اور ہندوستانیوں میں بڑی حد تک مذہبی یک جہتی تھی اس لئے وہ بڑی آسانی سے عربوں کی زندگی میں مل جل گئے۔

ان ہی حالات میں مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی چونکہ تیرہ سال تک مکی زندگی کفار ومشرکین کی وجہ سے مظلومیت میں گذاری اس لئے عرب سے انتہائی دور کے لوگوں کو اسلام سے کم واقفیت ہوئی اور وہاں کے عربوں کی طرح ہندوستانی بھی اسلام سے تفصیلی طور سے واقف نہ ہو سکے، البتہ مکی زندگی میں حبشہ کی طرف صحابہ کرامؓ کی ہجرت ہوئی اس لئے حبشہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کو اسلام کی عام واقفیت ہو گئی، اسی سلسلے میں حبشہ کے سامنے ساحل پر موجود عربی اور عجمی باشندوں کو بھی اسلام کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل ہو گئی۔

چنانچہ حضرت باذانؓ حاکمِ یمن ابتدائے بعثت ہی میں اسلام لائے اور ان کے ساتھ یمن میں مقیم بہت سے اسادرہ اور ایرانی نسل کے ابناء بھی مسلمان ہوئے مگر اس کے باوجود دعوت و تبلیغ کے ذریعے ان اطراف میں اشاعتِ اسلام کی تفصیلی معلومات نہیں پہنچ سکیں، لیکن جب جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اس طرح ہجرت کے واقعہ نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے متعلق نہ صرف عرب کی حدود میں تفصیلی واقفیت کے لئے راہیں ہموار کیں، بلکہ جزیرۃ العرب کے اطراف واکناف میں بھی اس کی خبر پہنچنے لگی، اور سرزمینِ ہند میں بھی اسلام کی ان مقدس خبروں کو سنا گیا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ۷ھ اور ۸ھ کے درمیان حدودِ عرب میں دعوتِ اسلام بھیجی اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو اسلام کا مبلغ وداعی اور قاصد بنا کر عرب اور بیرونِ عرب کے رئیسوں، حاکموں اور باصلاحیت لوگوں کی طرف بھیجا تو اس وقت پورے جزیرۂ عرب میں اسلام کی دعوت عام ہونا شروع ہوئی اس کے علاوہ عجم، فارس اور مجوسیوں کو بھی اس مبارک دعوت سے واقفیت حاصل ہوئی، ان ہی کے ساتھ یہاں ہند کے باشندے بھی عام طور پر اسلام سے باخبر ہو کر یا تو مسلمان ہو گئے تھے یا اسلامی زندگی کا جزو بن گئے تھے یا عام مجوسیوں کی طرح یہ لوگ بھی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہ کر جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو گئے تھے اور پھر ان کو مجوس میں شمار کیا جانے لگا۔

نیز عہدِ رسالتؐ میں جس طرح اسلام کا چرچا دیگر ممالک میں ہوا، ہند اور سندھ میں بھی یہ چرچا عام ہوا یہاں کے مذہبی لوگوں اور راجوں مہاراجوں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ سے براہِ راست تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی اور دعوتِ اسلام کو سمجھنا چاہااور خود رسول اللہؐ نے ہندوستان اور یہاں کے لوگوں کی متعلق باتیں کیں۔

الغرض، عربوں کے نزدیک سندھ اور ہند دو الگ الگ ملک تھے جو ان کے مشرق میں سمندر پار پڑتے تھے، سندھ کا ملک ہندوستان، کرمان اور سجستان وغیرہ کی حدود سے گھرا ہوا تھا، اس کے بعد ہندوستان کا ملک پڑتا جو مشرق میں چین کی حدود سے ملتا تھا، اور عرب دونوں ملکوں کو ملا کر ہند بھی بولتے تھے، جس طرح تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور اب پھر ایک ملک ہندوستان کے لئے تقریباً یہی دونوں علاقے بھارت اور پاکستان کے دو ناموں سے یاد کیے جانے لگے جبکہ آزادیء پاکستان سے پہلے اور بعد دونوں کے لئے ایک جامع لفظ ہندوستان تھا۔

جاٹ یعنی بلوچ جن کو عربی میں زط کہتے ہیں، بہت بڑی آبادی ہے، یہ سیاہ رنگ کی خالص ہندوستانی، ایرانی اور پاکستانی قوم ہے جس کی آبادی افغانستان، عرب اور دیگر ممالک میں بھی پائی جاتی ہے، اور مختلف تاریخ نویسوں نے انھیں تاریخ کے مختلف پیراؤں میں بیان کیا ہے البتہ ہمارے موضوع کا ہدف یہاں صرف اس بلوچ قوم سے ہے جو آزادیء پاکستان کے بعد سے لے کر اب تک صوبہ بلوچستان میں رہ رہے ہیں جیسا کہ : قدیم ترین عرب جغرافیہ نویس ابنِ خرداذبہ نے اس وقت کے سندھ ریاست میں ان شہروں کو شمار کیا ہے۔

"قیقان (گیگان، قلات)مکران، میر، قندھار، (گندھارا) قصدار (خضدار)، بوقان (خاران)، قندابیل، فنزبور ارمابیل (بیلہ)دیبل وغیرہ۔"(53)

اگرچہ براہِ راست عہدِ رسالتؐ میں خطہ ء بلوچستان پر اسلام کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے ہیں تاہم، خلفائے راشدینؓ کے مختلف ادوار میں یہاں حضرات صحابہ کرامؓ اپنے مبارک قدموں کو جمانے کی ابتداء کر چکے تھے جیسا کہ قاضی اطہر مبارک پوریؒ نے لکھا ہے کہ :

"عہدِ فاروقیؓ میں سندھ اور مکران کی حدود تک براہ خشکی مجاہدین اسلام کے قدم آنے شروع ہو گئے، پھر جب حضرت عثمان غنیؓ کا دورِ خلافت آیا تو آپؓ نے ہند کی طرف توجہ فرمائی اور حضرت عمرؓ کی محتاط روش کی روشنی میں عراق کے حاکم عبداللہ بن عامرؓ کو کریز کے ذریعہ حضرت حکیم بن جبلہ عبدیؓ کو

ہندوستان کے سرحدی علاقہ مقامات کے سیاسی اور ملکی حالات اور جہاد کے امکانات معلوم کرنے کے لئے یہاں بھیجا، مگر یہاں کے حالات جہاد کے لئے مناسب نہ تھے،اس لئے مزید کوئی کاروائی نہیں کی۔جب حضرت علیؓ کا دورِ خلافت آیا تو آپؓ نے ۳۰ ھ کے ابتداء میں حارث بن مرہ عبدیؓ کو اجازت دی کہ وہ متطوعین کی ایک جماعت لے کر ہندوستان کا رخ کریں چنانچہ حارث بن مرہ عبدیؓ نے ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد پر حملہ کیا اور مال پایا، مگر بعد میں قیقان (گیگان، موجودہ نام قلات صوبہ بلوچستان) کے ایک معرکہ میں حارث بن مرہ عبدیؓ اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے یہ ۴۲ھ کا واقعہ ہے۔"[54]

خلفائے راشدینؓ کے بعد جب حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت شروع ہوا تو بھی مجاہدین اسلام کے معرکے بدستور جاری رہے اس لئے کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت بھی اپنی مثال آپ ایک شاندار دورِ خلافت رہا ہے چنانچہ صاحبِ فتوح البلدان لکھتے ہیں کہ :

"حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہء خلافت میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہؓ نے ہندستان کا رخ کیا اور بنوں پر فوج کشی کی اس کے بعد عبداللہ بن سوار عبدیؓ نے قیقان (قلات) پر حملہ کر کے گزشتہ شکست کا بدلہ لیا اور فتح پائی، نیز حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں زیاد بن ابی سفیانؓ اور سنان بن سلمہؓ بن محبق ہذلی کو مکران کی طرف روانہ کیا، جہاں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی،اسی دوران میں زیاد نے راشد بن عمرو ازدی کو مکران بھیجا اور راشد نے قیقان کو فتح کر کے بحری ڈاکوؤں کا قلع قمع کیا۔"[55]

الغرض، عہدِ فاروقیؓ کی ابتداء سے حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت تک ریاستِ سندھ، ہند اور عرب کے تعلقات کی نوعیت وقتی معرکہ آرائی اور غالب و مغلوب کی رہی، جن میں خلفائے راشدینؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام نے حصہ لیا، ظاہر ہے کہ ان مہمات میں بزمِ نبوتؐ کے حلقہ نشینوں کے مبارک قدم اس ملک میں آئے ہوں گے جن کے انفاسِ گرم کی تاثیر سے آج تک بلوچستان میں اسلام اور مسلمان زندہ وتابندہ ہیں اور ان شاءاللہ قیامت تک زندہ وتابندہ رہیں گے۔

فصل اول: بلوچی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن

مولانامیاں حضور بخش جتوئیؒ (۱۹۰۸ء)اوران کابلوچی ترجمہ قرآن:

مختصر سوانحی حالات:

سوانح نگاروں نے آپ کا پورانام اس طرح لکھاہے:

"میاں حضور بخش لکھاہے۔ جتوئی قبیلہ سے تعلق ہے جو کہ بلوچستان سے ملحق اندرونِ سندھ سکھر اور ڈیرہ مراد جمالی،اوستہ محمد وغیرہ(نصیر آباد دویژن) کے قرب وجوار میں دونوں اطراف ہیں جتوئی قبیلہ آج بھی آباد ہے۔تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے متعلق کوئی خاص معلومات نہیں ہے۔ نہ ہی سوانح نگاروں نے کچھ لکھاہے۔آپ نے چالیس کے لگ بھگ تصانیف لکھی ہیں،جو کہ بلوچی زبان ہیں اور منظوم انداز میں ہے۔ جبکہ بعض دینی کتب کابلوچی زبان میں منظوم ترجمہ بھی کیاہے۔"(56)

" مترجم اپنے دور کے،مؤرخ،شاعر،ادیب، محقق،جید عالمِ دین اور کتبِ کثیرہ (چالیس کے قریب) کے مصنف تھے۔اکثر بلوچی زبان میں منظوم تراجم،اور بعض دینی کتب کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیاشاعری خالص دینی ومذہبی۔۔۔نغمہ کوہسار،عبدالرحمٰن غور کوئٹہ ۱۹۶۸ء ص ۱۷۷۔۱۷۸ کتب کی فہرست مولاناعبدالباقی درخانی مرحوم نے ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن کو مہیاکی تھی"۔(57)

ا۔ترجمہءقرآن مجید بزبانِ بلوچی :

میاں حضور بخش جتوئیؒ اپنے دور کی ایک نابغہءروزگار شخصیت،جید عالمِ دین،مترجم،شاعر اور ادیب تھے۔بلوچی زبان ہیں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے بلوچ عوام پر احسانِ عظیم کیاہے اور ان کا یہ ترجمہ کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔اس وقت کی تحقیق کے مطابق موصوفؒ کو یہ خصوصی اعزاز

وسعادت حاصل ہے، کہ مترجمؒ کا یہ بلوچی ترجمہء قرآن بلوچستان میں سب سے اولین بلوچی ترجمہ خیال کیا جاتا ہے، آپ نے دین اسلام کی اشاعت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

''قرآنِ کریم کا یہ پہلا بلوچی ترجمہ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ /۱۹۰۸ء میں شروع ہوا اور ۱۳۲۹ھ میں مکمل ہوا اور ۱۳۲۹ھ /۱۹۱۱ء میں ہندوستان سٹیم پریس لاہور سے چھپ کر ڈھاڈر بلوچستان سے شائع ہوا۔''(58)

بلوچی ترجمہ قرآن کی خصوصیات :

قرآن مجید کا یہ پہلا بلوچی ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ بلوچستان میں بولی جانے والی عام فہم اور آسان بلوچی زبان میں ہے۔ مترجم کا اسلوب ایک جداگانہ اسلوب ہے۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ بلوچستان میں بولی جانے والی مغربی بلوچی میں کیا ہوا ہے۔ اور ماہرینِ بلوچی زبان کے مطابق مولانا جتوئیؒ کا ترجمہ علیحدہ حیثیت کی حامل ترجمہء قرآن ہے۔ جس کے کل ۱۲۲۴ صفحات ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے صاحبزادوں شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے تراجم قرآن کریم کو سامنے رکھ کر یہ بلوچی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان سٹیم پریس لاہور سے چھپ کر ڈھاڈر بلوچستان سے شائع ہوا ہے۔

۲۔ ترجمہ سورۂ یٰسین بزبانِ بلوچی :

مترجم میاں حضور بخش جتوئیؒ نے بلوچی ترجمہ قرآن کے علاوہ سورۂ یٰسین کا بھی بلوچی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جو کہ بلوچی زبان کا اسلامی ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

''مترجم: مولانا حضور بخش جتوئی سن واشاعت اور پریس کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔ عربی متن کے ساتھ بلوچی ترجمہ بین السطور میں دیا ہے۔ زبان نہایت سلیس ہے۔ اس کا ہدیہ ایک روپیہ ہے۔''(59)

۳۔ترجمہ سورۂ ملک بزبانِ بلوچی :

مترجم میاں حضور بخش جتوئیؒ نے قرآن کریم کے ایک سورت (جو کہ تیس آیاتِ مبارکہ پر مشتمل ہے۔جس کی حدیث پاک میں رات سوتے وقت پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے) کا بلوچی زبان میں آسان ترجمہ کرکے ایک اور اہم اضافہ ہے بلوچی ادب میں کیا ہے۔

"مترجم :مولانا حضور بخش جتوئیؒ اس کا ذکر فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر ۱۹۴۸ء میں ہے۔اور ہدیہ پانچ روپیہ درج ہے۔عربی متن کے ساتھ بلوچی ترجمہ بین السطور میں چھپا ہے۔"[60]

مصادر و مراجع:

میاں حضور بخش جتوئیؒ نے بلوچی زبان میں تراجمِ قرآن کرتے وقت جن جن تراجم کو سامنے رکھ کر کیا ہے ترجمہ کیا ہے،وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ترجمہ قرآن فتح الرحمٰن از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ(م ۱۱۷۶ھ-۱۷۶۲ء)

۲۔ترجمہ قرآن کریم از شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ(م ۱۲۳۰ھ ۱۸۱۴ء)

۳۔موضح القرآن از شاہ عبدالقادر ایضاً

۴۔ترجمہ قرآن کریم از شاہ رفیع الدینؒ(م ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء)

دیگر تصانیف:

میاں حضور بخش جتوئیؒ اپنے دور کے بلوچی زبان کے ایک عظیم محقق،مترجم،اور شاعر تھے موصوف مترجم کل چالیس مختلف کتب کے مصنف تھے۔جو کہ اکثر دینی و مذہبی شاعری سے متعلق ہیں آپ کی دیگر تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ترجمہ قرآن مجید بزبانِ بلوچی۔

۲۔ترجمہ سورۂ یٰسین بزبانِ بلوچی۔

۳۔ترجمہ تبارک الذی بزبانِ بلوچی۔

۴۔ بلوچی زبان میں چالیس کے قریب دیگر تصانیف منظوم انداز میں تحریر کی ہیں۔ جن کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں ہو سکی (61)۔

سید ظہور ہاشمی اور ان کا بلوچی ترجمہ پارہ عمّ:

مختصر سوانحی حالات:

بلوچی زبان کے مترجمین میں ایک نام سید ظہور ہاشمی کا بھی جن کے ابتدائی معلومات درج ذیل ہے:

"سید ظہور ہاشمی جن کی جائے پیدائش اور تاریخِ پیدائش کا صحیح تعین نہیں ہو سکا، (البتہ موصوف کا تعلق بلوچستان سے ہیں)۔ اور نہ ہی ابتدائی حالاتِ زندگی اور تحصیلِ علم کا انداز ہو سکا ہے، تاہم بلوچستان کے سطح کے ادیب اور مترجم خیال کیے جاتے ہیں۔" (62)

خصوصیاتِ بلوچی ترجمہ پارہ عمّ:

سید ظہور ہاشمی مترجم پارہ عمّ قرآنِ کریم کا آخری جز ہے اس کا بلوچی زبان میں ترجمہ سید ظہور ہاشمی نے کی ہے بلوچستان کے سطح پر قرآنِ کریم کے تراجم میں یہ قدیم ترجمہ خیال کیا جاتا ہے۔

"اس ترجمہ پر سالِ اشاعتِ اول ۱۹۶۲ء درج ہے، جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ خطہ ءبلوچستان کے قدیم تراجم میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ ترجمہ اہلِ بلوچستان میں قرآن فہمی اور اشاعتِ قرآن کریم کو عام کرنے کے لیے کیا گیا ہے، جیسا کہ مترجم کا کہنا ہے، کہ بلوچستان میں ایک وہ تفسیر ہے جسے مولانا عبدالصمد سر بازیؒ نے بلوچ عوام کے شعورِ قرآن عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، اس کے بعد کوئی ایسا بلوچی ترجمہ نہیں تھا، جسے پڑھ کر بلوچ عوام، اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھیں، لہٰذا بیسویں صدی عیسویں میں تراجم قرآن کے سلسلے میں ایک اہم کڑی یہ ترجمہ بھی ہے، تاکہ قرآن فہمی عام اور آسان ہو، ترجمہ میں مترجم موصوفؒ نے عام بلوچی زبان کا استعمال کیا ہے اور عام فہم اندازِ بیان اپنایا ہے، پہلے قرآن کریم کی

آیت پھراس کے بالکل سامنے بلوچی زبان میں اس کا ترجمہ لکھتے ہیں، یہ ترجمہ مکمل پارے کا ہے، بہترین طباعت کے ساتھ عمدہ کاغذ پر لکھا ہوا ترجمہ ہے اور دیدۂ زیب اشاعت ہے،اس کی اشاعتِ دوم ۲۰۱۴ء میں سید ہاشمی اکیڈمی گوادر سے ہوئی ہے، کل ۸۴ صفحات ہیں۔"[63]

مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ (۱۹۴۸ء۔۲۰۱۶ء) اوران کا بلوچی ترجمہ قرآن:

بلوچستان کی سطح پر علمی،ادبی اور سیاسی شخصیات میں ایک نام مولانا مفتی احتشام الحق آسیاآبادی کا بھی ہے، جن کے متعلق سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ:

مختصر سوانحی حالات:

موصوف مترجم کا نام اور جائے پیدائش درج ذیل ہے۔

"مفتی احتشام الحقؒ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۲ نومبر ۱۹۴۸ء کو مکران ڈویژن ضلع کیچ (تربت) کے دور افتادہ گاؤں آسیاآباد میں ایک کسان کے گھر پیدا ہوئے اسی مناسبت سے آپؒ آسیاآبادی کہلاتے ہیں۔"[64]

حصولِ علم:

موصوفؒ کی علمی اسفار کی تفصیل اس طرح سے ہے:

"مترجم نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ آسیاآباد کے پرائمری اسکول سے حاصل کی،ساتھ ساتھ محلے کے دیندار شخص ملا محمد مراد سے ناظرہ قرآن بھی پڑھا،پرائمری پاس کرنے کے بعد مڈل اسکول نظر آباد میں داخلہ لیا، مڈل پاس کرنے کے بعد باقاعدہ دینی تعلیم کے لئے جامعہ مفتاح العلوم سورو پنجگور میں داخلہ لیا، جامعہ ہذا سے دو سال کے قلیل عرصے میں تین سال کی کتب پڑھ لیں۔ موصوف کو مطالعہ کا

شوق شروع ہی سے تھا، پھر جامعہ ہذا میں آپ کی رہائش کتب خانہ میں ہوتی تھی تو مطالعہ کا شوق مزید ابھرا۔پنجگور میں پڑھائی کے دوران کسی استاد نے رشید احمد لدھیانویؒ کا تذکرہ کیا تو موصوف نے بذریعہ خط وکتابت مفتی رشید احمد صاحبؒ سے رابطہ کیا اور خواہش پر اعلیٰ تعلیم کے لئے کراچی تشریف لائے، یہاں سب سے پہلے مفتی رشید احمدؒ صاحب سے ملاقات ہوئی باہمی مشورے سے جامعہ دارالعلوم کراچی میں داخلہ لیا۔دارالعلوم کراچی میں تعلیم کے دوران ہر جمعہ اور شبِ جمعہ کو حضرت مفتی رشید احمدؒ صاحب کا وعظ سننے کے لئے ان کی مسجد میں جایا کرتے تھے۔شرحِ جامی کے سال ہی میں مفتی رشید احمد صاحبؒ نے آپ کو افتاء (مفتی کورس) کی مشق شروع کرادی تھی۔۱۹۷۵ء میں دارالعلوم کراچی سے فراغت کے بعد باقاعدہ دارالافتاء والارشاد میں تخصص فی الفقہ میں داخلہ لیا، وہیں مفتی رشید احمدؒ کے زیرِ سایہ ہزاروں مسائل اور چوبیس سے زائد مقالے تحریر کئے۔،،(65)

۴۔موضح القرآن، بلوچی ترجمہء قرآن کریم :

مفتیؒ صاحب نے بلوچی زبان میں پیغامِ قرآن کو عام کرنے اور گھر گھر تک احکامِ خداوندی کو پہنچانے کا عزمِ مصمم کر رکھا تھا اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک وہ بلوچی ترجمہ قرآن تھا جو کہ " ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۸، اکتوبر ۱۹۸۱ء کے اوائل میں لکھا گیا ابتدائی ۲۰ پاروں کا ترجمہ تھا، اور لاہور کی طرف بذریعہ ہوائی جہاز محوِ سفر تھے کہ راستے ہی میں کسی نے نکال لیا تھا جس کی وجہ سے موصوفؒ کو کافی مشکلات وپریشانی کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی وفضل وکرم سے از سر نو اس مقصد کو پایہء تکمیل تک پہنچانے کے لئے بلوچی زبان میں (موضح القرآن جو کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحبزادے مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا اردو زبان میں آسان اور عام فہم زبان میں لکھا ہوا ترجمہ قرآن ہے جس کا بلوچی) ترجمہ مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ نے لکھا ہے، اس کے ساتھ بلوچی یہ ترجمہ زبان میں حواشی لکھا ہوا ترجمہ قرآن ہے قرآن کا یہ ترجمہ ابھی تکمیل کے مراحل ہی میں تھا کہ مولانا موصوفؒ کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا اس طرح یہ ترجمہ قرآن اپنی تکمیل کو پہنچنے کی بجائے ادھورا رہ گیا۔،،(66)

مصادر ومراجع:

اگرچہ یہ ترجمہ ہوبہو موضح القرآن کے اردو ترجمہ کا بلوچی زبان میں کیا ہوا ترجمہ ہے تاہم اس کے ساتھ بلوچی زبان میں بطورِ حواشی مختلف عربی اور اردو تفاسیر کے حوالے جابجا دیئے گئے ہیں، جو کہ ایک طرح سے مجموعہ ترجمہ ہے۔ مولانا مترجم ومفسرؒ نے بلوچی زبان میں جن اردو اور عربی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔

۲۔ تفسیر احکام القرآن للقرطبیؒ۔

۳۔ تفسیر مفاتیح الغیب امام رازیؒ۔

۴۔ تفسیر طبری۔

۵۔ تفسیر روح البیان۔

۶۔ تفسیر روح المعانی۔

۷۔ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ۔

۸۔ تفسیر بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

دینی خدمات:

مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ دینی خدمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

"تخصص مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد مفتی رشید احمدؒ صاحب کے مشورے سے اپنے آبائی علاقہ واپس آکر ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں جامعہ رشیدیہ آسیاآباد کا سنگِ بنیاد رکھا وہاں شروع ہی سے افتاء اور قضاء کا عملی کام شروع کیا اور اس وقت پورے مکران ڈویژن میں باقاعدہ فقہ اسلامی کا کوئی متخصص نہیں تھا

۔تعلیم کے حصول سے فراغت کے بعد ۱۹۷۶ء میں پیلو کے ایک درخت کے نیچے جامعہ رشیدیہ کی تاسیس کے ساتھ تدریس شروع کی،سب سے پہلے جامعہ میں قرآن کریم کی تعلیم سے ابتداء کی،اور مولانا حافظ خداداد کو سب سے پہلا سبق پڑھایا،اس وقت سے لے کر آخری دم تک موصوفؒ جامعہ کے ساتھ ہی وابسطہ رہے۔اور مکران ڈویژن صوبہ بلوچستان کے مفتی اعظم کے عہدے پر فائز ہونے ساتھ امن کمیٹی مکران کے رکن اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مکران میں مسؤل وناظم رہے،اس کے ساتھ آپ جامعہ رشیدیہ آسیاآباد کے بانی ورئیس اور ہزاروں کی تعداد میں طلباء کے استادرہے ہیں۔"(67)

تنظیمِ اصلاح المسلمین :

مفتیؒ نے مکران میں سماجی سطح پر مسلمانوں کی اصلاح کے لیے تنظیم بنائی تھی اس کی تفصیل یوں ہے:

"موصوفؒ مکران ڈویژن کی سطح پر رفاہی کام اسی تنظیم کے نام سے کرتے رہے "تنظیم اصلاح المسلمین "کے زریعہ سے مدارسِ دینیہ میں شرح خواندگی میں اضافہ کے لئے مفت نوارنی قاعدوں اور قرآن کریم کے نسخوں کی فراہمی،اور سیلاب وزلزلہ زدگان کے متاثرین و قحط کی وجہ سے عوام الناس کی خدمت،مساجد میں کنوئیں، جھونپڑیاں وغیرہ کی فراہمی کو یقینی بنانا تھا یہ خدمات صرف پاکستان کی عوام کے لئے نہیں تھیں بلکہ ایرانی بلوچستان کے تمام مکاتب ومدارس میں بھی قرآن کریم ونورانی قاعدہ تقسیم کیا کرتے تھے۔۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۷ء تک زلزلوں کی وجہ سے بڑی تباہی وبربادی آئی لیکن اس تنظیم نے بڑھ چڑھ کر ایک ہزار سے زائد جھونپڑیاں، ۴۰ کے لگ بھگ مساجد، ۴۵ سے زائد کنوئیں اور ۳۰ سے زائد مکاتب تعمیر کروائے۔ اور اسی تنظیم سے ہزاروں لوگوں کو مفت راشن اور کتابیں فراہم کی جاتی رہیں۔"(68)

سیاسی خدمات:

مفتی احتشام الحقؒ مفتی اعظم مکران ڈویژن ہونے کے ساتھ ایک مدبر سیاست دان بھی تھے۔آپ کی سیاسی میدان میں اہلِ مکران کے لئے اہم خدمات ہیں۔

''ملکی سیاست میں مفتیؒ کا ایک خاص حصہ تھا۔آپ نے جمعیت علماء اسلام پاکستان میں عملاً کام کیا اور ایک لمبے عرصے تک جمعیت کے علماء اسلام ضلع تربت کے امیر رہے۔علاقے میں سیاست اور مذہب کے جداگانہ حیثیت کے نظریئے کے پرچار کا تدارک کیا اور ایک وسیع مذہبی سیاسی حلقے کی ترویج کی کیونکہ ان کے مطابق سیاست مفادات کا نہیں، بلکہ خدمتِ خلق کا نام تھا، جس کا اسلام سے بڑھ کر کوئی داعی نہیں ہو سکتا تھا۔'' (69)

موصوفؒ کی دیگر تصنیفات :

مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ جہاں ایک اعلیٰ سیاسی مدبر اور مفتی اعظم مکران تھے۔اس کے ساتھ ہی اعلیٰ پایہ کے محقق، مترجم قرآن، مؤلف اور مصنف بھی تھے۔آپ کی چند اہم تالیفات وتحریرات درج ذیل ہیں۔

۱۔ذکری دین کی حقیقت۔

۲۔ذکری مذہب کے عقائد واعمال۔

۳۔ماھی ذکریہ۔

۴۔تعلیم الاسلام۔

۵۔اربعین نووی۔

۶۔عقیدۃ الطحاوی کا بلوچی ترجمہ۔

۷۔اصول الشاشی کی تسہیل و تلخیص۔

۸۔ مدارۃ الناس۔

۹۔کتاب الیقین (اردو)۔

۱۰۔چت وچینک بلوچی زبان۔

۱۱۔مات وپت ءحق بلوچی زبان۔(ماں باپ کے حقوق)

۱۲۔عالمگیر مذہب۔

۱۳۔کتاب الصبر۔

۱۴۔کلامِ آسی۔(اردو شاعری مجموعہ)

۱۵۔افکارِ آسی۔(عربی وفارسی اشعار کا مجموعہ)

۱۶۔فتنوں کی دنیا۔

۱۷۔اصول الافتاء۔

۱۸۔سیرت رسول اللہ ﷺ کا نظریاتی پہلو۔

۱۹۔الباقیات الصالحات۔

۲۰۔فتنہ ءانکارِ حدیث پر ایک طائرانہ نظر۔

۲۱۔الجواب الشافی۔

۲۲۔فکر و نظر۔

۲۳۔درسِ حدیث۔

۲۴۔درسِ قرآن۔

۲۵۔ التحقیق الانیق بتوفیق الغفار فی وقوع الطلاق بلفظ مات و گوھار۔

۲۶۔ تخریج احسن الفتاوی۔

۲۷۔ بلوچی ترجمہ قرآن۔

۲۸۔ تخریج الفتاوی الزینیہ۔ (70)

سانحہ ءشہادت:

مفتیؒ صاحب کی شہادت کا واقعہ اچانک رونما ہو جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

> ''مولانا مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ ۱۹ شوال المکرم ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۴ جولائی ۲۰۱۶ء بروزِ اتوار حسبِ معمول بعد نمازِ عصر درس سے فارغ ہو کر اپنے صاحبزادہ مولانا شبیر احمد صاحب کو ہمراہ لے کر کسی عزیز کی عیادت کے لئے اپنی گاڑی میں روانہ ہوئے کہ آدھا گھنٹہ ہی تربت شہر میں مولانا موصوف کو نامعلوم افراد نے بنا کسی وجہ کے نشانہ بنا کر شہید کر دیا اس طرح موصوف کی شہادت کی خبر جنگل میں آگ طرح پھیل گئی۔''(71)

جمال عبدالناصر اور بلوچی ترجمہ قرآن جمال القرآن:

بلوچی زبان میں ایک اور ترجمہ قرآن جسے جمال عبدالناصر نے لکھا ہے، موصوف بلوچی زبان کے ایک ادیب ہیں اور اس کے علاوہ کمپیوٹر پروگرامر وکمپوزر بھی ہیں، بلوچستان کے اکثر وبیشتر علمائے کرام بلوچی زبان کے تراجم اور تفاسیر آپ سے کمپوز کراتے ہیں۔ موصوف کا دینی وعلمی مقام کیا ہے اور کہاں سے تحصیل علم کیا اس کے بارے میں بار بار رابطہ کرنے کی کوشش کی، گھر پر ملاقات بھی کرا کر یقین دہانی کرانے کے باجود موصوف عدم تعاون رہا لیکن عدم تعاون کی وجہ سے موصوف کی سوانح عمری وغیرہ نہیں لکھ سکا، بعد ازاں کافی تلاش کے بعد موصوف کے بلوچی ترجمہ جامعہ نعمانیہ چاکیواڑہ کی لائبریری سے نکالا تو اس پر یہ نام لکھا تھا۔

مختصر سوانحی حالات:

"آپ کا جمال عبدالناصر ہے۔والد کا نام عبدالرزاق آپ مولانا خیر محمد ندوی بلوچؒ کے پوتے ہیں جو کہ دارلعلوم ندوۃالعلماءانڈیا سے فارغ التحصیل جید عالمِ دین تھے۔"(72)

بلوچی ترجمہ قرآن کریم جمال القرآن:

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کاآخری کلام ہے جس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں یہ کتاب آج سے چودہ سو سال قبل ختم الرسل امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ۲۳ سال کے طویل عرصہ میں نازل ہوئی نزول کے بعد سے اس کی تفسیر کی ضرورت محسوس کی گئی اس طرح رفتہ رفتہ بعد کے ادوار میں ترجمہ کی ضرورت بھی رہی جس کی وجہ سے ہر ہر دور میں دنیابھر کے مسلمانوں میں موجود اہل علم حضرات نے اس کے ترجمہ پر کام کیاتو کسی نے تفسیر پر قلم اٹھایا۔اور بے شمار اس کے تراجم یاتفاسیر لکھے گئے ہیں اس طرح پاکستان کی مختلف زبانوں میں ایک زبان بلوچی بھی ہے، جس میں ماشاءاللہ اہل علم حضرات نے وافر مقدار میں اس مقدس کام کو کیاہے،ان ہی حضرات ہیں ایک جمال عبدالناصر بھی ہے، جس نے بلوچی زبان میں قرآن کریم کاترجمہ کیاہے جس کا تعلق صوبہٗ بلوچستان سے ہے مگر آج کل کراچی کے مشہور و معروف علاقہ لیاری میں کافی عرصہ سے رہائش پذیر ہیں۔

بلوچی ترجمہ جمال القرآن کی خصوصیات :

بلوچی ترجمہ جمال القرآن کی محاسن وخوبیاں درج ذیل ہیں۔

"جمال القرآن بلوچستان میں بولی جانے والی عام فہم اور آسان زبان میں کیا ہوا ترجمہ ہے جو کہ بہترین طباعت واشاعت کے ساتھ ایک بہترین جلد سازی میں مجلد ہے سفید کاغذ پر کالی سیاہی سے لکھاہوا بلوچی ترجمہ ہے۔ جسے پڑھ کر ذی شعور انسان کاپڑھنے کو جی چاہتاہی رہے اور ترجمہ پڑھتاہی رہے بہترین کاغذ ہے حروف نمایاں اور جلی ہیں ترجمہ کرتے وقت موصوف نے ایک طرف قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ جبکہ دوسری طرف بلکل سامنے بلوچی زبان ہیں ایک ایک سطر چھوڑ کر ترجمہ کیا گیاہے اس ترجمہ

کی کل ضخامت ۱۱۱۸صفحات ہیں، ترجمہ کی ایک خرابی یہ ہے، کہ اس میں ترجمہ نگاری کے اصول سے ہٹ کر کیا گیا ہے، جس کی ایک بین اور واضح مثال یہ ہے کہ اس ترجمہ پر اردو زبان میں کسی عالم دین کااعتراض بھی لکھا ہوا ہے کہ :''جہاں عربی نظم میں واو عاطفہ نہیں ہے وہاں بھی مترجم نے ءُ(بلوچی لفظ)اور کالفظ ترجمہ کیا ہے جو کہ لفظی ترجمہ میں محلِ نظر ہے۔''اس بات سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مترجم نے اس قسم کی اور بھی مزید بے شمار غلطیاں کی ہوں گی غرض ترجمہ میں آخری صفحات پر بلوچستان کے مترجمین ومفسرین علمائے کرام کے متعلق بھی لکھا ہے کہ کن حضرات نے پہلا بلوچی ترجمہ قرآن لکھا ہے۔البتہ موصوف قرآن کریم کے ترجمہ ءنگاری کے اصولوں سے ناآشنااور نابلد ہے، ترجمہ کے جو اصول امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھے ہیں شاید موصوف اس سے لاعلم ہیں،اور غیر عالم بھی۔''(73)

مولانا ریاض الحق جامعی(۱۹۶۳ء۔حیات)اور بلوچی ترجمہ کلمات القرآن:

قرآنِ کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کے حوالے سے بلوچستان کی جن علمی شخصیات نے کام کیا ہے ان حضرات میں ایک نام مولانا ریاض الحق جامعی کا خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جن کے متعلق جاننا اہم وضروری ہے۔ذیل میں موصوف کی حالاتِ زندگی پر مختصراًروشنی ڈالی جاتی ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

آپ کا نام اور تاریخ پیدائش درج ذیل ہے۔

''موصوف جامعی صاحب کا نام ریاض الحق اور تاریخ پیدائش ۱۰،اکتوبر ۱۹۶۳ء عیسوی بمطابق ۱۳۸۳ھ اور جائے پیدائش صوبہ بلوچستان، مکران ڈویژن، ضلع کیچ، تربت محلہ کورجو آسیاآباد ہے۔''(74)

حصولِ علم:

حصولِ علم کے لیے مولانا صاحب نے درج ذیل دینی درسگاہوں کارخ کیا ہے؛

"مولانا صاحبؒ نے اسکول کی سطح پر ابتدائی پرائمری تعلیم آبائی علاقہ آسیاآباد سے حاصل کرنے کے بعد بعد محلہ نذرآباد ہی میں اپنے بڑے بھائی کے مدرسہ جامعہ رشیدیہ سے دینی تعلیم کاآغاز کیا جہاں سے ابتدائی دینی کتب سے لے کر موقوف علیہ (جو کہ دورۂ حدیث سے ایک سال کا تحتانی درجہ کہلاتا ہے) تک کی کتابیں جامعہ ہذا سے پڑھ کر کراچی کارخ کیا جہاں موصوف نے جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۱۹۸۵ء میں دورۂ حدیث مکمل کر کے دستارِ فضیلت کا تاج اپنے سر پر سجایا آپ کے شیوخ میں پاکستان کے جید علمائے کرام الشیخ مولانا سلیم اللہ خاںؒ، مفتی نظام الدین شامزئیؒ شہید، مولانا عنایت اللہ خانؒ شہید، مولانا محمد انور، مولانا عبدالمتین، مولانا عبدالرحمٰن پنجگوری، مولانا غلام اللہ خان خارانی اور مولانا قادر بخش پنجگوری جیسی عظیم شخصیات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں بعد از سندِ فراغت آپ واپس اپنے آبائی وطن لوٹے، موصوف مفتی اعظم مکران ڈویژن حضرت مولانا احتشام الحق آسیاآبادیؒ کے چھوٹے بھائی ہیں، اور آج کل اسی جامعہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں جبکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے اپنے بڑے بھائی کی جگہ پر مسؤلِ وفاق المدارس بھی ہیں۔"(75)

۵۔ کلمات القرآن:

قرآنِ کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کے حوالے سے بلوچستان کی جن علمی، ادبی، سماجی، شخصیات نے قرآن کریم کی تفسیر اور ترجمہ کا کام اپنے اپنے ذوقِ علم کے مطابق کیا ہے۔ان میں ایک اہم کام بلوچی زبان میں کلمات القرآن کا ترجمہ قرآن بھی ہے، یہ اپنی نوعیت کا منفرد ترجمہ قرآن ہے، جس میں موصوف نے قرآن کریم میں جابجا مشکل الفاظ و حروف کا آسان اور عام فہم بلوچی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو کہ بلوچستان کی سطح پر قرآن کریم کے

حوالے سے ایک عام جبکہ عام سطح پر ایک خاص اضافہ تصور کیا جاتا ہے اور اہلِ بلوچی زبان کے لئے کسی بھی طرح کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔ جسے مطالعہ کر کے بلوچ عوام ممکنہ طور پر قرآن کریم کے مشکل الفاظ کو اپنی مادری زبان میں سمجھ کر بآسانی قرآن کریم کا ترجمہ سمجھ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو آسانی سے عملی جامہ پہنا کر اپنی روز مرہ زندگی کو خوبصورت بنا سکتے ہیں۔

بلوچی ترجمہ "کلماتُ القرآن" کی خصوصیات:

موصوف نے یہ ترجمہ کس نہج پر لکھا ہے۔اس کے لئے قرآن کریم کی چند آیاتِ مبارکہ بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

عربی: ﴿هَادُواْ﴾ (76)

بلوچی ترجمہ: " یہودانت، بے دین انت، لادین۔"

عربی: ﴿نَكَالًا﴾ (77)

بلوچی ترجمہ: "عبرتے"۔

عربی: ﴿هُزُوًا﴾ (78)

بلوچی ترجمہ: "کلاگی، کلاگ، گرے۔"

عربی: ﴿لَا تَسْفِكُونَ دِمَآءَكُمْ﴾ (79)

بلوچی ترجمہ: "نہ ریچ انت۔ خون ریزی مکن انت۔ کشت کوش مکن۔"

قرآن کریم کے اس بلوچی ترجمے پر "کلماتُ القرآن بلوچی " اور اس کے ساتھ ہی تاریخِ تحریر (۱۴ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ) لکھی ہوئی ہے۔ یہ مکمل بلوچی ترجمہ قرآن ہے جو اب تک طباعت کے زیور سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔ یہ ایک قلمی نسخہ ہے جو جامعہ رشیدیہ آسیاآباد کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ترجمہ کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے، کہ موصوف نے آسان بلوچی زبان میں ترجمہ کیا ہے، جو کہ بلوچستان میں عام بولی جانے والی (بلوچی) زبان ہے۔ یہ عربی، اردو اور بلوچی زبانوں میں قرآن کریم کے مختلف ترجموں سے اخذ کیا ہوا ترجمہ قرآن ہے۔ گویا کہ یہ ترجمہ جس میں مختلف رنگ وخوشبو کے

تراجم استعمال کئے گئے ہیں ایک طرح سے مجموعہ ء ترجمہ قرآن ہے۔ کلمات القرآن کا یہ ترجمہ لکھتے وقت موصوف نے جن عربی، اردو و بلوچی تراجم کو بطورِ بنیادی ماٰخذ استعمال کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مصادر و مراجعِ کلمات القرآن:

بلوچی:

۱۔ ترجمہ و تفسیر قرآن مولانا قاضی عبدالصمد سر بازیؒ۔

۲۔ ترجمہ مولانا عبدالغنی منیب افشانی۔

۳۔ ترجمہ مولانا عبدالغفار زعمرانی۔

۴۔ ترجمہ مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ۔

عربی :

۱۔ الکلمات القرآن محمد محلوف۔

۲۔ الکلمات القرآن محمد طالب مکی۔

۳۔ تفسیر البسط لابی الحسن علی بن احمد بن محمد الواحدی۔

۴۔ تفسیر جلالین المحلی والسیوطی۔

۵۔ غریب القرآن لابن فطلو بغنا۔

۶۔ درۃ التفاسیر لصابونی الشیخ محمد علی۔

اردو:

۱۔ ترجمہ قرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

۲۔ معجم القرآن سید فضل الرحمٰن۔

۳۔ لغات القرآن مولانا شہید الدین احمد۔

۴۔ آسان لغات القرآن عبد الکریم پاریکھ۔

۵۔ لغات القرآن تاج محمد دھلوی۔

فصل دوم: بلوچستان میں بلوچی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر

مولانا قاضی عبدالصمد سر بازیؒ (۱۹۰۲ء۔۱۹۷۵ء)اور بلوچی تفسیر (۱۹ پارے):

مولانا قاضی عبدالصمد سر بازیؒ مفسر ومترجم قرآن ہیں اور بلوچستان کے محکمہ قضاء میں آپ کی ناقابلِ فراموش خدمات ہیں ان کا نام ونسب کچھ اس طرح ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

سوانح نگار نے آپ کے متعلق لکھا ہے:

''آپ ۱۹۰۲ء میں ایرانی بلوچستان کے خطہ سر باز کے قصبہ ''دپکور''میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ بزرگوار کا نام ملا عبدالنبی ابنِ ملا عبدالجلیل ابنِ سید کمال خان ہے جن کا شجرۂ نسب سترھویں پشت میں جا کر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے اس لحاظ سے وہ سادات کے مشہور قادری خاندان سے ہیں۔ طفولیت میں سایہ پدری سے محروم ہوئے گھر میں دینی اور علمی ماحول ہونے کی وجہ سے ہوش سنبھالتے ہی دور دراز کے علمی مراکز کو پہنچے۔'' (80)

حصولِ علم کے اسفار:

موصوف مفسرؒ نے جن شہروں کی طرف تحصیل علم کے لیے سفر اختیار کئے درج ذیل ہیں۔

''چونکہ اس وقت بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان کے مدارسِ دینیہ کو مثالی ادارے کی حیثیت حاصل تھی اور عالمِ اسلام کی عظیم شخصیات وہیں موجود تھیں۔ چنانچہ آپ نے امینیہ (دہلی) کا انتخاب کیا مدرسہ مذکورہ میں اس دور کے عظیم مفتی اور مایہ ناز ہستی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ صاحب

موجود تھے، موصوف نے ان سے علمی استفادہ کیا۔"(81)

درس وتدریس کا آغاز:

مولانا موصوف نے اپنی زندگی کے کیریئر کا درج ذیل دینی مدارس سے آغاز کیا ہے۔

"۱۳۴۴ھ میں علومِ عربیہ سے فراغت حاصل کر کے مزید علمی ودینی خدمات کے لئے کراچی تشریف لائے۔۱۳۴۵ھ سے مدارسِ دینیہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، اور مدرسہ احرارالاسلام ریکسر لائن میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔آپ جہاں ایک عالمِ دین تھے وہاں ایک مشہور ادیب کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے تھے۔"(82)

تاریخِ وفات:

"موصوف ؒ ۲رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ / بمطابق ۱۳ستمبر ۱۹۷۵ء کو ۷۳ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔"(83)

ا۔ تفسیر القرآن (بلوچی) پہلا پارہ ﴿الٓمٓ﴾

بلوچی زبان وادب میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کے میدان میں ایک ترجمہ حضرت مولانا قاضی عبدالصمد صاحبؒ نے لکھا ہے۔ جنہوں نے قرآن کریم کی سورۂ بقرہ (یعنی پہلے پارے) کا ترجمہ بلوچی زبان میں لکھا ہے۔

"مفسر قاضی عبدالصمد سربازیؒ نے یہ ترجمہ لکھتے وقت سب سے پہلے آیت کا ترجمہ دیا ہے۔اس کے بعد اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ قاضی عبدالصمد سربازیؒ کو سابقہ قلات کے محکمہ قضاء کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔اس لئے وہ زیادہ ہی مصروف ہو گئے۔ چنانچہ اس پہلے پارہ کے ترجمے وتفسیر کو مولوی خیر محمد

ندویؒ نے مرتب کیااور محرم الحرام ۱۴۰۳ھ /۱۹۸۲ء میں پاک نیوز ایجنسی تربت مکران نے اسحاقیہ پرنٹنگ

پریس جونامار کیٹ کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔ یہ تفسیر ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔"(84)

۲۔قرآن مجید (بلوچی تفسیر):

قاضی عبدالصمد سر بازیؒ اپنے دور کے ایک عظیم محقق، قلم کار، شاعر، ادیب، قاضی القضاۃ اور مترجم ومفسر تھے۔ ۱۹۳۶ء انہوں نے بلوچی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ لکھ کر بلوچ قوم پر عظیم علمی احسان کیا۔اسی وجہ سے بلوچستان میں ان کی علمی، ادبی، اور تفسیری خدمات علمی دنیا کے ساتھ بلوچ قوم کے لئے بیش بہا سرمایہ ہیں۔

"مترجم ومفسرؒ: قاضی عبدالصمد سر بازیؒ و مولانا خیر محمد ندوی بلوچ۔ قرآن مجید کے اس بلوچی ترجمہ کے لئے خان قلات میر احمد یار خان مرحومؒ نے ۱۳۵۵ھ /اگست ۱۹۳۶ء میں کہا تھا کہ قاضی القضاۃ حضرت مولانا عبدالصمد سر بازیؒ پانچ سال میں صرف انیس پاروں کا ترجمہ اور پہلے پارہ کی تفسیر تحریر کر سکے۔ عدلیہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ اس کام کو مکمل نہیں کر سکے۔"(85)

مولانا خیر محمد ندویؒ اور بلوچی تفسیرِ قرآن گیارہ (۱۱) سپارے:

بلوچستان میں قرآن کریم کی تفسیری ادب کے میدان میں ایک اہم اور خاص اضافہ کرنے میں جہاں دوسرے علمائے کرام سرِفہرست ہیں وہی مولا خیر محمد ندویؒ کا نام بھی ان کے ساتھ مذکور ہے۔ موصوف مفسرؒ کے پوتے جمال عبدالناصر صاحب کے عدم تعاون کی وجہ سے ان کی حقیقی جائے پیدائش اور تاریخِ پیدائش کا درست تعین نہیں ہو سکا آپ کا کہ بلوچستان کے کس علاقہ سے تعلق ہے۔ البتہ سیرتِ طیبہ ﷺ سے رہنمائی حاصل کی تو اس میں موصوفؒ کے متعلق یوں درج ہے:

"مولانا خیر محمد ندویؒ، قاضی عبدالصمدؒ کے ہم عصر تھے۔ قاضیؒ بلوچستان کے محکمہء قضاء سے وابستہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مصروف ہو گئے تو قرآن مجید کے باقی ماندہ گیارہ پاروں کی تفسیر مولانا خیر محمدؒ

کے حوالے کرکے موصوف سے اس کی تکمیل کروائی۔"(86)

روزنامہ جنگ کراچی میں (جمعہ ایڈیشن ۲۱، فروری ۱۹۸۶ء) بلوچی تفسیر پر تبصرہ:

پاکستان کے معروف اخبار روزنامہ جنگ نے مولانا قاضی عبدالصمد سر بازیؒ و مولانا خیر محمد ندویؒ کی بلوچی تفسیر پر ان الفاظ میں تبصرہ کرکے ان حضرات کی خدمت کو سراہا:

"بلوچی بولنے والے ایسے لوگ جو دوسری زبانوں سے ناآشنا ہیں۔ ان کے لئے یہ ترجمہ و تفسیر کسی نعمت سے کم نہیں ہے وہ اس کے مطالعہ سے قرآنی احکامات و تعلیمات سے آگاہ ہوتے ہوئے خدا کے آخری پیغام کو سمجھ سکتے ہیں اور اس پر عمل کرکے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکتے ہیں۔"(87)

خصوصیات تفسیر ہذا:

موصوف مفسرین نے تفسیر کرتے وقت جو بیانِ اسلوب اپنایا ہے وہ درج ذیل ہے۔

"قرآن کریم کی یہ تفسیر و ترجمہ در حقیقت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۶۹ھ /۱۹۴۹ء) کی تفسیر کا بلوچی ترجمہ ہے۔ قرآن کریم کا یہ بلوچی ترجمہ و تفسیر مولانا موصوفؒ نے دراصل بلوچ عوام الناس کے لئے خاص طور پر لکھا ہے۔ جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کا اندازِ بیان و اسلوب بلوچستان میں بولی اور سمجھی جانے والی عام فہم زبان ہی ہے اور خاص طور سے یہ ان لوگوں کے لیے ہے۔ جو دیگر زبانوں سے بلکل نابلد و ناآشنا ہو۔ لہٰذا یہ ترجمہ و تفسیر ان کے لئے کسی نعمتِ عظمٰی سے کم نہیں ہے۔ اور وہ اس کے مطالعہ سے قرآنی احکامات و تعلیمات سے آگاہ ہوتے ہوئے خدا کے آخری پیغام کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور عمل کرکے اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے ہیں۔"(88)

موصوفؒ کی دیگر تصنیفات :

قاضی عبدالصمد سربازیؒ اپنے وقت کے ایک عظیم محقق، قلم کار، مترجم، شاعر، ادیب اور علمی شخصیت تھے۔ کئی زبانوں (مثلاً فارسی، عربی، اردو اور بلوچی) پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ مختلف رسالوں کے مصنف اور فارسی زبان کے مشہور شاعر تھے ان کے تصنیف شدہ چند رسالوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ فتحِ مبین (منظوم)۔

۲۔ میزان الصرف بلوچی۔

۳۔ تیرِ اسلام بر کھوز ذگریاں (فارسی نثر)۔

۴۔ جہاد اور ہماری ذمہ داریاں۔

۵۔ ترجمہ قرآن پاک بزبانِ بلوچی۔

۶۔ ترجمہ و تفسیر پارہ آلمٓ۔

۷۔ کلامِ سربازیؒ (فارسی اشعار کا مجموعہ)۔

۸۔ ارمغانِ ذگریاں (منظوم)۔

۹۔ مقالاتِ سربازیؒ (علمی، ادبی، تاریخی مضامین کا مجموعہ)۔

مذکورہ بالا تمام رسائل (اردو، فارسی، عربی اور بلوچی زبانوں میں) زیرِ طبع ہیں۔ (89)

مرزا فیض اللہ خان یوسف زئی ؒ (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۱ء) اور بلوچی تفسیر قلمی نسخہ :

سوانح نگاروں نے آپ کا نام مرزا فیض اللہ خان یوسف زئی لکھا ہے، اور حالاتِ زندگی اس طرح بیان کیے ہیں :

مختصر سوانحی حالات:

''آپؒ کی تاریخِ پیدائش ۱۱،اکتوبر ۱۹۸۱ء ہے اور جائے پیدائش ضلع چاغی کے مضافاتی علاقہ (دالبندین مالوف) سے ہے جو کہ بلوچستان کا ایک ضلع ہے۔''(90)

مترجم موصوفؒ اپنے وقت کے عالم اور فاضل تھے،اور بہترین مترجم و مفسر قرآن تھے۔قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نسلاً پشاوری پٹھان تھے،اس لئے کہ آپ کے نام کے ساتھ یوسف زئی لکھا ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہاں کے قبائل میں سے،مذکورہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپؒ کی ابتدائی زندگی اور تعلیم سے متعلق معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

۶۔قرآن مجید ترجمہ و تفسیر (قلمی بلوچی)

قرآن کریم کے (بلوچی زبان میں) تراجم اور تفاسیر کے حوالے سے ایک بلوچی ترجمہ اور تفسیر مرزا فیض اللہ خان یوسف زئیؒ کا بھی ہے۔اب تک بلوچستان میں قرآن کریم کے جو جو تراجم اور تفاسیر لکھے جا چکے ہیں،ان میں ایک ترجمہ اور تفسیر مولانا موصوفؒ کا ہے،جو کہ بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر کے ادبی میدان میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

''مترجم و مفسرؒ نے اپنی زندگی میں صرف تین پاروں کا مکمل ترجمہ و تفسیر لکھا ہے۔جس کا مسودہ طاہر محمد خان ایڈووکیٹ (سابق وزیر اطلاعات حکومتِ بلوچستان) کوئٹہ کے پاس موجود ہے۔ان تین پاروں میں ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے آیت کا (بلوچی) ترجمہ ہے اور حاشیہ میں مختصر تفسیر (بلوچی) ہے۔آپ کے زیر مطالعہ کون کون سی تفاسیر رہیں اس کا ذکر موجود نہیں۔ماہرینِ فن نے آپ کے اندازِ ترجمہ و تفسیر کو سراہا ہے۔''(91)

بہر حال! مفسرؒ قرآن کریم کا مکمل ترجمہ اور تفسیر کیوں نہ کر سکے۔قرآئن اور آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اور تفسیر اس لئے ادھورا رہ گیا کہ مفسرؒ کے ساتھ شاید زندگی نے وفا نہ کی اسی وجہ سے مذکورہ ترجمہ و تفسیر اپنی تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

الحاج میر عبدالقیوم بلوچؒ(۱۹۲۵ء)اور بلوچی تفسیر :

بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر میں تقریباًہر دور کے مترجمین اور مفسرین علمائے کرام کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔جنھوں نے اپنی اپنی بساط اور علمی ذوق کے مطابق مختلف زبانوں اور زمانوں میں قرآن کریم کے تفسیری ادب میں (حتی المقدور اپنی استطاعت کے موافق اس کارِ خیر میں) بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آئندہ بھی لیتے رہیں گے۔ان حضرات میں ایک نام نامی الحاج عبدالقیومؒ کا بھی ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

> ''مترجم ومفسر الحاج عبدالقیوم بلوچ ایم،اے (انگریزی) ایل ایل بی، ۸،اگست ۱۹۲۵ء کو (پنجگور مکران ڈویژن) بلوچستان میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے والدِ بزرگوار کا نام شیر محمد ہے۔آپ کے آباؤو اجداد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں (حضرت موسیٰ اشعریؓ کی فتح کے وقت) مکران آئے تھے۔''(92)

موصوفؒ اپنے وقت کے جید عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ ونقلیہ دونوں پر یکساں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ وکالت کا امتحان بھی پاس کیے ہوئے تھے۔اور قرآن کریم کے مترجم ومفسر بھی تھے۔اس کے علاوہ آپ نے بلوچی زبان میں دیگر تصانیف بھی لکھی ہیں۔اس بات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ موصوف عبدالقیوم نے بلوچی زبان میں نہ صرف قرآن مجید کا بلوچی ترجمہ کیا تھا،بلکہ بلوچی زبان میں اسلامی ادب میں کافی تصنیفات بھی کی ہیں۔جو بلوچستان میں دینی ادب کے میدان میں ایک خاص اضافہ ہے۔

۷۔قرآن مجید کا بلوچی ترجمہ وتفسیر (قلمی)

بلوچستان میں (بلوچی زبان کے) اسلامی ادب میں دیگر مترجمین اور مفسرین کے ساتھ ساتھ ایک نام الحاج عبدالقیوم مرحوم کا بھی ہے۔جن کا شمار بلوچستان کے نامور مترجمین اور مفسرین میں ہوتا ہے۔آپ اپنے دور کے ایک جید عالمِ دین ہونے کے ساتھ دیگر علومِ عصریہ میں بھی ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ ایک بہترین قلم کار، محقق،مترجم،مفسر،اور دیگر کتبِ کثیرہ کے مصنف بھی تھے۔

"قرآن مجید کا بلوچی زبان میں ترجمہ اور تفسیر مکمل کر چکے تھے۔اشاعت کا بندوبست کر چکے تھے۔
جس کا مسودہ آج کل عزت اکیڈمی (پنجگور) کے پاس ہے۔ وہ سیپارہ سیپارہ مولوی مولا بخش صاحب کو
معائنہ اور ایڈیٹنگ کے لئے دے رہے ہیں۔ محترم سید فصیح اقبال سابق سینیٹر نے اپنے فنڈ سے اس کی
اشاعت کی خاطر ایک لاکھ روپے مذکورہ اکیڈمی کو دے رکھے ہیں۔"[93]

البتہ موصوفؒ نے قرآن کریم کا یہ ترجمہ اور تفسیر لکھتے وقت کن کن ذرائع اور مصادر سے استفادہ کیا ہے۔اس کے متعلق مزید معلومات میسر نہیں ہو سکیں۔اور نہ ہی دیگر مقالہ نگاروں نے یہ مواد اور مراجع سپردِ قلم کیا ہے۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا اس ترجمہ اور تفسیر میں کیا اندازِ بیان اور اسلوب رہا ہے کہ (عام فہم آسان بلوچی زبان میں ہے یا دیگر اسلوب میں)البتہ آپ نے قرآن کریم کا بلوچی زبان میں ترجمہ اور تفسیر کر کے بلوچوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ بلوچی زبان کے ادب میں آپ کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں۔

دیگر تصانیف:

الحاج عبدالقیومؒ نہ صرف ایک مترجم اور مفسر قرآن تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بلوچی زبان کے دینی ادب میں آپ کی دیگر تصانیف بھی ہیں جن میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

"۱۔قرآن مجید کا بلوچی ترجمہ وتفسیر (قلمی)۔

۲۔بلوچی بومیا(بلوچی گائیڈ)۔

۳۔رسول اللہ ﷺ ءِ پیکیں زِند (رسول پاک ﷺ کی پاک زندگی۔"[94]

آپ کی مذکورہ بالا تصانیف میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کی ضخامت کا پتہ چل نہ سکا البتہ دیگر بلوچی تصانیف ہیں بلوچی گائیڈ جس کی کل ضخامت ۱۴۴ صفحات ہیں اور یہ میگزین سائز ہے، جو کہ غالباً ۱۹۶۴ء کی چھپی ہوئی ہے جبکہ دوسری کتاب رسول پاک ﷺ کی پاک زندگی کل ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے ۱۹۸۰ء میں کوئٹہ سے چھپی ہوئی ہے۔

مولاناعبدالغفار ضامرانی اور بلوچی تفسیرِ قرآنِ کریم :

حضرت مولانا عبدالغفار ضامرانی جو کہ قرآن کریم کے مترجم ومفسر ہیں اوران کا تعلق بلوچستان کے علاقہ مکران ڈویژن سے ہے۔آپ کی صحیح اور درست تاریخِ پیدائش، جائے پیدائش اور ابتدائی زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات میسر نہیں ہو سکیں،البتہ آپ کے بلوچی ترجمہ وتفسیرِ کے مقدمہ میں سوانح نگارنے کچھ اس طرح سے لکھاہے کہ :

مختصر سوانحی حالات:

''حضرت مولانا عبدالغفار ضامرانی نے اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ سے سندِ فراغت حاصل کی اور سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبداللہ بن باز اور علامہ محدث محمد ناصرالدین کے خصوصی شاگرد تھے ۔جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر بلوچستان میں بقیہ تمام عمر توحید وسنت کا پرچم بلند کرتے گذاری۔مولانا موصوف مرکزی جمعیت اہلِ حدیث صوبہ بلوچستان کے سرپرستِ اعلیٰ ایک زاہد و متقی عالمِ دین اور سلف الصالحین کا نمونہ تھے۔جن کے ہزاروں شاگرد ملک کے طول وعرض میں خدمتِ دین کا فرئضہ سرانجام دے رہے ہیں۔بلوچستان کے سلفی علماءاور ادارہ جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق نے مولانا موصوف کی تفسیر کی طباعت کا فیصلہ کیاہے۔''(95)

بلوچی ترجمہ وتفسیرِ قرآن:

بیسویں صدی(بلوچستان میں)قرآن کریم کے بلوچی زبان میں تراجم وتفاسیر کے حوالے سے وقتاً فوقتاً جو کام ہوتا رہاہے ان میں ایک عبدالغفار ضامرانی کا بھی بلوچی زبان میں ترجمہ وتفسیر ہے جو کہ بلوچی تفسیری ادب کے حوالے سے ایک خاص اضافہ ہے، جبکہ بلوچستان میں عمومی طور پر ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

''مولانا موصوف نے اپنی زندگی میں قرآن کریم کے کل پچیس پاروں کی تفسیر مکمل کی ہے جس کے

بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ باقی ماندہ پانچ پاروں کی تفسیر مترجم ومفسر کے بھتیجے مولانا حافظ محمد اسمٰعیل نے مکمل کی ہے۔ بہترین طباعت اور چھپائی کے ساتھ ایک دلکش اور جامع تفسیر قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کے تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ اعلیٰ معیار کا کاغذ اور طباعت سے مزین تفسیر ہے۔"[96]

خصوصیاتِ بلوچی ترجمہ وتفسیرِ قرآن:

موصوف مترجم قرآن کریم کی اس تفسیر کی خاص خاص خوبیاں، اندازِ تحریر اور اسلوب اپنے الفاظ میں قرآن کریم کے مقدمہ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"زیرِ بحث تفسیر قدیم وجدید تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ مترجم ومفسر عبدالغفار ضامرانی نے بلوچی زبان میں اس کو ایک اعلیٰ علمی معیار کے مطابق سلفِ صالحین کی تفاسیر سے اقتباس کر کے اہلِ زبان کے لئے نہ صرف ایک عظیم کارنامہ انجام دیا بلکہ ایک عظیم تحفہ پیش کیا اور مترجم نے قرآن کریم کی اس تفسیر کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں مرتب فرمایا جسے ہم بلا مبالغہ تفسیرِ ماثورہ کا نام سے سکتے ہیں۔ اس تفسیر میں نہ صرف صحیح روایات کے اہتمام کی روشنی کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ضعیف اور موضوع روایات سے مقدور بھر اجتناب کیا گیا ہے۔ حدیث کے حوالے جات درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ اصل کتبِ حدیث کی طرف مراجعت آسان ہو۔ یہ تفسیر اختصار کے باوجود قرآن فہمی میں معاون ومددگار ثابت ہو گی۔"[97]

مصادر ومراجعِ تفسیر:

مترجم ومفسر مولانا عبدالغفار ضامرانی صاحب کا بلوچی زبان میں لکھا ہوا ترجمہ وتفسیر مختلف زبانوں اردو، عربی تراجم وتفاسیر کا نچوڑ ہے موصودف نے۔ ترجمہ وتفسیر لکھتے وقت جن تراجم یا تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری۔ امام طبری

۲۔ تفسیر ابنِ کثیر۔ حافظ اسمٰعیل ابنِ کثیرؒ

۳۔ تفسیرِ قرطبیؒ۔

۴۔ تفسیر روح المعانی۔ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسیؒ

۵۔ تفسیر کبیر۔ جمال الدین مصری

۶۔ تفسیرِ قاسمی۔

۷۔ اضوء البیان۔ محمد امین الشنقیطیؒ

۸۔ معارف القرآن۔ مفتی محمد شفیعؒ

۹۔ تفہیم القرآن۔ مولانا مودودی

۱۰۔ احسن البیان۔

۱۱۔ ترجمہ قرآن کریم۔ شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ[98]

فصل سوم: بلوچستان میں بلوچی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

لفظ ''بلوچستان''جو کہ بلوچستان میں آباد بلوچ قوم کی طرف منسوب ہے یہ برصغیرِ پاک وہند کے قدیم خطوں میں سے ایک قدیم علمی ،ثقافتی، تہذیبی اور تمدنی خطہ ہے، یہاں دینِ اسلام صحابہ ء کرامؓ کے ذریعے خیر القرون کے مبارک دور میں پہنچا،اور مذکورہ خطہ آغاز ہی میں پہلی صدی ہجری میں اسلام کے نور سے منور ہوا۔ جہاں اسلام کی مقدس کرنیں رفتہ رفتہ پھوٹ پڑیں، بعدازاں یہاں علمی اور اسلامی دور کا آغاز ہوا، جس کے نتیجے میں قرآن،علومِ قرآن، تفاسیر وتراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔اور اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں علمائے بلوچستان نے تراجم وتفاسیر قرآنِ کریم کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دیں، چناں چہ ،دورانِ تحقیق بیسویں صدی میں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بلوچی زبان میں بھی تراجم وتفاسیر قرآن کا ایک قابلِ قدر علمی ذخیرہ سامنے آیا۔اس تناظر میں اگر اس امر کا جائزہ لیاجائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہاں بلوچی زبان میں متعدد تراجم وتفاسیرِ قرآنِ کریم علمی اسلوب میں لکھی اور شائع کی گئیں ہیں،اس ضمن میں صوبہ بلوچستان کے بلوچ بیلٹ میں جن علمائے کرام نے اسلامی دور کے مختلف ادوار میں بلوچی زبان میں مختلف مناہج پر جو جو تراجم یا تفاسیر لکھی ہیں راقم الحروف کو دورانِ تحقیق بلوچی زبان میں کئی بلوچی تراجم وتفاسیر سامنے آئی ہیں جن میں میاں حضور بخش جتوئیؒ کا بلوچی ترجمہ ءقرآن (اس وقت کی تحقیق کے مطابق بلوچ بیلٹ میں سب سے اولین بلوچی ترجمہ ءقرآن خیال کیا جاتا ہے) کا ہے جبکہ موصوف مترجم نے اس کے علاوہ بلوچی زبان میں سورۂ یٰسین اور سورۂ الملک کا بھی علیٰحدہ بلوچی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔دوسرے نمبر پر سید ظہور ہاشمیؒ کا بلوچی زبان میں قرآنِ کریم کے آخری سپارے (عمّ) کا بلوچی زبان میں نہایت سلیس بلوچی زبان میں ترجمہ ہے۔اسی طرح مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ کا ''موضح القرآن'' کا بلوچی زبان میں ترجمہ، جمال عبدالناصر کا بلوچی زبان میں ''جمال القرآن'' کے نام سے بلوچی ترجمہ ءقرآن اور مولانا ریاض الحق جامعی صاحب کا ''کلماتُ القرآن'' کے نام سے بلوچی زبان میں ترجمہ ءقرآن خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔یہ ان حضرات علمائے کرام کے اسماء

کی فہرست ہے، جنہوں نے مختلف اسلوب و مناہج پر قرآن کریم کے بلوچی زبان میں تراجم لکھے ہیں،اسی طرح ترجمہءقرآن کے بعد بلوچی زبان میں تفاسیر کے ادبی میدان میں بھی اچھاخاصاکام ہواہے جن میں قاضی عبدالصمد سر بازیؒ اور مولانا خیر محمد ندویؒ کی مشترکہ بلوچی زبان میں بلوچی تفسیر، مرزا فیض اللہ خان یوسف زئیؒ کی بلوچی تفسیر، الحاج میر عبدالقیومؒ کی بلوچی تفسیر اور مولانا عبدالغفار ضامرانیؒ کی بلوچی تفسیر خاص طور پر قابلِ ذکر اور خصوصی اہمیت کی حامل تفاسیر ہیں۔

﴿حواشی وحوالہ جات باب سوم﴾

(1) بلوچ، محمد سردار خان، بلوچ قوم کی تاریخ،ط اول ۱۹۸۰ء، نساء ٹریڈرز کوئٹہ، ص ۱/۲۱۔

(2) ایضاً ج ا ص ۲۱۔

(3) الصافات: ۳۷/۱۲۵۔

(4) ایضاً ج ۳۷ ص ۱۲۵۔

(5) نصیر، میر گل خان، تاریخِ بلوچستان، اشاعتِ ششم، قلات سٹیشنرز، ۲۰۱۶ء، ص ا۔

(6) محولہ بالا سابقہ ایضاً ص ۱۳۔

(7) ہنری، سر، پوٹنگز، ٹریولزان بلوچستان، ص، ۶۲۸۔

(8) دہوار، ملک محمد سعید، تاریخِ بلوچستان، ط چہارم ۲۰۱۴ء، ص ۶۳تا۶۴۔

(9) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ عز وجل واذ کر فی الکتاب مریم۔

(10) تاریخِ طبری ۳/۱۵۶ نیز سیرت ابنِ ہشام ص ۱۵۸۔

(11) برٹن، سندھ ری وزٹڈ، (سندھ کی دوبارہ سیاحت) ۱۸۷۷ء، جلد دوم، ص ۱۵۶۹۔

(12) ہنری، سر، پوٹنگز، ٹریولزان بلوچستان، ص، ۶۲۸۔

(13) کتاب المسالک والممالک بحوالہ تاریخ بلوچستان، ملک محمد سعید دہوار، ۲۰۱۴، ص ۵۸تا۵۹۔

(14) تقویم البلدان، سلطان الملک عماد الدین۔

(15) کرنل ڈیمز، دی بلوچ ریس، ص ۳۲۔

(16) مین پاسٹ اینڈ پریذنٹ (انسان ماضی وحال)، جلد ۱۱، ص ۵۵۴۔

(17) کرنل موکلز، بلوچوں کا ماخذ، مطبوعہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۹۵ء ص ۴۴۰۔

(18) ایضاً ص ۴۴۰۔

(19) دی پیپل آف انڈیا، (ہندوستان کے لوگ) ۱۹۰۸ء، ص ۵۰۵۔

(20) ایضاً ص ۵۰۵۔

(21) محولہ بالا ایضاً ص ۶۳تا۶۴۔

(22) تاریخِ بلوچستان ملک محمد سعید دہوار، ص ۵۹۔

(23) ایضاً ص ۵۹۔

(24) ابن منظور، لسان العرب ج ۷، ص ۳۰۸ ۔

(25) علامہ محمد طاہر، مجمع البحار الانوار، ۲/۶۲۔

(26) نجفی، طر یح، مجمع البحرین مادہ زط، طبع ایران، ص ۱۱۰۔

(27) تقویم البلدان، ص ۳۳۵، طبع پیرس۔

(28) کتاب التیجان، ص ۲۲۲، طبع حیدر آباد۔

(29) ایضاً ص ۲۲۳۔

(30) المسالک والممالک، ص ۵۶، طبع یورپ۔

(31) الفت نسیم، بلوچ ایک توضیحی مطالعہ، ۲۰۱۶ء، ص ۶۷تا۶۸۔

(32) الفت نسیم، بلوچ ایک توضیحی مطالعہ، ۲۰۱۶، ص ۶۷۔

(33) نسیم، الفت، بلوچ ایک توضیحی مطالعہ، ۲۰۱۶ء، شوکت برادر پریس، کراچی، ص ۱۷۔

(34) ایضاً ص ۱۷۔

(35) ایضاً ص ۸۹۔

(36) ایضاً ص ۹۳تا ۹۴۔

(37) ایضاً ص ۹۴۔

(38) ایضاً ص ۶۷۔

(39) بخاری، منصور، بلوچستان کے قبائل، گوشہ ادب جناح روڈ کوئٹہ، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۷تا ۱۲۸۔

(40) ایضاً ص ۱۲۸۔

(41) نسیم، الفت، سابقہ بالا ص ۷۵۔

(42) ایضاً ص ۷۵۔

(43) ایضاً ص ۱۲۹۔

(44) ایضاً ص ۱۳۲۔

(45) ایضاً ص ۱۳۲۔

(46) ایضاً ص ۱۳۴۔

(47) ایضاً ص ۱۳۹۔

(48) ایضاً ص ۱۳۹۔

(49) ایضاً ص ۱۳۹۔

(50) ایضاً ص ۱۳۹۔

(51) ایضاًص۱۳۹۔

(52) بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹر سیر سیز ۳/۴۰ ۔

(53) المسالک والممالک، ص۵۷۔

(54) مبارکپوری، قاضی اطہر، مولانا، عرب وہند عہدِ رسالت میں، ۱۹۶۴ء، ص۱۹۹۔

(55) حموی، یاقوت، فتوح البلدان باب فتوح السند، ص،۱۷۱۔

(56) عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، بلوچستان میں دینی ادب، خطی، ص۲۲۶تا۲۲۸۔

(57) ایضاًص۲۲۸۔

(58) سیرتِ طیبہ ﷺ سے رہنمائی اکیسویں صدی میں، سیرت اکادمی، بلوچستان، ۲۰۰۱ء، ص۱۵۔

(59) محولہ بالاص،۱۶۔

(60) محولہَ بالاایضاًص،۱۶۔

(61) محولہ بالا، ص۲۲۶تا۲۲۸۔

(62) ہاشمی، سید ظہور، مقدمہ بلوچی ترجمہ قرآن، پارہ عمّ، سید ہاشمی اکیڈمی گوادر، ۲۰۱۴ء ص،۶۔

(63) ایضاًص۶۔

(64) مصطفی، محمد اعجاز، مولانا، ماہنامہ وفاق المدارس، ملتان، شمارہ، ۲، نومبر ۲۰۱۶ء، ص۴۶تا۴۸۔

(65) ایضاًص۴۸۔

(66) ایضاًص۴۸۔

(67) ایضاًص۴۸۔

(68) ماہنامہ بلوچی دنیا، ملتان، جلد ۶۰، شمارہ نمبر ۴، جولائی ۲۰۱۷ء، ص ۱۰۔

(69) ایضاً ص ۱۰۔

(70) ایضاص ۱۰۔

(71) ایضاً ص ۱۰۔

(72) جمال عبدالناصر، بلوچی ترجمہ قرآن، مکتبہ ندوی، ۲۰۱۳ء، ص ۱۱۱۰۔

(73) ایضاً ص، ۳ ۔

(74) موصوف نے ایک خط راقم کو لکھ بھیجا ہے جو کہ محفوظ ہے۔

(75) ایضاً۔

(76) القرآن ۱/۲، ص ۱۰۔

(77) ایضاً ص ۱۰۔

(78) ایضاً ص ۱۰۔

(79) ایضاً ص ۱۳۔

(80) البلوشی، بہادر، اجمل النقوش فی ابطال البلوشی، بیروت، ص ۲۱ تا ۲۵۔

(81) ایضاً ص ۲۵۔

(82) ایضاً ص ۲۵۔

(83) ایضاً ص ۲۵۔

(84) کوثر، انعام الحق ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر، فکر و نظر، اسلام آباد، جلد: ۳۶ شمارہ ۴، ۳، ص ۳۶۲ تا ۳۶۳۔

(85) ایضاً ص ۳۶۳۔

(86) مدیر، ماہنامہ سوغات بلوچی، اگست ۱۹۷۸ء۔

(87) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، فکر و نظر اسلام آباد ج ۳۶، ش، ۴، ۳، ص ۳۶۳۔

(88) ایضاً ص ۳۶۳۔

(89) البلوشی، بہادر، اجمل النقوش فی ابطال البلوش، بیروت، ص ۲۱ تا ۲۵۔

(90) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر فکر و نظر اسلام آباد، ج ۳۶، ش، ۴، ۳، ص ۳۶۳ تا ۳۶۴۔

(91) محولہ بالا ایضاً ص ۳۶۴۔

(92) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو، لاہور ۱۹۹۴ء، ص، ۵۸۳ ۔

(93) ایضاً ص ۵۸۳۔

(94) ایضاً ۵۸۳۔

(95) ضامرانی، عبدالغفار، مولانا، مقدمہ تفسیر بلوچی قرآن، جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق، کوئٹہ، ۲۰۱۲ء، ص ۴ تا ۵۔

(96) ایضاً ص، ۴۔

(97) محولہ بالا ایضاً ص ۴۔

(98) محولہ بالا ایضاً، ص ۷۔

٤

بابِ چہارم

بلوچستان میں فارسی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر

- فصل اول: فارسی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن
- فصل دوم: فارسی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر
- فصل سوم: فارسی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

باب چہارم: بلوچستان میں فارسی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر

تمہید: فارسی زبان میں قرآن کریم کے ابتدائی اور مشہور تراجم وتفاسیر

بلوچستان میں مختلف زبانوں میں جو تراجم اور تفاسیرِ قرآن لکھے گئے ہیں، ان زبانوں میں ایک فارسی زبان بھی ہے۔ اگرچہ اس زبان کے بولنے والے (یعنی فارسی گفتہ عوام) بالکل کم اور نہ ہونے کے برابر ہیں، تاہم اہلِ علم حضرات کے مابین آج بھی یہ زبان بلوچستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، لیکن وہ بھی کم۔ اور زمانہ قدیم سے زمانہ جدید تک اکثر وبیشتر دینی کتب کی تصنیفات وتالیفات کا واحد ذریعہ یہی زبان تھی اور اکثر وپیشتر اسی زبان میں کام ہوا کرتا تھا، لیکن قیامِ پاکستان کے بعد جب سے اس زبان کی جگہ اردو زبان نے لے لی تو رفتہ رفتہ دینی کتابیں فارسی زبان کے بجائے بلوچستان میں بولی جانے والی مقامی زبانیں مثلاً پشتو، اردو، بلوچی، براہوئی ودیگر زبانیں اس کی جگہ متعارف ہو گئیں۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں بحیثیتِ قومی زبان کے بھی کتابیں منتقل ہونے لگیں، اسی لئے آج اردو زبان کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان بورڈ اور دیگر مذہبی بورڈز اور حکومتِ پاکستان کی جانب سے قومی زبان کا درجہ حاصل ہے اس لئے قیامِ پاکستان کے بعد سے جو بھی تصنیف وتالیف کا کام ہوتا رہا وہ مذکورہ زبان میں ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس لیے دورِ جدید میں بنسبتِ فارسی زبان کے دیگر مقامی زبانوں میں اتنے وسیع پیمانے پر کام ہوا ہے، کہ جس کی وجہ سے فارسی زبان کو مات دے دی گئی ہے، البتہ یہ زبان اہلِ علم حضرات کے درمیان ایک ذریعہ تو تھی لیکن اب شاذ ونادر ہو کر رہ گئی، دوسری خاص وجہ یہ کہ اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد بھی نہایت کم ہے، لہٰذا بلوچستان میں اب تک کی تحقیق کے مطابق جو جو فارسی زبان کے تراجم یا تفاسیر ہمارے سامنے آئے ہیں، ان کا بھی ایک اجمالی تذکرہ ہونا ضروری ہے، تاکہ دیگر زبانوں کی طرح اس زبان میں بھی دینی ادب کا احاطہ کیا جاسکے جب مذکورہ زبان میں دینی ادب کے موضوع پر تحقیق ہوئی تو مقامی زبانوں کے ساتھ فارسی زبان میں بھی کئی ایسے تراجم اور تفاسیر سامنے آئے جو بلوچستان کے مختلف علماء کرام کے زمانہ قدیم میں لکھی ہوئی تفاسیر ہیں، جن میں فارسی زبان میں ملاجیونؒ اور مولانا سلطان محمدؒ کی فارسی تفاسیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ چند ایک ایسی تفسیر یا ترجمہ فارسی زبان میں برآمد ہوئے ہیں کہ جس کے مترجم ومفسر کا نام تک ہمیں تاریخ کی روشنی میں کہیں نہیں ملتا ہے البتہ ان میں ایسے قدیم تراجم بھی موجود ہیں، جو کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فارسی ترجمہ سے بھی پہلا لکھا ہوا فارسی ترجمہ خیال کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ چند ایسی تفاسیر دوران تحقیق سامنے آئی ہیں جو کہ امام شاہ ولی اللہ

دہلویؒ کے ہم عصر مترجمین کے لکھے ہوئے نسخے ہیں غرض ذیل میں ان قدیم وجدید تفاسیر قرآن کو حوالہءقرطاس کیا جاتا ہے۔اپنے موضوع کے تفاسیر سے قبل چند ایک قدیم فارسی تفسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے بعد آگے متعلقہ موضوع پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔

تفسیر زاہدی بزبانِ فارسی :

اس کے مفسر کے مکمل حالات زندگی میسر نہیں تاہم تفسیر پر مفسر کے نام ونسب سے متعلق درج ذیل الفاظ درج ہیں:

نام:

''سیف الدین ابو نصر احمد بن حسن بن احمد بن سلطان بخاری المعروف بہ زاہدی دراجکی متوفی

۵۴۰ھ۔''

سنِ تالیف :

۹ محرم الحرام ۵۱۹ھ یہ پہلی جلد جو نصف قرآن کو محتوی ہے۔سورۂ فاتحہ کے آغاز سے سورۂ کہف کے اختتام تک کاتب نے پوری تفسیر کو دو مجلدات میں قلمبند کیا ہے۔

کاتب :

سید ولی محمد سید فتح محمد قادری اخفاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔

سنِ کتابت:

۲۵ جلوس عالمگیر مطابق ۱۰۹۴ھ تفسیر میں جلوہمایوں لکھا ہے جو کہ سبقت قلمی کتابت ہے۔''[1]

خصوصیاتِ تفسیر زاہدی بزبانِ فارسی:

تفسیر زاہدی بزبانِ فارسی درج ذیل خصوصیات کی حامل تفسیر ہے:

آغاز کے دو صفحات کا ملاّ مذہب و مرصّع ہیں۔ یہ دو لوحیں تذہیب و ترصیع کا اعلیٰ نمونہ ہیں، پوری تفسیر کے ہر صفحہ لاجوروں اور مذہب جلد اول ہے زر خالص کی جدول نہایت دبیز اور چوڑی ہے۔ خط نہایت پاکیزہ اور بصارت افزوں نسخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاط بڑا خوش نویس تھا، یہ کل دو جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے جسے ایک ہی کاتب نے ایک خط اور قلم سے کتابت کی ہے۔ دونوں جلدوں کے ۱۴۶۸ صفحات کی ایک ہی خط اور قلم سے کتابت ایک خوشگوار حیرانی پیدا کرتی ہے۔

مفتی زرولی خان صاحب مد ظلہ العالیہ اس کے متعلق رقم طراز ہیں:

"اس تفسیر کو مفسر نے نہایت ہی جان فشانی سے محنت کر کے لکھا ہے۔ اس طرح قلم سنبھال کر اتنا خوش خط نسخہ کتابت کرنے سے کاتب کی عمر کا اچھا خاصا حصہ استعمال ہوگا یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اس کے قلمی نسخے بھی کمیاب ہیں بعض کتب خانوں میں اس کے مختلف نسخے محفوظ ہیں پاکستان کے کسی کتب خانہ میں اس تفسیر کا کوئی کامل نسخہ محفوظ نہیں ہے۔ مذکورہ تفسیر کا ایک مکمل قلمی نسخہ مفتی صاحب کے ہاں جامعہ احسن العلوم کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس تفسیر کی طباعت واشاعت کا کام مفتی زرولی خان صاحب نے کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عظیم خدمت کو بارگاہِ ایزیدی میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مفتی صاحب کے لیے آخرت کا عظیم توشہ منظور و مقبول فرمائے۔

فارسی زبان کی ان قدیم ترین تفاسیر میں ایک تفسیر فتح اللہ شیرازی کی ہے جو ایران میں لکھی گئی ہے جس کے متعلق جمیل نقوی نے لکھا ہے:

فتح اللہ شیرازی: (امین الملک عضدولہ، عضد الملک امیر دربار اکبری (متوفی ۹۹۷ھ) نے قرآن مجید کی مشہور تفسیر، تفسیرِ الصادقین فارسی زبان میں لکھی ہے۔ اور اس کا ایک خلاصہ "خلاصۃ المنہج" کے نام سے بھی لکھا ہے۔ موصوف مفسر شیعہ عالم دین تھے۔[(2)]

غرض یہ وہ تفاسیر ہیں جس کو فارسی زبان کے قدیم ترین تفاسیر میں شمار کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی ایسی فارسی تراجم اور تفاسیر ہمیں تاریخ کے تناظر میں مل سکتے ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا یہاں مناسب نہیں۔

مولانا سلطان محمدؒ (۹۷۷ھ):

بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر جن زبانوں اور زمانوں میں ہوئے ہیں، ان میں ایک فارسی ترجمہ قرآن مولانا سلطان محمدؒ کا فارسی ترجمہ قرآن کریم بھی ہے، اس وقت کی تحقیق کے مطابق یہ ترجمہ قرآن برصغیر پاک وہند میں سب سے زیادہ قدیم نسخہ خیال کیا جاتا ہے، چونکہ مترجم کا تعلق صوبہ بلوچستان کے علاقے ضلع بولان سے تھا، جو اس وقت سندھ میں شمار کیا جاتا تھا، البتہ آپ کی زندگی کے متعلق مکمل معلومات میسر نہیں ہو سکیں تاہم مختلف سوانح نگاروں نے آپ کے حالات زندگی کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ:

"مترجم ابوالقاسم ابنِ مولانا سلطان محمدؒ، مخطوطہ میں اس طرح درج ہے:

"عبدالراجی ابوالقاسم ــــــــ الحاجی ابنِ مرحوم المبرور مولانا سلطان محمدؒ الحاجی المشتہر بتوتیانی۔"

مترجم کا تعلق بلوچستان کے علاقے ضلع کچھی (بولان) کے شہر مٹھڑی کے قصبہ توتیانی سے ہے۔"

"مترجم یا اس کے خاندان کے بارے میں معلومات میسر نہیں البتہ صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ جب یہ ترجمہ کیا گیا تو اس وقت ضلع کچھی موجودہ سندھ میں شامل تھا۔"(3)

قرآن مجید مترجم (فارسی، قلمی):

اس فارسی قلمی نسخے کے متعلق ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی رقم طراز ہیں:

"یہ ترجمہ چونکہ شاہ ولی اللہ کے ترجمہ سے دو سو برس پیشتر کا ہے۔ اس لیے اس میں اس دور سے دو سو برس پیشتر کی فارسی استعمال کی گئی ہے، لیکن ترجمہ میں ثقیل الفاظ نہیں ہیں، کہ قاری کو سمجھ میں نہ آسکیں بلکہ عام فہم فارسی میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے، جو آج بھی قاری اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے۔"(4)

خصوصیاتِ ترجمہ (فارسی، قلمی) :

یہ قدیم فارسی ترجمہ ءقرآن درج ذیل خصوصیات کا حامل ہے۔

''قرآن مجید کا یہ مکمل فارسی ترجمہ ۹۷۷ھ /۱۵۶۹ء میں کیا گیا ہے۔اوراق کی کل تعداد ۳۵۶ ہے،اس مخطوطے کا عربی متن سیاہ روشنائی سے اور فارسی ترجمہ سرخ روشنائی سے تحریر ہے۔خط نہایت ہی عمدہ ہے۔ہر آیت کی ابتداء میں اس کے حروف کلمات اور آیات کی تعداد ر فارسی میں لکھی گئی ہے۔ترجمہ کے اختتام پر قرآن مجید سے فال نکالنے کا طریقہ بھی بیان ہوا ہے۔قرآن کریم کا یہ فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ(۴شوال ۱۱۱۴ھ/۲۱فروری ۱۷۰۳ء۔۔۔۔۱۷۸۶ء/۱۷۶۲)کے فارسی ترجمہ سے بہت پہلے کیا گیا ہے۔اس وقت کی تحقیقات کے مطابق یہ فخر بلوچستان ہی کو حاصل ہے۔''(5)

مترجمؒ نے قرآن کریم کی ایک آیاتِ مبارکہ کا فارسی ترجمہ یوں تحریر کیا ہے کہ :

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟﴾

''ای گرویدگان، یاای کسانی کہ گرویدہ اید، مومینن کا گرویدگان، مشرکین کا شرکارندگان''۔

﴿ٱلْقَوْمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ کا ترجمہ گروہ ناگرویدگان کیا ہے جبکہ شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ میں اے مومنان اور کافرون کا کافران مشرکین کا شریک مقرر کنندگان وغیرہ تحریر کیا ہے۔''(6)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے اس ترجمہ کے متعلق لکھا ہے کہ :

''یہ ترجمہ چونکہ شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ سے دو سو برس پیشتر کا ہے۔اس لئے اس میں دور سے دو سو برس پیشتر کی فارسی استعمال کی گئی ہے، لیکن ترجمہ میں ثقیل الفاظ نہیں ہیں، کہ قاری کو سمجھ میں نہ آسکیں بلکہ عام فہم فارسی میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے، جو آج بھی قاری اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے۔''(7)

اس کے علاوہ ایک اور قدیم فارسی ترجمہ قرآن ہے جس کو بلوچستان کے کسی محقق نے دریافت کیا ہے، لیکن موصوف نے مترجمِ قرآن کا نام اور حالاتِ زندگی نہیں لکھے ہیں، اور نہ ہی محقق موصوف نے اپنی حالاتِ زندگی سے متعلق کوئی معقول تفصیل لکھی ہے۔اس کے متعلق صرف درج ذیل معلومات معلومات حاصل ہو سکیں :

عبدالرحمن محمد شہی :

''براہوئی ہدہ کوئٹہ کے رہنے والے ہیں۔ تعلیم ہدہ اور کوئٹہ میں پائی۔بچوں کے کالموں لکھا۔

''کلامِ پاک مترجم فارسی :۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء :قرآنِ کریم کا یہ فارسی ترجمہ جس کے مترجم عبدالرحمن محمد شہی ہیں نے فارسی زبان وادب کے کس نہج پر لکھا ہے اندازِ بیان اور اسلوب کیا ہے ان کے متعلق کوئی خاص تفصیل راقم الحروف کو نہیں مل سکیں۔''[8]

پھر مختلف رسائل میں معلوماتی مضامین لکھنے شروع کیے۔جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہیں :

۱۔وہمیوں کی کمی نہیں ہے: مطبوعہ نقاد، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۰ء۔

۲۔دنیا کی عجیب وغریب رسمیں: اردو ڈائجسٹ، لاہور، جون، ۱۹۶۳ء

۳۔جادوگروں کی کرتب: سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، مئی ۱۹۶۵ء۔

۴۔حیوانات میں سمجھ: سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، اپریل ۱۹۶۶ء۔

۵۔کیمیا: اسرارِ حکمت، لاہور، مئی ۱۹۶۳ء۔[9]

بعد میں براہوئی ادب پر تحقیقی کام شروع کیا۔اس سلسلے میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں، ان میں سے اہم مضمون کا نام ہے ''براہوئی زبان وادب'' مطبوعہ ماہ نور، کراچی، مارچ ۱۹۶۷ء۔

چند اور مضامین یہ ہیں :

ا۔ شال کوٹ کوئٹہ: مطبوعہ بلوچی دنیا، ملتان، جنوری ۱۹۶۶ء۔

۲۔ کوئٹہ کی تباہی: مطبوعہ بلوچی دنیا، ملتان، مئی، ۱۹۶۶ء۔

۳۔ علامہ دین پوریؒ: مطبوعہ بلوچی دنیا، ملتان اکتوبر، ۱۹۶۶ء۔

۴۔ مولانا نبو جان: مطبوعہ بلوچی دنیا، ملتان، مئی، ۱۹۶۷ء۔ (10)

آپ نے بلوچستان کے اولیائے کرام پر بھی چند مضامین تحریر کیے ہیں جو "آئینہ" لاہور میں چھپے ہیں۔

پہلا مضمون "حضرت شیخ محمد عمرؒ" جنوری ۱۹۶۶ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

آپ کی ایک کتاب "کیمیا گر اور کیمیا گری" مکتبہ رفیق روزگار، پیر مکی شریف، لاہور نمبر ۳ نے چھاپی ہے۔ سالِ اشاعت ۱۹۶۸ء، قیمت ۶ روپے، ضخامت ۳۳۴ صفحات۔ (11)

دراصل یہ دو کتابیں ہیں: پہلی کتاب، دنیا کے مشہور، کامیاب اور ناکام کیمیا گروں کے حالاتِ زندگی پر مبنی ہے۔ ۱۲۸ صفحوں کے بعد "رسالہ ہفت احباب" مؤلف حضرت حمید الدین ناگوری کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے ۳۳۴ صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔ "ہفت احباب" پاک وہند میں فارسی زبان میں کیمیا کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ مؤلف نے بڑی کاوش سے مواد فراہم کیا ہے۔ اندازِ بیان دلچسپ ہے۔ اس ۲۸ سالہ مقامی نوجوان کو قلمی مسوادت جمع کرنے کا بھی بہت شوق ہے۔ اس وقت ۵۰ سے زیادہ قلمی مسودے جمع کر چکا ہے جس میں سے چند یہ ہیں:

موصوف کی دیگر تصنیفات:

ا۔ مشکوۃ شریف عربی: ۷۳۷ھ/۱۳۳۷ء۔

۲۔ مشارق الانوار عربی: ۱۰۳۰ھ۔/۱۶۲۱ء۔

۳۔ کلامِ پاک مترجم فارسی: ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء

۴۔ شمائل شریف مترجم فارسی: ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء۔" (12)

مذکورہ بالا فارسی ترجمہ قرآنِ کریم مولاناسلطان محمدؒ کے قدیم فارسی ترجمہ قرآن کے متصل سال بعد کالکھاہوانسخہ ہے۔ جو بلوچستان اور اہلِ بلوچستان کے علمی حلقوں کے لیے ایک عظیم سرمایہء افتخار ہے، کہ برصغیر پاک وہند میں زمانہء قدیم میں اس طرح قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسر کی داغ بیل ڈالنے کا مقام بلوچستان ہی اور مذکورہ خطے کے اکابر علمائے کرام کے حصے میں آیا ہے۔

ملاجیونؒ(۱۱۱۳ھ):

بلوچستان میں مختلف زبانوں اور زمانوں میں جن حضرات علمائے کرام نے قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں جو تراجم اور تفاسیر لکھے ہیں ان حضرات میں ایک نام ملاجیونؒ کا خاص الخاص طور پر قابل ذکر ہے اس لئے کہ اب تک کی تحقیق کے مطابق بلوچستان کی سطح پر مختلف محققین اور اہلِ قلم حضرات نے جن جن موضوعات پر اسلامی ادب کے حوالے سے جو مقالات لکھے ہیں، ان محققین کی نظروں سے آج تک اس تفسیر کا کھوج لگانااو جھل رہی ہے، جو کہ اس بات پر روزِ روشن کی طرح واضح دلالت کرتی ہے کہ بلوچستان میں اسلامی ادب کے حوالے سے کماحقہ جو کام کرناچاہئے تھا، وہ صحیح طور سے ادانہ ہو سکا جس کی بڑی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے، کہ آج کے محققین حضرات کو تحقیق کا ذوق وشوق اور جوش وولولہ نہیں رہا، اگر رہا بھی ہے تو وہ صرف حصولِ سند تک یا اپنی شہرت میں اضافہ کرنے تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں بلوچستان وطنِ عزیز کا وہ خطہ رہا ہے، جس کا تعلق نہ صرف برصغیر پاک وہند میں مغلیہ دور کے مسلم حکمران اورنگزیب شاہ عالمگیرؒ کے دور میں بھی اسلامی تہذیب وتمدن، اسلامی علوم وفنون اور اسلامی طرزِ زندگی کا مرکز رہا ہے، بلکہ خلفائے راشدینؓ کے مختلف ادوار میں بھی اسلام کا گہوارہ اور علم وعرفان کا مرکز رہا ہے، اس خطے میں ملاجیونؒ کی تفسیرِ حسینی کے علاوہ دیگر اسلامی فنون پر بسیار قلمی مخطوطے دریافت ہوئے ہیں، جو کہ آج سے تقریباً ۱۵۰ سال قبل ۳۲۵ سال پر محیط ہیں، جبکہ ماضی بعید میں اسلامی ادب کے حوالے سے اس خطہ کا تعلق براہِ راست خلفائے راشدینؓ اور فاتح صحابہ کرامؓ سے رہا ہے، جس کے اثرات آج بھی اس سرزمین پر منقش ہیں۔

الغرض موصوفؒ کی حالاتِ زندگی کے متعلق صحیح طور پر معلومات میسر نہیں ہو سکیں البتہ تفسیر سے متعلق قاضی محمد انوار صاحب (رکنِ مجلسِ شوریٰ عدالتِ عالیہ بلوچستان) نے ایک خط فراہم کیا ہے جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ملاجیونؒ ان کے جدِ امجد کے دسویں پشت کے داد تھے یہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تفسیر

ہے۔ قاضی انوار صاحب کے داد جناب قاضی عزیزاللہؒ کی وفات کے بعد ان کے خاندان میں کوئی عالم نہ رہا جس کی وجہ سے مخطوطات انقلابِ زمانہ کی نذر ہوئے، بعد ازاں انوار صاحب کے والدِ ماجد مولانا قاضی حبیب اللہؒ نے جو مخطوطات اپنے آباؤاجداد سے ورثہ میں پائے تھے ان کی جلد بندی کا اہتمام فرمایا، ملاجیونؒ علاقہ بولان میں تشریف لائے اور قاضی نور محمد صاحبؒ کی صاحبزادی کے ساتھ ان کا نکاح ہوا اس طرح آج کل قاضی خاندان کو مذکورہ علاقہ میں سندی اللہ سے لوگ جانتے آرہے ہیں، جبکہ موصوف مفسرؒ کا اور قاضی خاندان کا شجرۂ نسب آج بھی قاضی انوار صاحب کے پاس محفوظ ہے۔"(13)

تفسیر حسینی(فارسی):

تفسیر حسینی بزبانِ فارسی ہے جو کہ بلوچستان کے علاقہ بھاگ ناڑی بولان سے دریافت کیا گیا ہے یہ قدیمی نسخہ برصغیر پاک وہند کے بادشاہ اورنگزیب شاہ عالمگیر کی فرمائش پر لکھا ہوا ہے۔ اس قدیمی نسخہ پر فارسی زبان میں جو متن درج کیا گیا ہے ان کے چند جملے درج ذیل ہیں۔

"کتاب تفسیر حسینی بوقتِ ظہر روز دوشنبہ پنجم رجب المرجب جلوس ہمایوں جم جاہ سکندر بارگاہ خاقان ابنِ الخاقان سلطان ابن السلطان المویدمن عنداللہ اورنگزیب شاہ عالمگیر مطابق ۱۱۱۳ھ راقمِ تفسیر حسینی محمد علی ابنِ محمد یعقوبؒ ساکنہ پرکنہ ہو سرکار صوبہ آلہ آباد فرمائش۔۔۔۔۔۔۔۔میر میرزا صاحب قدردان فیضِ رسان میرزا محمود بیگ جلوآمین و فوجدار پرکنہ حکام سرکار صوبہ آباد تحریر نمودہ شد ہر کہ دعویٰ او باطل و نامسموع ہر کہ خواند بدعاءِ ایمان بکرمک ولفظک۔"(14)

اردو ترجمہ:

"تفسیر حسینی پانچ/۵ رجب المرجب بروزِ پیر ظہر کے وقت خاقان ابنِ خاقان سلطان ابنِ سلطان جسے اللہ کی طرف سے بادشاہی کی قوت دی گئی ہے اورنگزیب شاہ عالمگیر مطابق ۱۱۱۳ھ ہے، تفسیر کے

راقم محمد علی ابن محمد یعقوبؒ ساکن پرکنہ (بلوچستان) ہے صوبہ آلہ آباد (ہندوستان) کے سرکار (اورنگزیب شاہ عالمگیر) کی فرمائش پر ـــــــ اور فیض یافتہ میر میرزا محمود بیگ جو فوجی آفیسر (پرکنہ صوبہ آباد (بلوچستان) کی سرکار ہے) کی فرمائش پر لکھا گیا ہے، ہر کوئی جو دعویٰ کریں اس کا دعوی باطل اور ناقابلِ سماعت ہوگا اور ہر کوئی جو اسے پڑھے اپنے الفاظ اور کرم سے ایمان کی دعا کی درخواست ہے۔"

خصوصیاتِ تفسیر:

یہ تفسیر جس منہج پر لکھی ہوئی ہے اس کی اہم اور خاص خاص خوبیاں درج ذیل ہیں۔

"زیرِ بحث تفسیر جسے ملاجیونؒ کی ایک مایہ ناز تفسیر کی حیثیت حاصل ہے، ۱۱۱۳ھ کی لکھی ہوئی ایک قدیمی نسخہ ہے، بنیادی خصوصیات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی ایک بنیادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگرچہ یہ قدیم فارسی زبان میں لکھی ہوئی تفسیر ہے تاہم اس کے الفاظ اور جملوں سے یہ بات آج بھی واضح ہے کہ آج کا قاری بھی اسے پڑھ کر بآسانی استفادہ کرسکتا ہے اور اسے سمجھ سکتا ہے، کل دو جلدوں پر مشتمل ضخیم فارسی تفسیر ہے، مفسرؒ کا اسلوب اور اندازِ تحریر ایک بنیادی اہمیت کا حامل ہے، تفسیر لکھتے وقت پہلے قرآن کریم کی کوئی آیتِ مبارکہ تحریر کرتے ہیں بعدازاں متصل اس کے ساتھ ہی فارسی زبان میں ترجمہ وتفسیر کرتے ہیں، مذکورہ تفسیر کے قرآنی آیاتِ مبارکہ اور فارسی ترجمہ نمایاں جلی حروف میں ہے، زرد نما بہترین اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی فارسی تفسیر ہے، جس کا اندازِ تحریر نستعلیق، عمدہ اور ہاتھ سے لکھا ہوا ہے، جس میں سیاہ رنگ کی سیاہی استعمال کی گئی ہے۔ صفحات کی کل تعداد تقریباً ۱۰۰۰ / ایک ہزار ہے۔"(15)

فصل اول: فارسی زبان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن

بلوچستان میں قرآنِ کریم کے فارسی زبان میں بیسوی صدی عیسویں میں کوئی فارسی ترجمہ دورانِ تحقیق سامنے اب تک نہیں آیا ہے جس کا یہاں ذکر کیا جاسکے البتہ قدیم تراجم قرآن جن حضراتِ علمائے کرامؒ نے لکھے ہیں ان کا تفصیلی علمی و تحقیقی جائزہ اس باب کے شروع میں مذکور ہے، جبکہ فارسی زبان میں جو فارسی تفاسیر دورانِ تحقیق سامنے آئی ہیں ان کا بھی ایک علمی و تحقیقی جائزہ تفصیلی طور پر مذکورہ باب کے "فارسی زبان میں تفاسیر" کے باب آئندہ آرہے ہیں۔

فصل دوم: فارسی زبان میں بیسویں صدی کی تفاسیر

مولانا محمد صالح الشاکرؒ:

فارسی زبان میں تراجم وتفاسیرِ قرآن کے حوالے سے ایک نامِ نامی شخصیت مولانا محمد صالح الشاکرؒ کی ہے، جن کی فارسی زبان میں منظوم تفسیر سورۂ یٰسین کی نہایت اہمیت کی حامل ہے، جس کے متعلق مختلف سوانح نگاروں نے یوں لکھاہے کہ :

مختصر سوانحی حالات:

> ”مفسر مولانا محمد صالح الشاکر ۔ یہ حسب الایما نواب امیر حبیب اللہ خان مرحوم (والی ریاست خاران بلوچستان) لکھی گئی، جو ۱۷ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء کو اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں طبع ہو کر خاران سے شائع ہوئی۔ ۲۴ صفحات (بڑی تقطیع) چوبیس، اشعار کی تعداد دو سو اکتیس (۲۳۱)، حضور سرورِ کائنات ﷺ کے حضور مخمس کے اشعار کی تعداد اکہتر (۷۱) ہے ۔“مفسرؒ کے حالات زندگی ستیاب نہیں ہوئے۔“(16)

النور المبین والدر الثمین :

مفسر محمد صالح شاکرؒ نے تفسیر میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے یہ ہیں:

”ای خیر البشر ای سید انسان وجان ای در ونِ سینہ ات اسرار ربانی نہان
بردلت می آوردانوار وحی من ظہور بر فشان بر جملہ عالم از ھمان انوار نور
خواستم کاین منزل خاکی بتو گلشن کنم ظلمت آباد زمین از شمع تو روشن کنم
آنکہ رمزی زاں بود در کہیعص برکتاب پر زحکمت ہا مرا سوکند باد

والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین

اینکہ ہستی ای محمد از گروہ مرسلین لیک ممتاز ی بوصف رحمۃ للعلمین

پس مکن در کار تبلیغ دررسالت شک وریب خوان ہمہ عالم بسوی گلشن ایمان غیب"(17)

خصوصیاتِ تفسیر:

ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب اس منظوم فارسی تفسیر کے متعلق رقم طراز ہیں :

"اس منظوم تفسیر کی افادیت واہمیت بہت زیادہ ہے۔اشعار رواں اور توانا ہیں۔لطف بیان قابل توصیف ہے۔"(18)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ :

"بلوچستان کے فارسی شعراء میں صالح شاکر تنہا ایسا شاعر ہے جسے تفسیر لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔وہ اس منظوم تفسیر کو اپنے لئے توشہ ءآخرت تصور کرتے ہوئے گویا ہوتے ہے۔"

چشم را برپشت پامیدارم از شرم گناہ

در قیامت کن تو سین را برایم عذر خواہ

تفسیر کے آخر میں صالح محمد الشاکر اپنا مدعا مذکورہ بالا انداز میں بیان کر کے تفسیر کو اختتام تک پہنچادیتے ہیں۔

مولاناسید محمد یعقوبؒ:

بلوچستان میں جن حضرات علمائے کرام نے قرآن کریم کے تفسیری ادب میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں ان میں ایک مولاناسید محمد یعقوبؒ کا نام بھی قابلِ ذکر ہے۔ سوانح نگاروں نے ان کی سوانحِ حیات یوں لکھی ہے کہ:

مختصر سوانحی حالات:

"آپ کا اصل نام محمد یعقوب تھا، لیکن آپؒ اپنے علاقہ ضلع قلعہ عبداللہ میں مولوی لاجور کے نام سے زیادہ جانے پہچانے جاتے تھے۔آپؒ کی تاریخِ پیدائش دو شنبہ ۲۷ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء ہے۔"(19)

حصول علم:

"موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے ایک دینی مدرسہ سے حاصل کی۔مزید تعلیماتِ دینیہ کی تحصیل کے لئے آپ نے قندھار، کابل اور پشاور کا رخ کیا، جس کے بعد مزید تحصیلِ علم کے سلسلے میں ہندوستان چلے گئے ۔جہاں آپؒ نے نہ صرف برصغیر پاک وہند بلکہ عالمِ اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، جہاں آپؒ نے براہِ راست شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ سے فیض حاصل کیا، اس وقت برصغیرِ پاک ہند اور تحریک پاکستان کے عظیم محرک شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی زیرِ تعلیم تھے جو آپ کے ہم عمر اور ہم جماعت رہے ہیں اور آپ کی فراغت اور دستارِ فضیلت بیک وقت اور ایک ساتھ ہوئی، دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد آپؒ کی علمی پیاس صحیح طرح سے نہ بجھ سکی تو آپؒ نے دہلی کے معروف مدرسہ نعمانیہ میں داخلہ لیا، جہاں آپؒ نے مولانا فردل قندھاریؒ سے دوسری مرتبہ علمِ منطق کی بڑی کتابیں پڑھیں اور حکیم اجمل خان جیسے نامور طبیب سے علمِ

طب حاصل کیا۔"[20]

علمی ودرسی خدمات:

"بعد از فراغت بلوچستان کا رخ کر کے واپس اپنے وطن تشریف لائے،اپنے گاؤں کے قریب لاجور (ضلع قلعہ عبداللہ) تحصیل گلستان میں مدرسہ ضیاءالعلوم کی بنیاد رکھ کر اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے، جہاں آپؒ پچاس برس تک درس وتدریس سے وابسطہ رہے بلوچستان اور افغانستان سے کثیر تعداد میں طلباء تحصیل علم کے لئے یہاں آکر آپ کے علم سے مستفیض ہوتے رہے جس کی وجہ سے بعد ازاں مذکورہ علاقہ عوام وخواص میں چھوٹا دیوبند کے نام سے مشہور ومعروف ہوا،اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دینی ادارے (جو گاؤں منزکی (ضلع پشین) میں واقع تھا) کی صدارت بھی آپ کے ذمہ تھی جس میں اپنی خدمات وفرائض بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے،اور دو سال یہیں پڑھاتے رہے۔"[21]

تاریخِ وفات:

"ایک طویل عرصے سے درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے ہوئے، بالآخر دیوبند کا یہ روشن آفتاب ومہتاب (بروز دوشنبہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ /۱۹۵۲ء) کو اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا،آپ شریعت کے رہبر و پیرِ طریقت اورلی ء کامل تھے بیک وقت چاروں سلاسل (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ) خلیفہ ء مجاز تھے۔آج بھی سیکڑوں کی تعداد میں آپؒ کے تلامذہ پاکستان وافغانستان میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن میں آپ کے صاحزادے مولانا سید علاؤلدین،سید حاجی علی آغاؒ اور پوتوں میں مولانا محمد شعیب آغا، مولانا حضرت سید بدیع الدین آغا (جو کہ مدرسہ ضیاءالعلوم سپرہائی وے کراچی کے سرابرہ رہیں) دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔"[22]

تفسیر فتح المغنی علی تفسیر الحسینی (فارسی قلمی):

''بلوچستان میں تفسیری ادب کے حوالے سے فارسی زبان میں تفسیر بنامِ حسینی مولانا محمد یعقوبؒ کی لکھی ہوئی تفسیر ہے مفسرؒ چونکہ اپنے دور کے ایک بہترین محقق، مفسر، ادیب، شاعر، فلسفہ دان، موَرخ، ماہرِ فلکیات، ماہر ارضیات، ماہر علومِ ریاضی کے ساتھ ساتھ جملہ علومِ نقلیہ وعقلیہ کے ماہر تھے، جن کے بے شمار موضوعات پر قلمی نسخے بھی لکھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک قلمی نسخہ ہے جسے مولانا مفسرؒ نے اپنی حیات میں تحریر فرمایا تھا۔ بلوچستان میں تفسیر کے ادبی میدان میں یہ ایک خاص اضافہ ہے جبکہ اہل بلوچستان کے لئے اور اس کے ساتھ ساتھ فارسی زبان جاننے والوں کے لئے کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے بشرطیکہ اگر اسے طبع کیا جائے لیکن سوئے اتفاق سے آج تک یہ نسخہ اسی حالت میں ہے جس حال میں مفسرؒ اُسے لکھ کر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تھے۔''(23)

خصوصیاتِ تفسیر :

مولانا مفسرؒ کی تصنیفات وتالیفات میں جسے مرکزی حیثیت حاصل ہے، ان کی تفسیرِ حسینی بزبانِ فارسی ہے جو کہ مفسرؒ کی دینی خدمات میں ایک بڑی کاوش ہے، اور بلوچستان کی سطح پر قرآن کریم کے تفسیری ادب میں ایک عام اضافہ ہے جبکہ عامۃالناس کے لئے ایک خاص اضافہ ہے۔ جس کے مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

''تفسیر کا مکمل نام مفسرؒ نے ''فتح المغنی علی تفسیر الحسینی '' لکھا ہے جبکہ یہ زیادہ تر تفسیر حسینی کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ مکمل ایک جلد میں لکھی ہوئی فارسی تفسیر ہے جس میں مفسر نے کوشش کی ہے، کہ قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ لکھی ہیں اور نہ ہی کسی آیت کا ترجمہ کیا ہے بلکہ خالص تفسیر ہے، جو کہ ایک بنیادی حیثیت کی حامل تفسیر ہے جس میں مفسرؒ نے سیاہ سیاہی، گلابی رنگ اور سرخ رنگ

کی سیاہی استعمال کی ہے، کاغذ بہترین اور عمدہ ہے، جس میں جابجا ہر مضمون کے حوالے سے مفید نکات درج ہیں۔ تفسیر غیر مطبوعہ ہے۔ اندازِ تحریر خطِ نسخ میں ہے جبکہ اسلوب ایک منفرد حیثیت کا ہے۔ عام فہم فارسی زبان میں ہے جسے ہر فارسی فہم قاری پڑھ کر بآسانی سمجھ سکتا ہے۔"(24)

تفسیر سعادت الدارین علی تفسیر جلالین :

فارسی زبان میں قرآنِ حکیم کے تراجم وتفاسیر کے حوالے سے ایک نامکمل اور غیر مطبوعہ تفسیر مولانا محمد یعقوبؒ کی ہے۔ موصوفؒ نے (جلالین جو کہ مشہور و معروف تفسیر ہے اور آج کل دینی مدارس میں شامل نصاب ہے) کی عربی تفسیر لکھی ہے۔ تفسیر جلالین جسے امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام جلالدین محلیؒ نے لکھا ہے۔ اسی وجہ سے یہ تفسیر آج کی دنیا میں تفسیر جلالین کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر عبدالخالق مندوخیل صاحب رقم طراز ہیں:

"یہ مختصر تفسیری تعلیقات ہیں جو معروف ومتداول تفسیر جلالین کے غامض و مختصر مقامات کی شرح وتوضیح کے طور پر لکھی گئی ہے۔ جابجا تفصیل وتشریح سے کام لیا گیا ہے۔ ہر چند تفسیر جلالین کے متعدد شروح وحواشی موجود ہیں، تاہم زیر بحث تفسیر اور تشریحی حواشی بھی مفید علمی مطالب پر محیط ہیں۔"(25)

خصوصیاتِ تفسیر :

تفسیر جلالین کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

"زیرِ بحث تفسیر جو کہ موصوف مفسرؒ کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جس کی تعلیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسرؒ نے جلاین کی مکمل تفسیر نہیں لکھی صرف چند مقامات کی لکھی ہوئی تفسیر ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن جن مقامات کی تفسیر ہے اس پر سیرِ حاصل اور مفصل انداز میں شرح وبسط سے کام

کیا گیا ہے اور موصوفؒ نے جہاں جہاں مناسب سمجھا وہاں اس کے ساتھ تشریحی حواشی بھی لکھے ہیں جو کہ موصوفؒ کے گہرے علمی رتبے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔"(26)

دیگر تصنیفات :

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اپنے وقت کے نہ صرف ایک مترجم ومفسر قرآن تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دور کے ایک مایہ ناز محقق، محرر،اور دیگر علوم عقلیہ کے بہترین مرجع بھی تھے اپنی حیات میں موصوفؒ نے جو تصنیفات لکھی ہیں (جن میں کچھ مطبع اور اکثر غیر مطبع ہیں) مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فتح المغنی علی تفسیر الحسینی فارسی (قلمی نسخہ)۔

۲۔ تفسیر سعادۃ الدارین علی تفسیر جلالین (قلمی نسخہ)۔

۳۔ علمِ حساب۔

۴۔ علمِ موسیقی۔

۵۔ علمِ نجوم۔

۶۔ علمِ طریق رویت ھلال۔

۷۔ علمِ عرض وطول اقالیم۔

۸۔ بیان جدولِ ساعات نصف النہار۔

۹۔ شجرۂ نسب صوفیاء۔

۱۰۔ بیان بروج۔

۱۱۔ بیانِ مفکرہ درمیان قرون (جنتری)۔

۱۲۔بیانِ ساعاتِ نیک وبد۔

۱۳۔علمِ اصطلاحاتِ حدیث۔

۱۴۔علمِ جفر۔

۱۵۔بیانِ منازلِ قمر۔

۱۶۔ قاعدہ علمِ جہالتِ رجال الغیب۔

۱۷۔بیانِ خطِ استوی۔

۱۸۔اشکالِ اربعہ۔

۱۹۔اقسامِ قضایاموجھ۔

۲۰۔علمِ عروض۔

۲۱۔مرغوب القلوب(دیوانِ محمد یعقوب)۔

۲۲۔قرآن کی اقسام۔

۲۳۔ابیاتِ شطرنج۔

۲۴۔دعائے صبح وشام۔

۲۵۔التفصیل الخاتمی فی تحلیل الزکوۃ الہاشمی۔

۲۶۔شجرۂ سلسلہ نقشبندیہ۔

۲۷۔اقسام مصادر۔

۲۸۔تحقیق شب قدر۔

۲۹۔بیانِ زبرو بینات۔

۳۰۔ بیانِ وقوف ورموز۔

۳۱۔ ترجمہ کلمات ابجد۔

۳۲۔ جدول کلمات ابجد۔

۳۳۔ علم الجبرا۔

۳۴۔ معمیٰ (ذہنی آزمائش سے متعلق)۔

۳۵۔ باطنی حواسِ خمسہ۔

۳۶۔ الفاظِ ضاد اور ظا کی بحث۔

۳۷۔ نور الحقیقت فی طریق نقشبندیہ۔

۳۸۔ مناقبِ خلفائے راشدینؓ۔

۳۹۔ نعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (27)

فصل سوم: فارسی زبان میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

صوبہ بلوچستان برصغیرِ پاک وہند کاایک قدیم علمی خطہ ہے، جہاں اسلام کی کرنیں صحابہ ءکرامؓ کے ذریعے خیر القرون کے مبارک دور میں پہنچی ،یہ خطہ آغاز ہی سے پہلی صدی ہجری میں اسلام کے انوارات سے منور ہوا۔اس کے بعد صوبہ بلوچستان میں علمی اوراسلامی دور کاآغاز ہوا، جس کے نتیجے میں قرآن،علومِ قرآن، تفاسیر وتراجم کاایک طویل سلسلہ شروع ہواجو عصر حاضر تک جاری ہے اور آئندہ انشاءاللہ جاری وساری رہے گا۔ جس کے نتیجے میں اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں علمائے بلوچستان نے فارسی زبان میں تراجم وتفاسیر قرآنِ کریم کے حوالے سے بیش بہااور گراں قدر علمی، تفسیری وادبی کارہائے نیک (تراجمِ وتفاسیرِ قرآن)انجام دیں، چناں چہ دیگر زبانوں کی طرح پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں فارسی زبان میں بھی تراجم وتفاسیر قرآن کاایک قابلِ قدر علمی ذخیرہ سامنے آیا۔اس تناظر میں اگراس امر کاجائزہ لیاجائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس کی طرح سامنے آتی ہے کہ یہاں عربی ،پشتو، بلوچی، براہوئی،اردواور دیگر علاقائی زبانوں کے علاوہ فارسی زبان میں بھی متعدد تراجم وتفاسیرِ قرآنِ کریم مختلف علمی اسلوب میں لکھی اور شائع کی گئیں ہیں،اس ضمن میں اگرچہ عصر حاضر میں فارسی زبان کااستعمال یک دم زیرِاستعمال نہیں رہالیکن کسی دور میں اہلِ علم حضرات نے اسے ایک وسیلہ بنارکھا تھالہٰذادیگر زبانوں کی طرح بلوچستان میں جوجو فارسی تراجم وتفاسیر صوبہ بلوچستان میں جن علمائے کرام نے اسلامی دور کے مختلف ادوار میں فاسی زبان میں مختلف مناہج پر لکھی ہیں راقم الحروف کو دورانِ تحقیق قدیم فارسی زبان کے تفاسیر سامنے آئی ہیں جبکہ اس کے علاوہ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں فارسی زبان میں کچھ ایسی فارسی تفاسیر بھی ہیں جو کہ " بلوچستان میں بیسویں صدی میں فارسی زبان میں تفاسیر "سے مطابقت رکھتے ہیں ان میں مولانا محمد صالح الشاکرؒ کی فارسی تفسیر "النور المبین والدر الثمین "،مولانا محمد یعقوبؒ کی فارسی تفسیر "فتح المغنی علی تفسیر الحسینی (قلمی)اور تفسیر سعادت الدارین علی تفسیر جلالین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

﴿حواشی وحوالہ جات باب چہارم﴾

(1) ابونصر، سیف الدین،(م ۵۴۰ھ) تفسیر زاہدی فارسی،۵۱۹ھ، مطبوعہ، ۱۴۲۴ھ، شعبہ ء نشر واشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی۔

(2) جمیل نقوی،اردو تفاسیر (کتابیات) مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۲، ص ۱۸ ۔

(3) سیرت طیبہ ﷺ سے رہنمائی اکیسویں صدی میں، سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ) ۲۰۰۱ء، ص ۱۳تا ۱۴۔

(4) ایضاص ۱۴۔

(5) محولہ بالا ایضاً، ص ۱۴۔

(6) براہوئی، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، بلوچستان میں دینی ادب (مخطوطہ) ۱۹۸۷ء ا/ ۷۳۔

(7) ایضاًص ۷۳۔

(8) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو، ط دوم ۱۹۹۴ء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۵۹۷تا ۵۹۸ ۔

(9) ایضاًص ۵۹۸۔

(10) ایضاًص ۵۹۸۔

(11) ایضاص ۵۹۸۔

(12) ایضاًص ۵۹۸۔

(13) راقم الحروف کو تحقیقی دورے بھاگ ناڑی بولان پر قاضی محمد انوار صاحب نے زیر دستخطی خط فراہم کیا بتاریخ ۱۷۔۰۵۔۰۱۔ جو بحق محقق محفوظ ہے۔

(14) ملاجیون، محمد علی ابن محمد یعقوبؒ، تفسیر حسینی، جلد اول، لائبریری دارالعلوم بھاگ ناڑی بولان، (بلوچستان) ص ۲۔

(15) ایضاً ص ۲۔

(16) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں، ص ۲۲۴۔

(17) محولہ بالا ایضاً ص ۲۲۴۔

(18) ایضاً ص ۲۲۴۔

(19) ایضاً ص ۲۲۴۔

(20) ایضاً ص ۲۲۴۔

(21) ایضاً ص ۲۲۴۔

(22) ایضاً ص ۳۱۔

(23) سید، بدیع الدین، مولانا، مدرسہ ضیاء العلوم یعقوبیہ، سپر ہائی وے، لائبریری، کراچی۔

(24) ایضاً ۔

(25) مندوخیل، عبدالخالق، مولانا، علماء بلوچستان کے فقہی آثار کا جائزہ انیسویں و بیسویں صدی میں، جام شورو یونیورسٹی آف سندھ، ص ۳۴۔

(26) ایضاً ص ۳۴۔

(27) عبدالمالک، سید، ڈاکٹر، مولانا محمد یعقوبؒ کی علمی وادبی خدمات ایم اے عربی تھیسس، جامعہ پنجاب، شعبہ عربی لائبریری، لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۳۰۔

۵

باب پنجم

بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں قرآن کے تراجم وتفاسیر

- فصل اول: دیگر علاقائی زبانوں میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن
- فصل دوم: دیگر علاقائی زبانوں میں بیسویں صدی کی تفاسیر
- فصل سوم: دیگر علاقائی زبانوں میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

باب پنجم: بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں قرآن کے تراجم وتفاسیر

تمہید

پاکستان کا صوبہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔اس کی سرحدیں پنجاب، سندھ سے ملتی ہیں جس کی وجہ سے یہاں پر ہمیں پنجابی اور سندھی بولنے والوں کی کثیر آبادی بھی ملتی ہے اس کے علاوہ بلوچی، براہوئی اور پشتو یہاں کی مقامی زبانیں ہیں ان زبانوں میں جو جو تراجم یا تفاسیر لکھی گئی ہیں ان کا مفصل بیان مذکورہ زبانوں کے ابواب میں تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے جبکہ اردو زبان قومی اور عربی زبان یہاں کے اہلِ علم حضرات کے درمیان ایک علمی وسیلہ وذریعہ ہے۔اس طرح یہاں کی علمی وادبی شخصیات میں جن حضرات نے اردو، عربی اور دیگر علاقائی زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم و تفاسیر لکھی ہیں اس میں خاص طور پر حاجی محمد عمر بلوچ صاحب کا ہفت زبان قرآن کیا ہوا ترجمہ جو کہ (اردو، فارسی، بلوچی، پشتو، براہوئی اور پنجابی)سات زبانوں میں لکھا ہوا ترجمہ قرآن ہے خاص اہمیت کا حامل ترجمہ ہے کا ذکر ہو گا۔اسی طرح عربی اور اردو زبان میں جو کام ہوا ہے ان کا ذکر باب پنجم میں مختلف علاقائی زبانوں کے ضمن میں قرآنیات پر کیا ہوا کام سے متعلق مفصل ذکر کیا جائے گا جس میں پہلے اردو زبان میں تراجم وتفاسیر اس کے بعد سات زبانوں والے قرآن اور اسی طرح بعد ازاں عربی زبان میں جو تراجم وتفاسیر جن اہلِ علم نے لکھی ہیں ان کے متعلق قدیم وجدید مصادر ومآخذ، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب، مخطوطات اور قلمی نسخوں کے مستند حوالہ جات کے ساتھ مفصل انداز میں حوالہء قرطاس کیا جارہا ہے، جس کی تفصیل مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ درج ذیل ہے۔

بلوچستان میں اردو زبان میں تراجم قرآن

بلوچستان میں مختلف زبانوں اور زمانوں میں قرآن کریم کے مختلف تراجم و تفاسیر کے حوالہ سے جو جو کام ہوا ہے ان میں ایک اردو زبان بھی ہے چونکہ یہ زبان پاکستان کی قومی زبان ہے اور پاکستانی باشندگان کے درمیان رابطہ کا ایک اہم اور خاص ذریعہ ہے۔ جس کے ذریعہ بلوچستان میں موجود پشتون، براہوئی، بلوچ اور دیگر قومیں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہیں۔ ایسے ہی یہ زبان زندگی کے ہر شعبہ سے وابستہ افراد مثلاً مدارسِ دینیہ، دعوت و تبلیغ، تعلیمی ادارے، سرکاری ادارے وغیرہ سب میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ اردو بنیادی طور پر ایک لشکری زبان ہے جو کہ ہمیشہ اپنے لیے خود راستہ ہموار کرتی نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب سے عرب فاتحین کے ذریعہ سے اسلام چار دانگِ عالم میں پھیلا اس کے ساتھ ہی صوبہ ءبلوچستان (جو برصغیر میں سب سے پہلے آفتابِ اسلام کی ضیاء باریوں سے منور ہوا) اردو زبان سے کیونکر بے بہرہ ہو سکتا تھا؟ جبکہ یہ بات ضرور تھی کہ جب سلطنتِ دہلی کی گرفت برصغیر پر مضبوط و موثر تھی یا خوانینِ قلات اپنی داخلی اور خارجی پالیسی میں آزاد تھے اور ان کے ماہتابِ اقتدار و اختیار پر کسی قسم کے گرہن کا کوئی اثر نہ تھا اس وقت تک خوانینِ قلات کی ریاست میں فارسی زبان کا چرچا پورے آب و تاب کے ساتھ نافذ العمل تھا۔ جبکہ ریاست کی عوام میں اپنی اپنی مقامی بولیاں بولی اور سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن جونہی برصغیر انگریز سامراج کے ناپاک شکنجوں میں آیا مذکورہ خطے کے تمام مسلمان ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور ہو گئے، اس طرح انہیں ایک دوسرے سے وابستگی اور پیوستگی کا احساس ہونے لگا۔ غرض اس طرح انگریز کی آمد کے ساتھ ہی وقت کے شعراء و ادباء فوراً اردو زبان کی طرف متوجہ ہونے لگے اس لیے کہ یہی برصغیر کے مسلمانوں کی ملی وحدت کا مظہر اور ان کے ربطِ باہمی کی ضامن تھی۔

اہلِ بلوچستان کے لیے اردو زبان کی طرف مائل ہونا صرف اس زبان کے اساسی مزاج ہی کے باعث آسان نہ تھا بلکہ خود اہلِ بلوچستان کا مزاج بھی لسانی تغیر کے لیے برصغیر میں سب سے زیادہ موزوں تھا۔ یہ خصوصیت صرف اسی خطے کو حاصل تھی کہ یہ لوگ بیک وقت ذوالِلسان تھے۔ قلات ڈویژن میں اکثر لوگ بلوچی و براہوئی زبان پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ مغربی بلوچستان میں بلوچی اور اور پشتو زبان بولنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ جنوبی و مشرقی بلوچستان میں سندھی اور براہوئی دونوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ شمالی و مشرقی بلوچستان میں سرائیکی، بلوچی اور پشتو زبانیں بولی جاتی

ہیں اور کوئٹہ جو صوبہ بلوچستان کا مرکزی شہر ہے مختلف اللسانی تنوع کا ایک دلچسپ اور حیرت انگیز منظر پیش کرتا ہے جس ہیں بلوچی، براہوئی، پشتو کے علاوہ فارسی، اردو، سرائیکی اور پنجابی زبانیں بولنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ملتی ہے اس طرح ہر فرد تقریباً تین تین یا چار چار زبانیں بآسانی بول سکتا ہے۔

اہلِ بلوچستان کی یہ کثیر اللسانی انہیں دیگر اہلِ پاکستان سے ممتاز کرتی ہے، اور یہیں ان کی ذہنی اپج اور ذہانت کی مظہر ہے وہاں پاکستان جیسے مختلف اللسان (multi Languages) ملک میں ان کی اہمیت کی غماز بھی ہے، لہٰذا اہلِ بلوچستان کے لیے اردو زبان اپنا لینا کسی طرح مشکل نہ تھا چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں تو ملا محمد حسن (جو کہ بلوچستان سے تعلق رکھتے تھے) نے نہایت ہی روانی سے اردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا حالانکہ اس دور میں بلوچستان کی سطح پر کسی تدریسی اسکول کا پتہ بھی تاریخ کے تناظر میں نہیں ملتا ہے گو وہ زبان آج خاصی حد تک متروک ہو چکی ہے، الفاظ و تراکیب اور پیرایہ ہائے بیان بدل چکے ہیں لیکن انہوں نے جو اردو زبان لکھی ہے وہی مزاج دیگر اردو شعراء و ادباء کے ہاں بھی ملتا ہے۔ تاہم اس طرح قیامِ پاکستان ہی سے باقاعدہ اردو زبان کی ترویج کا آغاز ہوا۔ یوں بلوچستان ہیں باقاعدہ دفتری مسودات و مراسلات، صحافت، درس وتدریس، تحریکاتِ آزادی، ادبی انجمنیں و مشاعرے، لسانی عوامل، تصنیف وتالیف، نثر نگاری اور سرکاری خطوط وغیرہ کو رفتہ رفتہ پروان ملتا رہا۔ یہاں تک کہ اُردو زبان آج باقاعدہ قومی مقتدرہ زبان کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ بہر حال ہمارے موضوع کا تعلق بلوچستان میں مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم اور تفاسیر سے ہے، اس سلسلے میں اردو زبان میں قرآن کریم کے جو جو تراجم یا تفاسیر مذکورہ قومی زبان میں لکھے گئے ہیں ان کا تحقیقی و علمی جائزہ درج ذیل ہیں۔

عبدالرحمن غورؒ کا اردو ترجمہءقرآن:

بلوچستان میں اردو زبان میں تراجمِ قرآن میں اس وقت کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلا اردو ترجمہ عبدالرحمن غورؒ کا ہے۔ جس پر سنِ اشاعت وغیرہ تحریر نہیں ہے، البتہ اس کی قیمت سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ قدیم زمانہ کا اردو ترجمہءقران ہے جسے اگر صوبہ بلوچستان میں اولین اردو ترجمہءقرآن تصور کیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ مترجم کی حالاتِ زندگی سے متعلق مزید کچھ معلومات کا اندازہ نہیں۔ قرآنِ کریم کے اس قدیم ترجمہ سے متعلق ابتدائی معلومات ملاحظہ ہو:

حکمت کے موتی :

مرتبہ عبدالرحمن غور شائع کردہ ادارۂ ادب سبی (کوئٹہ)، مطبوعہ اسلامیہ پریس کوئٹہ، قیمت چار آنے۔

یہ اردو ترجمہ سولہ صفحات کا پمفلٹ قرآنِ کریم کی یک صد آیاتِ حکمت بمعہ اردو ترجمہ پر مبنی ہے،ان آیات میں معاشرت دینوی اور حکمتِ عملی کے اصول و قواعد بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً

"١۔ دشمن کی پہچان: تمھاری راحت کے وقت جس سے آثارِ کدروت ظاہر ہو اور مصیبت کے وقت آثارِ مسّرت،اس کو دشمن جانو۔

٢۔امید اور عمل: ہر مطلب کی کامیابی کی امید اس وقت ہو گی جب وہ سلسلہ اختیار کیا جائے جو اس کے حصول کے لیے بنایا گیا ہے۔

٣۔شریف کی پہچان:انسان کے اندر شعوب اور قبائل صرف تعارف کے لیے بنائے گئے ہیں ۔حقیقت میں شریف وہ ہے جس کے افعال شریفانہ ہیں۔

٤۔عالمِ بے عمل: بے عمل علم کے سینہ میں علم کا ذخیرہ ہونا ایسا ہے جیسے گدھے کی پیٹھ پر کتابوں کا لدا ہونا۔

٥۔احسان کا بدلہ:احسان کا بدلہ احسان ہی ہونا چاہیئے۔

٦۔عاقل کا رویہ: عاقل ہر طرح کی بات سنتا ہے مگر اختیار اسی کو کرتا ہے جو ان میں اچھی ہوتی ہے۔"(1)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب اس کے متعلق لکھتے رقم طراز ہیں :

"آیات کے ساتھ مرتّب نے قرآنِ مجید سے حوالے دیکر پمفلٹ کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے ان

آیات کی روشنی میں دینی اور دنیوی مسائل کا حل بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ کاش! ایسے مفید پمفلٹوں کا سلسلہ جاری رہتا۔"(2)

مذکورہ بالا ترجمہ کے قرائن اور موصوف کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اردو ترجمہ بلوچستان کی سطح پر سب سے اولین اردو ترجمہ قرآن ہے، جس کا اندازِ بیان اور اسلوب نہایت پر مغز اور جامع ہے جس کی تحریر سے یہ بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہلِ بلوچستان زمانہء قدیم سے اردو زبان کے ساتھ نہ صرف واقفیت رکھتے تھے، بلکہ اس کے ساتھ دلی محبت وشناسائی بھی رکھتے تھے۔

فصلِ اول: دیگر علاقائی زبانوں میں بیسویں صدی کے منتخب تراجمِ قرآن

قاری عبدالواحد اور اردو ترجمہ قرآن:

قاری عبدالواحدؒ کی حالاتِ زندگی مکمل طور پر دستیاب نہ ہوسکی البتہ سوانح نگاروں نے کچھ یوں لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

مختلف سوانح نگاروں نے مترجم کا نام اور جائے پیدائش سے متعلق اس طرح سے لکھا ہے:

> ''عبدالوحد ابن سفر خان لکھا ہے۔اور آپ کا تعلق پتکی گر گینہ گردگاپ ضلع مستونگ بلوچستان سے ہے۔جائے پیدائش،تاریخ پیدائش اور آپ کی زندگی کے متعلق ابتدائی معلومات میسر نہ ہوسکیں۔''(3)

درس وتدریس:

موصوفؒ نے کہاں سے علمِ حاصل کیا ہے اس کے متعلق بھی کوئی خاص بات سوانح نگاروں نے کچھ نہیں لکھی ہے صرف آپ کی تدریسی زندگی کے متعلق یوں لکھا ہے:

> ''آپ مذکورہ علاقہ میں ہی ایک اسلامی درسگاہ ''مدرسہ دارالہدیٰ ''(جو کہ مولانا یعقوب شرودی صاحبؒ کا قائم کردہ دینی ادارہ تھا) سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔۱۹۷۴ء میں مولانا محمد یعقوبؒ نے کوئٹہ آکر اسلامی مدرسہ ''جامعہ رشدیہ ''کی بنیاد ڈالی اور ''مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ ''کا انتظام وانصرام آپ کے حوالے کیا۔''(4)

مذکورہ بالا سیاق و سباق سے اس بات کی مزید وضاحت ہوتی ہے کہ مترجم ومفسرؒ بیسویں صدی میں اپنے وقت کے ایک جید عالم فاضل تھے جنہوں نے مذکورہ ادارہ سے تربیت حاصل کر کے قرآن کریم کا اردو ترجمہ و تفسیر لکھی ہے جو کہ نہ صرف بلوچستان میں تراجم و تفاسیرِ قرآن کے حوالے سے ایک بیش بہا کام ہے بلکہ بلوچستان میں تفسیر ی ادب کے میدان میں عمومی طور پر اور اردو زبان میں خاص طور پر اضافہ بھی ہے۔

قرآن حکیم کی ایک سو چودہ سورتوں کا خلاصہ (اردو ترجمہ) کی خصوصیات:

مترجمؒ کا قرآن کریم کی مکمل اور تمام سورتوں کا بزبانِ اردو خلاصہ بلوچستان میں اردو تراجم اور تفاسیر کے ضمن میں مترجم کی جانب سے ایک خاص اور اہم کاوش ہے۔ یہ ترجمہ بلوچستان میں اردو زبان بولنے والوں کے لئے ایک خاص اور نادر تحفہ ہے۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مترجم موصوفؒ اپنے عصر کے بہترین اردو دان بھی تھے۔

قرآن حکیم کے اس ترجمہ اور خلاصہ کس منہج پر لکھا گیا ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ :

اس کے سرورق کی پہلی دو سطروں میں قرآنِ حکیم کی ایک آیت مبارکہ اور تاریخ اس طرح لکھی ہوئی ہے ملاحظہ ہو:

﴿ وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٖ ﴾ (5)

ترجمہ: ''اور ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا''۔

مورخہ ۴ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ بمطابق ۲۲ اپریل ۱۹۶۹ء۔''(6)

اس کے بارے میں موصوف بقلمِ خود کتابچہ کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ :

''مسلمانو! قرآن کریم کوئی معمولی کتاب نہیں ہے۔ قرآن کریم بہت ہی عظمت اور شان والی کتاب ہے۔ قرآن کریم نور ہے اور ہدایت ہے۔ تمام خیر اور برکتوں سے بھرپور کتاب اور رہبرِ اعظم ہے۔ تمام صحائف اور کتبِ سماویہ کا نچوڑ اور مغز ہے۔ قرآن کریم ایک انقلابی کتاب ہے۔ تمہیں سوچ اور فکر کی

دعوت دینے اور تمھارے اندر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے کے لئے آئی ہے۔اور تمھیں شہنشاہِ ارض وسماء کے پیغامات سنانے آئی ہے۔ مسلمانو! اٹھو اپنے اندر انابت اور عشق ومحبت پیدا کر کے قرآن کریم کے لائے ہوئے پیغامات کو سنو۔ان پر سوچ اور فکر کرو اور ان کو اپناؤ۔اس انقلابی کتاب کے تابع ہو کر انقلابی بنو اور اپنے عقیدہ اور اعمال کو ٹھیک کرو اور پورے ملک میں قرآنی انقلاب پیدا کر کے قران کریم کو اپنانے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے سامان پیدا کرو۔"

مترجم کے قرآن کریم کے اس خلاصہ سے متعلق چند نمونے کچھ اس طرح سے ہیں کہ :

سورۂ فاتحہ کا خلاصہ:

"یوں کہا کرو کہ اے اللہ تمام حاجات میں تجھی کو پکاریں گے اور تجھی سے امداد طلب کریں گے"[7]

سورۂ رحمٰن کا خلاصہ:

"جب سب کچھ اندازے کے ساتھ پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے تو برکات دہندہ بھی اسی کو سمجھو"[8]

سورۂ نصر کا خلاصہ:

"جب میری خاطر مشرکین سے بائیکاٹ کرو گے تو تمھاری امداد کروں گا۔"[9]

مترجمؒ کے انداز بیان اور اسلوب سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ ترجمہ اور تفسیرِ عام فہم اور آسان اردو زبان میں تحریر ہے جس کو پڑھ کر عام قاری بآسانی اس کے مفاہیم کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے۔مترجم کا لہجہ پاکستان میں بولی جانے والی عام فہم اردو زبان ہے۔قرآن پاک ایک کنارے پر قرآنی آیات اور رکوع نمبر درج ہے۔اردو کے اس ترجمہ کا ایک نسخہ بلوچی اکیڈمی کوئٹہ میں محفوظ ہے۔

سورۂ مرسلات کا ترجمہ یوں درج ہے:

(شروع) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

''قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش لگتی۔ پھر جھونکا دینے والیوں کی زور پکڑ کر۔ پھر

(بادل کو) ابھارنے والیوں کی اٹھا کر۔

پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر۔ پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو نصیحت اتار لاتے ہیں۔ الزام اتارنے یا

ڈرانے کے لئے۔

بے شک جو تم سے وعدہ ہوا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے۔ سو جب ستارے مٹائے جائیں۔ اور جب

آسمان میں سوارخ ہو جائیں۔

اور جب پہاڑ اڑائے جائیں۔ اور جب سب رسول وقت مقرر پر لائے جائیں۔ کس دن کے واسطے ان

چیزوں میں دیر ہے؟

جدائی کے دن کے لئے۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ جدائی کا دن کیا ہے۔''؟[10]

مولانا عبدالعزیزؒ (۱۹۲۴ء۔۱۹۷۳ء)، اردو ترجمہ قرآن تفسیر احکام الجصاص اور اردو تفسیر فی ظلال القرآن:

مختصر سوانحی حالات:

مولانا عبدالعزیزؒ جنہیں بلوچستان کی سطح پر تراجمِ قرآن کریم کی وجہ سے خاصی شہرت حاصل ہے موصوفؒ اپنے دور کے ایک بہترین محقق، مدبر اور ادیب تھے سوانح نگار پروفیسر عبدالخالق نے آپ کی حالاتِ زندگی کچھ اس طرح قلم بند کی ہے:

''مولانا عبدالعزیزؒ ۱۹۲۴ء میں بالاکوٹ (صوبہ خیبر پختونخواہ) کے قریبی گاؤں ملوکڑہ میں مولوی

صدیق اللہؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔''[11]

حصولِ علم:

موصوف نے جہاں سے علم حاصل کیا ہے ان کی تفصیل اس طرح سے ہے:

''موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، بعد ازاں تحصیلِ علم کے لئے ہندوستان کے عملی مراکز کی طرف عازمِ سفر ہوئے، جہاں موصوف نے مدرسہ عالیہ رام پور (ہند) سے درسِ نظامی کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ رام پور میں مولانا موصوفؒ نے عربی ادبیات کے ماہر استاد مولانا محمد علیؒ ادیب، علومِ حدیث کے استاد مولانا عبدالدائمؒ اور فلسفہ وکلام کے استاد مولانا عبدالحق رام پوریؒ سے اخذِ علم اور اکتسابِ فیض کیا۔ جس کے بعد موصوفؒ نے بریلی میں مولانا محمد یٰسینؒ جبکہ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سندِ حدیث حاصل کی۔''(12)

تدریس کا آغاز: بعد از فراغت موصوف کا تدریسی آغاز:

''تکمیلِ علم کے بعد رام پور کے مدرسہ انوار العلوم میں مدرس مقرر ہوئے جہاں مولانا موصوف نے فلسفہ وریاضی کے استاد کی حیثیت سے شہرت پائی۔ اور یہیں کے علمی ماحول نے موصوفؒ کے ذوقِ مطالعہ کو چار چاند لگا دیئے اسی ذوقِ مطالعہ نے موصوف کو علم کی اوجِ کمال تک پہنچا دیا تھا، اور یہیں پر مولانا مودودیؒ کے ترجمان القرآن اور ان کی دیگر کتب وتصنیفات کا مطالعہ کر کے (جس کی وجہ سے آپ مولانا مودودیؒ کے علمی قابلیت سے متاثر ہوئے) تو برملا فرمایا کہ:

''دین کی اصل روح میں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتابوں سے حاصل کی ہے۔''(13)

وطن واپسی :

موصوفؒ ہند میں درس تدریس سے خوب جی بھر کر واپس اپنے آبائی علاقہ بالا کوٹ تشریف لائے جہاں سے آپؒ مستقل طور پر صوبہ بلوچستان کے کوئٹہ شہر منتقل ہوئے اور یہاں آپ کے صاحبزادہ مولانا عطاء الرحمن صاحب ادارے کی خدمات سنبھالے ہوئے تھے۔

''مولانا عبدالعزیزؒ ۱۹۴۲ء میں ہندوستان سے واپس اپنے آبائی وطن بالا کوٹ تشریف لائے، جبکہ ۱۹۴۴ء میں اپنے آبائی علاقہ کو بھی خیرِ باد کہہ کر کوئٹہ بلوچستان میں مقیم ہوئے تو یہاں موصوف نے مدرسہ مطلع العلوم میں علومِ دینیہ کی تدریس اختیار کی۔بعد ازاں اسلامیہ ہائی اسکول (کوئٹہ)میں اسلامیات کے استاد تعینات ہوئے جہاں ۱۹۵۳ء تک تدریسی خدمات انجام دیں،اور ۱۹۵۳ء میں کوئٹہ شہر ہی میں چمن پھاٹک کوئٹہ سے متصل مدرسہ دارالرشاد قائم کیا جہاں آپؒ تادمِ حیات دینی علوم کی تدریس کے ہنگامے بپا کئے رکھے۔''(14)

دیگر خدمات:

مولانا موصوفؒ جہاں ایک بہترین مقرر اور خطیب تھے وہاں ایک بہترین واعظ، مصنف اور سیاست دان بھی تھے آپ کی خدمات درج ذیل ہیں:

''موصوفؒ نے درس،وعظ وارشاد اور تحقیق وتصنیف کے علاوہ عملاً سیاسی میدان میں بھی اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ایک عرصہ دراز تک جماعتِ اسلامی بلوچستان کے امیر رہے ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۳ء ادارہ معارفِ اسلامی کراچی کے علمی رکن رہے۔جہاں ترجمہ، تحقیق اور تصنیف وتالیف کا کام کیا۔''(15)

دیگر تصنیفات :

اس سلسلے میں آپ کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔احکام القرآن ابو بکر جصاصؒ۔اردو ترجمہ (غیرہ مطبوعہ ناپید)

۲۔ تفسیر فی ظلال القرآن۔ سید قطب منتخب حصوں کا اردو ترجمہ (مطبوعہ)

۳۔ قرآن اور دعوتِ انقلاب۔ سید قطب ترجمہ مولانا عبدالعزیزؒ (مطبوعہ)

۴۔ ماہنامہ سبیل الرشاد۔ (صرف دو شمارے شائع ہوئے)

۵۔ جسٹس عبدالغنی کمیشن کے استفسارات کے جوابات۔ (غیر مطبوعہ)

۶۔ سوشلزم اور دین و مذہب۔ (مطبوعہ)۔ [16]

اردو ترجمہ قرآن، احکام القرآن للجصاصؒ:

بلوچستان میں قرآنِ حکیم کے اردو تراجم اور تفاسیر میں اب تک جتنا کام ہوا ہے۔ ان اردو تراجم اور تفاسیر میں ایک تفسیر عربی "احکام القرآن" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس کے مؤلف امام ابو بکر احمد بن الرازی الجصاصؒ ہیں مسلکاً حنفی تھے۔ اور اہلِ علم طبقہ میں احناف ہیں سب سے زیادہ معتمد تفسیر تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا اردو زبان میں ترجمہ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے کیا ہے۔

مختصر سوانحی حالات:

"أحمد بن علي أبوبكر الرازي: كان إمام الحنفية في عصره، أخذعن أبي سهل الزجاج، وعن أبي الحسن الكرخي، عن أبي سعيد البردعي، عن موسى بن نصر الرازى، عن محمد، واستقر التدريس له ببغداد وانتهت الرحلة إليه، وكان على طريق الكرخي في الورع الزهد، وبه انتفع، وعليه تخرج، وله تصانيف منها أحكام القرآن وشرح الأسماء الحسنىٰ، وأدب القضاء، مات سابع ذى الحجة سنة سبعين وثلثمائة، وكان مولده ببغداد سنة خمس وثلثمائة۔"[17]

ترجمہ: "احمد بن علی ابو بکر الرازیؒ مسلکاً حنفی تھے۔ انھوں نے اپنے دور میں ابو سہل الزجاج، ابوالحسن الکرخی، ابو سعید البردعی، موسیٰ بن نصر الرازی اور محمدؒ وغیرہ سے علم حاصل کیا اور بغداد

میں درس تدریس کے لیے قیام فرمایااور اس طرح اپنے اسفار کا اختتام کر کے کرخیؒ کی طرح صاحبِ ورع و زہد اور امام ابو بکر الرازیؒ کئی تصانیف کے مؤلف تھے جن میں سے احکام القرآن، شرح الاسماء الحسنیٰ اور ادب الاقضاء ہیں۔ موصوفؒ کا انتقال سات ذی الحجہ ۳۷۰ھ میں ہوئی اور بغداد میں ۳۰۵ میں پیدا ہوئے تھے۔"

"تفسیر احکام القرآن جس کے مفسر امام ابو بکر الرازیؒ ہیں احناف کے مفسرین میں ایک ممتاز مقام اور رتبہ ہے اس کا اردو زبان میں ترجمہ مولانا عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے جو کہ غیر مطبعہ ہے اور امتدادِ زمانہ کی وجہ سے آج کل یہ تفسیر ناپید بھی ہے۔"(18)

سید قطب شہیدؒ (۱۹۰۳ء- ۱۹۶۶ء):

سید قطب شہیدؒ کا شمار امتِ مسلمہ کی ان ان چند برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے تاریک ادوار میں روشنی کے چراغ جلائے اور اسلامی نظامِ زندگی کی کھیتی کو اپنے خون سے سینچا۔ موصوفؒ کے متعلق سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

"سید قطبؒ ۱۹۰۳ء میں مصر کے ایک صوبہ "اسیوط" کے ایک گاؤں "موشاء" میں پیدا ہوئے والد کا نام حاجی قطب ابراہیم اور والدہ کا نام فاطمہ حسین عثمان تھا دونوں عربی النسل تھے اور موصوف اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔"(19)

ابتدائی تعلیم:

موصوفؒ نے جس تعلیمی اداروں سے حاصل کی ان کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

"آپ نے ثانوی تعلیم "تجہیزیہ دارالعلوم" نامی ایک اسکول میں حاصل کی اس اسکول میں طلباء کو دارالعلوم میں داخلہ کے لیے تیار کیا جاتا تھا وہاں سے فارغ ہو کر آپؒ ۱۹۲۹ء میں قاہرہ کے دارالعلوم میں

داخل ہوئے ۱۹۳۳ء میں آپ نے بی اے کیا اس کے بعد ڈپلومہ ان ایجوکیشن کیا تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے محکمہ تعلیم میں بحیثیت انسپکٹر تعلیم ملازمت اختیار کر لی اور ۱۹۵۲ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔"[20]

سیاسی حالات:

سید قطبؒ نہ صرف ایک مفسر تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے مدبر سیاستدان بھی تھے آپ کی سیاسی حالاتِ زندگی درج ذیل ہے:

"دورانِ گورنمنٹ سروس ۱۹۵۴ء میں موصوفؒ تنظیم "اخوان المسلمون سے متعارف ہوئے۔ اور ۲ جولائی ۱۹۵۴ء میں آپ کو اخوان المسلون کے شعبہ نشر واشاعت نے "اخبار الاخوان المسلمون" کا ایڈیٹر مقرر کیا شہیدِ اسلام سید قطبؒ ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک جیل میں رہے اور مرحوم عبدالسلام عارف صدر عراق کی کوشش سے رہا ہوئے رہائی پاتے ہی پوری دنیا کے نوجوانوں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کا لٹریچر جنگل میں آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیلنے لگا۔ چنانچہ لادین مغرب پرست کیمونسٹ اور سوشلسٹ عناصر چیخ اٹھے اور بیک وقت ماسکو اور واشنگٹن سے ان کے خلاف سازشیں ہونے لگیں۔ چنانچہ آپ کو ایک سال بعد ۱۹۶۵ء میں دوبارہ گرفتار کیا گیا اور گرفتاری کے ٹھیک ایک سال بعد ۲۹ اگست ۱۹۶۶ء کو آپ کو شہید کر دیا گیا۔"[21]

خصوصیاتِ تفسیر:

تفسیر فی ظلال القرآن کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

"فی ظلال القرآن میں علمی موشگافیوں اور فقہی باریکیوں سے ہٹ کر قرآن پاک کے اصل مقصد اور دعوتی رنگ کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے لیے جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ سید ہی کا حصہ ہے اور اسے بلاشبہ

الہامی زبان کہاجاسکتا ہے۔اپنے اس رنگ میں یقینا یہ ممتاز ترین تفسیر ہے۔ تفسیر فی ظلال القرآن قرآنی اور انقلابی اندازِ بیان میں ہے۔ یہ اختلافی مسائل اور اسرائیلیات سے خالی اسلام کا جامع تصور لیے ہوئے ہے اس کے احیاء کا طریقہ کار نمایاں کرتی ہے غرض اخلاص، روحِ ایمان، عملِ صالح اور دعوتِ انقلاب اس کی نمایاں خصوصیات ہیں۔"(22)

اردو تفسیر فی ظلال القرآن (منتخب حصوں کا اردو ترجمہ):

"بلوچستان میں بیسویں صدی عیسویں میں قرآنِ کریم کے تراجم کے حوالے سے اردو زبان میں تفسیر فی ظلال القرآن کا اردو ترجمہ مولانا عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے جو کہ غیر مطبوعہ اور ناپید ہے جبکہ یہ ترجمہ قرآنِ کریم کے چند منتخب حصوں کا اردو ترجمہ ہے اس بات کا بات نہیں ہو سکا کہ کن کن سورتوں کا اردو ترجمہ ہے اور کیا اسلوب واندازِ بیان ہے۔"(23)

مولانا حافظ حسین احمد شرودی (۱۹۵۳ء) حیات اور اردو ترجمہ تفسیر کشف القرآن:

مولانا حافظ حسین احمد شرودی براہوئی تفسیر کشف القرآن کے اردو میں ترجمہ شدہ تفسیر کے مقدمہ میں اپنی حالاتِ زندگی یوں لکھتے ہیں کہ:

مختصر حالاتِ زندگی:

مولانا حسین احمد شرودی صاحب کا کی تاریخ وجائے پیدائش درج ذیل ہے:

"نام مولانا حسین احمد شرودی والد کا نام مولانا محمد یعقوب شرودی مستونگ کے علاقہ پنگی کی سب تحصیل کردگاپ ضلع مستونگ بلوچستان پاکستان میں ۱۹۵۳ء کو پیدا ہوئے۔" (24)

حصولِ علم:

حصولِ علم کے لیے جن دینی وعلمی درسگاہوں کا رخ کیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

"موصوف مترجم نے ابتدائی تعلیم آبائی علاقے میں اپنے دادا مولانا فتح محمدؒ کے قائم کردہ مدرسہ دارالہدیٰ میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۶ء تک مستونگ سے حاصل کی، اس کے بعد مزید دینی تعلیم کے لئے کوئٹہ شہر میں واقع دینی ادارہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ (جس کے مہتمم مولانا حافظ حسین احمد صاحب ہے) سے حاصل کی، جس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدرسہ اشرفیہ سکھر چلے گئے جہاں آپ نے مولانا محمد احمد تھانویؒ اور مدرسہ کے دیگر شیوخ سے کسبِ فیض کیا اور اسی سال کے متصل ہی قرآن کریم کی تفسیر کے لئے شیخ القرآن حضرت مولانا شیخ غلام اللہ خان صاحبؒ (جو کہ اس وقت کے ایک عظیم مفسر اور متبحر عالمِ دین تھے) کے مدرسہ تعلیم القرآن پنڈی چلے گئے، جہاں سے دورۂ تفسیر کی فراغت کے بعد کراچی تشریف لائے، اور جامعۃ الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی سے ۱۹۷۵ء میں دورۂ حدیث کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔"(25)

درس وتدریس:

"اس وقت موصوف اپنے والد کے قائم کردہ دینی ادارہ جامعہ رشیدیہ (سرکی روڈ کوئٹہ) کے انتظام وانصرام سنبھالے ہوئے ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ جامعہ میں شیخ الحدیث کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔" (26)

اردو ترجمہ، تفسیر کشف القرآن بزبانِ براہوئی :

بلوچستان میں بیسویں صدی میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر کے موضوع پر اب تک جن حضرات علمائے کرام نے مختلف زبانوں میں کام ہے، ان حضرات میں ایک مولانا حافظ حسین احمد شرودی صاحب کی شخصیت ہے، جنہوں نے اپنے والد محترم کی براہوئی زبان میں تفسیر کشف القرآن کا اردو ترجمہ کر کے یوں اہلِ اردو زبان پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ اردو زبان میں یہ ترجمہ قرآن کل آٹھ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔ بہترین کاغذ اور عمدہ طباعت و کتابت ہے سیلز اینڈ سروسز کوئٹہ سے چھپی ہے، ناشر جامعہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ ہے۔ قرآن کریم کا ایک اردو نسخہ مولانا موصوف نے راقم کو بھی ھدیہ کیا ہے۔

سیاسی خدمات:

مولانا موصوف نہ صرف ایک جید عالمِ دین، مترجم اور شیخ الحدیث رہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک مدبر اور زیرک سیاستدان بھی رہ چکے ہیں۔ سیاسی میدان میں بھی آپ کی خدمات بہت ہیں۔

> ''مولانا مترجم جب دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو اس وقت کے بعد سے ہی جامعہ رشیدیہ کی تدریسی خدمات کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا، بمصداقِ مدرسہ کے انتظامی خدمات، پارلیمانی سیاست، میٹنگز، اخباری بیانات، جلسے وجلوس، قید وبند کی صعوبتیں اور جسمانی عوارض و بیماریوں نے آپ کو کافی حد تک متاثر کیا، تاہم اتنی رکاوٹوں کے باوجود تدریس سے آج تک وابسطہ رہنے کے ساتھ آپ ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں جمعیت کے سیاسی پلیٹ فارم سے ایم ایم اے کے ٹکٹ پر کوئٹہ شہر سے ایم پی اے منتخب ہوئے اور وزیر بلدیات بنائے گئے۔''(27)

مولاناسید بدیع الدین(۱۳۷۳ھ۔حیات)اوران کااردو ترجمہء قرآن(قلمی) :

مختصر حالاتِ زندگی:

''مولانا سید بدیع الدین ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ کو ضلع قلعہ عبداللہ تحصیل گلستان گاؤں لاجور کوئٹہ بلوچستان میں سید حاجی علی آغاؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کے والد نیک، متقی اور پرہیزگار اور سلسلہ قادریہ کے پیر طریقت تھے۔بنیادی طور پر آپ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا۔''[(28)]

حصولِ علم:

موصوف کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں آپ کے والدؒ کا بڑا عمل دخل رہا ہے اسی وجہ سے آپ کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا۔

''ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی پر اپنے چچا مولانا سید علاؤالدین صاحب سے حاصل کی جس کے بعد مزید دینی تعلیم کے لئے کوئٹہ شہر آکر مدرسہ تجوید القرآن طوغی روڈ سے حفظِ قرآن کریم کے ساتھ درجہ رابعہ تک کی کتابیں پڑھی۔اس کے بعد مزید اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے بیرونِ شہر (بلوچستان) ضلع رحیم یار خان صوبہ پنجاب کی طرف سفر کر کے مدرسہ بدرالعلوم میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے دورۂ حدیث کا امتحان دے کر سندِ فراغت حاصل کی۔''[(29)]

حصولِ علم کے لیے حرمین شریفین کارخ:

موصوف نے حرم شریف میں پاکستان کے جید عالمِ دین مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ سے بھی علمی استفادہ کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

''مدرسہ بدرالعلوم سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے تشریف لے سعودی

عرب گئے جہاں آپ نے آٹھ سال کے طویل قیام مسجدِ نبوی ﷺ میں کر کے پاکستان کے معروف اور ممتاز عالمِ دین ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ سے مختلف فنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے ۱۴۰۰ھ میں واپس اپنے ملک پاکستان تشریف لائے۔"(30)

شیوخ :

موصوفؒ نے جن علمائے کرام سے علم حاصل کیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

"آپ کے شیوخ میں ملک کے ممتاز علمائے کرام ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ، مولانا سید علاؤ الدین، مولانا عبدالہادی، مولانا عبدالبصیر اور مولانا عبدالغنی جاجرویؒ جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں آج کل کراچی سپر ہائی وے پر مدرسہ ضیاء العلوم میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔"

اردو ترجمہءقرآن کریم (قلمی) :

بلوچستان میں اردو ترجمہءقرآن کے حوالے سے جن حضرات نے اب تک جو جو کام کیا ہے، ان میں ایک نام مولانا سید بدیع الدین صاحب کا بھی ہے۔

"مترجم نے قرآن کریم کا یہ اردو اور مکمل ترجمہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، جس میں آیاتِ قرانیہ کے نیچے تحت اللفظی ترجمہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ صرفی و نحوی تحقیق بھی کی گئی ہے اندازِ بیان اور اسلوب عام فہم اردو ہے جسے ہر عام و خاص قاری سمجھ سکتا ہے، ترجمہ قرآن پر ۱۹۷۶ء بھی درج ہے، جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ کہ مذکورہ دور کا اردو ترجمہ ہے۔ نیلی سیاہی سے لکھا ہوا ترجمہ قرآن ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر مختصر اردو حاشیہ بھی لکھا ہے، جس سے آیاتِ قرآنی کی مزید تشریح و توضیح کی گئی ہے، یہ ترجمہ قرآن غیر مطبوعہ اور قلمی نسخہ ہے۔ مدرسہ ضیاء العلوم کی لائبریری میں یہ نسخہ موجود

ہے۔"(31)

فصلِ دوم: بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں بیسویں صدی کی تفاسیر

محمد ابراہیمؒ (۱۸۹۶ء۔۱۹۹۲ء) اور اردو تفسیرِ قرآن:

مختلف سوانح نگاروں نے آپ کے نام اور علمی زندگی کے متعلق لکھا ہے:

مختصر سوانحی حالات:

''حافظ، قاری محمد ابراہیم خلف الرشید حاجی مہتاب الدین امر تسری (۱۰۔اگست ۱۸۹۶ء۔۲۷ فروری ۱۹۹۲ء) لکھا ہے۔ایک طویل مدت تک آپ کوئٹہ شہر کی علمی وادبی محفلوں کی جان رہے۔کم وبیش سبھی اصناف میں شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔غالب کے شاگرد خان بہادر رضا علی وحشت کے شاگرد سید ظفر ہاشمی سے اصلاح لیتے رہے۔تاریخ گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔''[32]

قرآن مجید کا منظوم قرآنی مفہوم (مخطوطہ، اردو):

بیسویں صدی میں قرآن حکیم کے تراجم وتفاسیر کے حوالے سے اب تک جو جو تراجم لکھی گئی ہیں ان میں ایک منظوم ترجم اردو زبان میں حافظ، قاری محمد ابراہیم کی بھی ہے جن کا شمار انیسویں صدی کے بہترین منظوم اردو شاعری میں ہے۔اب تک اس طرح کی کوئی ترجمہ یا تفسیر سامنے نہیں آئی ہے جسے اردو زبان کی اعلیٰ شاعرانہ انداز میں لکھا گیا ہو اور مکمل تفسیر یا ترجمہ اشعار میں لکھا گیا ہو۔اس پر اہلِ بلوچستان جس قدر فخر کریں کم ہوگا۔

''یہ تفسیر حافظ صاحب نے دس برس کی محنت شاقہ کے بعد ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء میں مکمل کی مختلف کاپیوں پر تحریر کی گئی ہے۔اب تک چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔''[33]

منظوم قرآنی مفہوم کی خصوصیات :

مفسر ومترجمؒ ایک جید عالم اور فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ چونکہ آپ شاعری میں مرزا اسداللہ خان غالب کے مایہ ناز شاگرد خان بہادر رضا علی وحشت کے شاگرد اور سید ظفر ہاشمی کے فیض یافتہ تھے۔ جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے اس منظوم ترجمہ وتفسیر قرآن میں ان حضرات کے کلام کا بھی زیادہ اثر رہا ہے۔

> ''مترجم ومفسرؒ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا منظوم قرآنی مفہوم (اردو) ہے۔ جو بیس ہزار اشعار کے لگ بھگ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نعت گوئی میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آپ کو علامہ اقبال کے کلام سے بھی گہری دلچسپی تھی۔''(34)

مصادر و مراجع:

مفسرؒ نے قرآنِ کریم کا منظوم قرآنی مفہوم (مخطوطہ اردو) ترجمہ کرتے وقت متعدد تراجم اور تفاسیر کو بطورِ مصادر و مراجع استعمال کیا ہے لیکن ان میں چند خاص قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ تفسیر القرآن۔ از تفسیر سر سید احمد خان

۲۔ ترجمہ قرآن۔ از مولانا فتح محمد جالندھری

۳۔ تفسیر بیان الناس۔ از احمد دین امر تسری

۴۔ تفسیر ماجدی۔ از مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ

۵۔ تفہیم القرآن۔ از مولانا مودودی

دیگر تصنیفات:

موصوف مفسر چونکہ اپنے دور کے منظوم قرآنی کے مترجم ومفسر، تاریخ دان، اور مترجم ومفسرِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم شاعر بھی تھے۔ برصغیر پاک وہند کے دیگر شعراء کے علاوہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال جیسے عظیم مفکر کا کلام بھی اپنے کلام میں سموئے ہوئے تھے اس کے علاوہ بعض شعراء کے کلام میں بھی آپ کے ضمیمے ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کا منظوم قرآنی مفہوم۔ (مخطوطہ اردو)

۲۔ بالِ جبریل۔

۳۔ ضربِ کلیم۔

مترجم نے نتیجتاً اُن کی تضمینات تحریر کیں۔ [35]

مولانا شراف الدین (۱۳۵۸ھ۔حیات) اردو تفسیر بلغۃ الحیران:

مختصر سوانحی حالات:

موصوف کا سلسلہءنسب یہ ہے:

''شراف الدین بن ملا عبدالرزاق بن ملا محمد اکرم بن ملا محمد فیروز شملزائی توخی زابل افغانستان

تاریخِ پیدائش (۱۳۵۸ھ ۲۸ صفر المظفر) پیدائش کے ایک سال بعد آپ کے والد کا انتقال ہوا۔''[36]

حصولِ علم:

حصولِ علم کے لیے علمی اسفار درج ذیل ہیں:

''موصوف والد کے انتقال کے بعد گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں تحصیل علم کے لئے گھر سے نکلے

اور ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ ہی سے حاصل کی اس کے بعد مزید تعلیماتِ دینیہ کے حصول کے لئے ۱۳۷۶ھ میں بطرف پاکستان ہجرت کی کوئٹہ کی مشہور اور قدیم دینی درسگاہ مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ میں داخلہ لیا جس میں علم ہیئت، علم ریاضی، میراث وغیرہ تک کے اسباق مولانا نور اللہ شاہ آغاہ سنجاوی سے پڑھیں، جبکہ دیگر دورۂ حدیث کے اسباق اسی مدرسہ میں ہی مولانا عبداللہ اجمیری اور مولانا میاں حسن شاہؒ سے پڑھ کر سرپر دستارِ فضیلت باندھی۔''(37)

تدریسی خدمات:

بعد از فراغت موصوف نے درج ذیل دینی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔

''مولانا موصوف درسِ نظامی سے فراغت کے بعد سے درس وتدریس کا آغاز کر کے ۵۰ سال تک مختلف مدارسِ دینیہ میں درس وتدریس کی خدمات وفرائض انجام دیتے رہے جن میں صوبہ بلوچستان کے مشہور ومعروف دینی درسگاہیں مثلاً مظہر العلوم شالدرہ، مدرسہ ناصر العلوم لورالائی، مدرسہ فیض العلوم مرغہ کبیزئی، دار لعلوم لورالائی، دار لعلوم کراس ضلع قلعہ عبداللہ، مدرسہ عربیہ غربیہ منذری ضلع پشین خاص طور قابلِ ذکر ہیں۔''(38)

اردو تفسیرِ بلغۃ الحیران (ابتدائی پچیس پارے، قلمی نسخہ):

بلوچستان میں اس وقت جن حضرات علماء کرام نے قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر میں حصہ لے کر اپنے ایک مخصوص انداز میں اس مقدس کتاب کی تفسیر لکھی ہے، ایک طرف بلوچستان کی علمی سطح پر بیش بہا اضافہ ہے، تو دوسری طرف اہلِ بلوچستان پر ایک خصوصی علمی احسان بھی ہے ان حضرات میں مولانا شراف الدین صاحب کا نام بھی سرِ فہرست ہے جنہوں نے علمی سطح پر کثیر تصنیفات کی ہیں، لہٰذا ان میں ایک نام موصوف مفسر کا بھی ہے، جنہوں نے اردو زبان میں قرآن کریم کی اردو تفسیر لکھ کر مذکورہ صوبہ کے لوگوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔

''اس تفسیر پر نام یہ درج ہے ''تفسیر بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان'' قرآن کریم کی اردو تفسیر ہے، جسے مولانا شراف الدین صاحب نے لکھی ہے۔ یہ ابتدائی پچیس پاروں کی تفسیر ہے نستعلیق خط اور خوشنما ہے، عمدہ اور بہترین کاغذ پر لکھی ہوئی یہ تفسیر نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور دلکش انداز میں ہے۔ جسے دیکھ کر انسان کا جی چاہتا ہے کہ مطالعہ کرتا ہی رہے۔ اس کو عام قاری پڑھ کر بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ اردو زبان وادب میں یہ تفسیر کسی سرمائے سے کم نہیں ہے۔ تفسیر میں عام فہم اردو استعمال کی گئی ہے۔ جس سے مولانا مفسر کی دلنشین اور دل پذیر تقریر کا عکس نظر آتا ہے، جس سے قاری کی دلچسپی تا دیر قائم رہتی ہے۔ اس تفسیر میں اردو الفاظ اپنا ایک ادبی رنگ لئے ہوئے ہیں، جس میں اردو زبان کی روانی اور جملوں میں ان کا استعمال اپنی مثال آپ ہے۔''(39)

موصف کی دیگر تصنیفات :

۱۔ اردو تفسیر بلغۃ الحیران۔

۲۔ مجموعۃ الرسائل والمسائل۔ (غیر مطبوعہ)

۳۔ حاشیہ علی تفسیر الجلالین من البدایۃ الیٰ آخر۔

۴۔ جامع البیان فی کشف اصول القرآن (دو جلد)۔

۵۔ ارشاد القاری فی حل مشکلات البخاری۔

۶۔ الہام الباری فی تحقیق ختم البخاری۔

۷۔ زبدۃ الاصول فی مصطلحات احادیث الرسول۔

۸۔ تحقیق الکلام فی نصب الامام۔

۹۔رسالۃ السلوک فی اذکار النقشبندیہ۔

۱۰۔المقول المنصور فی ھلال افضل الشہور۔

۱۱۔رسالۃ سیر القصر وعید الفطر۔

۱۲۔لباب الھیئۃ الجدیدۃ۔

۱۳۔البدع الرسوم الشہورات فی الاسقاط والخیرات۔

۱۴۔عون المعبود فی مشروعیۃ العرس والمولود۔

۱۵۔التحقیقات العالیۃ فی المباحث الغالیۃ۔

۱۶۔رسالۃ فی الاحکام علی المذاھب الاربعۃ۔

۱۷۔احکام الاضحیۃ۔

۱۸۔تقویۃ الایمان۔

۱۹۔مسائل جدیدہ۔

۲۰۔مسائل نادرمہ وحیلہ۔

۲۱۔حقوق الوالدین والاستاد مع حقوق الاھل وتربیۃ الاولاد۔

۲۲۔فضائل جہاد۔

۲۳۔مسائل جہاد۔

۲۴۔الحجۃ القطعیۃ علی حقیۃ الجماعۃ التبلیغیۃ۔

۲۵۔القول الراضی فی احکام الاراضی۔

۲۶۔الفعل الماضی فی احکام الاراضی۔

مولانا سید عبدالستار شاہ(۱۹۴۲ء۔حیات)اور اردو تفسیر منازل العرفان فی تفسیر القرآن:

مختصر حالاتِ زندگی:

''شاہ صاحب ۱۵،مارچ ۱۹۴۲ء کو نوشکی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مولانا غلام حیدر صاحب نوشکوی اور مولانا محمد افضل نوشکوی سے حاصل کی۔آج کل جامعہ دارالعلوم رحیمیہ نیلا گنبد سرکی روڈ اور جامعہ فرقانیہ قاسمیہ مدینۃ القرآن ولی جیٹ سریاب روڈ کوئٹہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔آپ کے شاگردوں میں جن کو شہرت ملی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔(40)

اردو تفسیر منازل العرفان فی تفسیر القرآن:

بلوچستان میں قرآن کریم کے اردو ترجمہ و تفسیر کے موضوع پر جن حضرات علماء کرام نے بیسویں صدی میں کام کیا ان میں ایک مولانا سید عبدالستار شاہ صاحب کا نام بھی سرِفہرست ہے۔موصوف نے پہلے صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی تھی اس کے بعد ابتدائی تین پاروں کی تفسیر لکھی گئی جبکہ بعد میں اس تفسیر کو مکمل کیا،یہ کل گیارہ جلدوں پر مشتمل ضخیم تفسیر ہے جس کی تصحیح اس وقت جامعہ کے استاذ مفتی عصمت اللہ صاحب کر چکے ہیں،اور عنقریب طباعت کے مراحل سے گذر کر منظرِ عام پر آنے والی ہے۔

''اردو زبان میں یہ تفسیرِ قرآن مجید سید عبدالستار شاہ صاحب کی ایک بہترین کاوش ہے جو علمی وادبی رنگ لئے ہوئے ہے،پہلے یہ تفسیر ابتدائی تین پاروں تک لکھی ہوئی تھی،کل ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل ضخیم تفسیر تھی،جس میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر ایک الگ کتابی شکل میں ۲۰۱۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔لیکن اس کے بعد موصوف کو مکمل قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کا عزمِ مصمم ہوا،جسے بعد ازاں حضرت نے اللہ کے فضل وکرم سے باقی دیگر پاروں کی تفسیر کو مزید طوالت دیکر کل ۱۱ جلدوں میں ایک طویل اور ضخیم تفسیر لکھی یہ تفسیر اب تک زیرِ طباعت ہے عنقریب منظرِ عام پر آنے والی ہے۔''(41)

مصادر و مراجع:

قرآن کریم کی کوئی بھی تفسیر یا ترجمہ لکھتے وقت مفسرین حضرات بوقتِ تفسیر دیگر مختلف علمائے کرام کی تفاسیر اور تراجم کو مدِ نظر رکھ کر اس کا خوب سیر حاصل مطالعہ کرکے پھر کافی غور و فکر، اور تدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے قلم اٹھا کر وقت کی ضرورتوں، حالات اور عوام الناس کے اذہان کو سامنے رکھ کر ایسے منہج پر تفسیر لکھتے ہیں تاکہ اس کی افادیت اور اہمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابسطہ افراد کے لئے مفید اور مسلم ہو لہٰذا تفسیر منازل العرفان بھی اسی سلسلے کی تفسیر ہے جو مفسر نے اپنے ایک خاص انداز اور فکر سے لکھی ہے اس تفسیر کو لکھتے وقت موصوف نے بوقتِ تفسیر جن تراجم یا تفاسیر ی ذرائع سے استفادہ کیا ہے ان میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر قرطبی۔

۲۔ صحاحِ ستہ۔

۳۔ فتح الباری۔

۴۔ اجوبہ اربعین۔

۵۔ موضح القرآن۔

۶۔ کتاب النبوت۔

۷۔ تفسیر ابنِ کثیر۔

۸۔ لغات القرآن۔

۹۔ تفسیرِ عزیزی۔ (42)

خصوصیاتِ تفسیر :

مفسر نے مذ کورہ بالا جن اردو، عربی، تراجم وتفاسیر یا لغتِ قرآن اور احادیث نبوی ﷺ کی مختلف صحاح ستہ کی کتب سے استفادہ کیا ہے اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زیر تبصرہ تفسیر ایک طرح سے مجموعہ ء تفسیر ہے جبکہ دوسری بات یہ کہ مفسر نے کافی خوب مطالعہ کر کے اس تفسیر کو ان کے مناہج سے ہٹ کر ایک علیٰحدہ طرز پر لکھا ہے جس سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر کافی عرق ریزی کے بعد لکھی گئی ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر ی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مفسرِ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

''اس تفسیر میں ہر آیات کے ذیل میں فضائل قرآن، معارف ومسائل، فائدہ اور خصوصیات کے ابواب قائم کر کے حتیٰ الوسع مسائل واحکام زیر بحث لائے گئے ہیں، وحی کی اقسامِ توحید اور شرک پر وضاحتی بیان، رسالت اور ربوبیت پر سیر حاصل بحث، اللہ تعالیٰ، قرآن کریم اور قیامت کے دن کے مختلف نام جو قرآنِ پاک میں مذکور ہیں، ان کی تفصیل عجائبات ومعجزات کی تشریح، مشرکانہ وغیر مشرکانہ تعظیم کا فرق، علم اور قوت میں افراط وتفریط پر بحث، نبوت ورسالت کے ساتھ مدعیانِ نبوت والوہیت اور ابناء الشیٰطین کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔ تفسیر کے ساتھ ساتھ مفسر نے جابجا شاعرِ مشرق علامہ اقبال اور شیخ سعدیؒ کے اشعار بھی درج کئے گئے ہیں۔''(43)

قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر کا انداز بیان اور اسلوب کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے ان کی کچھ آیاتِ مبارکہ بطورِ تمثیل درج ذیل ہیں۔

آخر میں سورۂ فاتحہ کا خلاصہ اور فوائد پنجگانہ اور اسماء الحسنیٰ کے ساتھ ربط اور انسان سے مناسبت کچھ یوں بیان کی گئی ہے۔

''سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ اور فوائد پنجگانہ اور اسماء الحسنیٰ کے ساتھ ربط :

سورۂ فاتحہ میں اللہ جل شانہ کے پانچ نام مذکور ہیں۔

۱۔اللہ ۲۔رب ۳۔رحمٰن ۴۔رحیم ۵۔مالک

اور بندے کی صفات بھی پانچ بیان کی گئی ہیں۔

۱۔عبادت ۲۔استعانت ۳۔طلبِ ہدایت ۴۔استقامت ۵۔طلبِ نعمت وپناہ از غضب

اب ان کے باہمی تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں۔

۱۔عبادت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

۲۔استعانت کا تعلق رب سے ہے۔

۳۔طلبِ ہدایت کا تعلق رحمٰن سے ہے

۴۔طلبِ استقامت کا تعلق رحیم سے ہے۔

۵۔طلب نعمت وپناہ از غضب کا تعلق مالک سے ہے۔

یہاں انسان سے متعلق لکھتے ہیں کہ :

"انسان سے مناسبت کا بیان :

انسان بھی پانچ چیزوں سے مرکب ہے۔

۱۔بدن ۲۔نفسِ شیطان ۳۔نفسِ سبعی ۴۔نفسِ بہیمی ۵۔جوہرِ ملکی (عقلی)

اس کے بعد مفسر اس کی مختصر تشریح اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۱۔جوہرِ ملکی کا اطمینان اسمِ اللہ کی تجلی سے ہوتا ہے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) سورۃ الرعد

۲۔نفسِ شیطانی کی نرمی وانقیاد اسمِ رب کی تجلی سے حاصل ہوتی ہے۔(اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم)

۳۔ نفسِ سبعی کی اصلاح اسمِ رحمٰن کی تجلی سے ہوتی ہے۔(الملک یومیئذن للرحمٰن) سورۂ فرقان

۴۔ نفسِ بہیمی کی اصلاح اسمِ رحیم کی تجلی سے متعلق ہے (وکان بالمؤمنین رحیماً) سورۂ الاحزاب

۵۔ بدن کی کثافت کا ازالہ اسمِ مالک کی تجلی سے ملحق ہے۔(لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار) سورۂ المؤمن) (44)

مزید لکھتے ہیں کہ:

''جب آدمی ان اسماء کی تجلیات سے مہذب واصلاح یافتہ ہو جاتا ہے اور اپنے مطلب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ بدن کی اطاعت کے لئے '' ایاک نعبد'' کہتا ہے، نفسِ بہیمی کی اصلاح کے لئے اور ترکِ لذات کے لیے ''ایاک نستعین '' کہتا ہے، نفسِ سبعی سے خلاصی کے لئے اھدنا کہتا ہے، نفسِ شیطانی کے دفعیہ کے لئے طلبِ استقامت کرتا ہے جوہر ملکی کی اصلاح کی خاطر ارواحِ مقدسہ کی مرافقت تلاش کرتا ہے اور ''غیر المغضوب علیھم والاالضآلین'' کہہ کر ارواح خبیثہ سے دوری اور نفرت طلب کرتا ہے۔''(45)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ:

''سورۂ فاتحہ سے پہلے استعاذہ اور تسمیہ بھی اجمالاً انہی فوائد پر مشتمل تھے۔ جب یہ سارے امور پر مشتمل سورۂ فاتحہ کی تلاوت مکمل ہو کر اختتام پذیر ہوئی تو اخیر میں تضرع وعاجزی کے ساتھ آمین کہنا چاہئے کہ اے پروردگارِ عالم! میری عاجزی اور مطالب کو پورا فرمااور میری بیکسی وعاجزانہ دعا کو قبول فرما۔ سورۂ فاتحہ کا ایک نام سورۂ الدعاء ہے اور دعا کے اختتام پر آمین کہنا مسنون اور اقرب الی الاجابہ ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! جب امام ولاالضآلین پڑھے تو تم آمین کہو کیونکہ اس پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، پس جس شخص کی آمین فرشتوں کے موافق پڑھی جائیگی

اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہو جائیں گے۔ایک اور حدیث میں حضرت ابو زہیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رات کے وقت ایک شخص پر گذر ہوا وہ نہایت عاجزی کیساتھ دعا کر رہا تھا نبی کریم ﷺ نے اس کی الحاح وزاری دیکھ کر فرمایا کہ اس کی دعا قبول ہو گی اگر اس نے دعا پر مہر لگادی۔ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا پر کس چیز کی مہر لگائی جاتی ہے؟ فرمایا لفظ ''آمین ''کی (ابوداؤد) اس لئے آمین ہر ہر دعا کے اختتام پر مسنون ہے، یہ کلمہ اتنا بابرکت ہے کہ اس سے دعاء کی قبولیت کا یقین ہو جاتا ہے۔اسی کے ساتھ سورۂ فاتحہ کی تفسیر اختتام کو پہنچی۔لکھ کرے رجب المرجب ۱۴۳۱ھ کی تاریخ لکھ دی گئی ہے۔''(46)

حاجی محمد عمر بلوچ اور ہفت زبان ترجمہ قرآن:

بلوچستان میں تراجم اور تفاسیرِ قرآن کریم کے حوالے سے جن علمائے کرام نے فی زمانہ جو جو تراجم اور تفاسیرِ قرآن کریم اب تک لکھے ہیں ان حضرات میں ایک نام حاجی محمد عمر بلوچ کا خاص طور سے قابلِ ذکر جس کی تاریخ اور جائے پیدائش کی صحیح طور سے تعین نہ ہو سکا البتہ اس کے متعلق موصوف مترجم دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

مختصر سوانحی حالات:

''اس وقت آپ کی ڈیوٹی قلات سٹیٹ کے ڈیگاری مائن پر تھی تو ملتان بورڈ سے منشی فاضل کا امتحان ۱۹۵۷ء میں پاس کیا، جس کے نصاب میں ایک عربی پرچہ شامل ہونے کی وجہ سے عربی گرامر کے صرف ونحو سے واسطہ پڑا جس کے لئے پوری توجہ سے عربی قواعد پر زور دے کر اس طرح عربی گرامر سیکھی، اور ۱۹۷۷ء میں پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے ڈپٹی ڈائریکٹر صنعت مقرر ہوئے، جبکہ سات زبانوں پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے کمیشن نے آپ کو گریڈ ۱۷ پر ترقی دے دی۔اس کے علاوہ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ سے حاصل کی تھی جس میں قرآن کریم ناظرہ، پنج کتاب، گلستانِ

سعدی، بوستان، وغیرہ کتابیں شامل تھیں اس کے ساتھ قرآن پاک کے ترجمہ کا گر اپنے چچا میر محمد حسین عُنقا سے سیکھا اس کے ساتھ ساتھ پہلے ہی سے آپ کو فارسی زبان آتی تھی اس کے علاوہ پشتو، اردو، سندھی، بلوچی، براہوئی اور پنجابی زبان جاننے کی وجہ سے قرآن کریم کا ترجمہ مذکورہ زبانوں میں کرنے کا آپ کو (۱۹۸۰ء) میں خیال آیا تاکہ ایک جماعت ہیں سات مختلف زبانوں والے بچوں کو ایک ساتھ مذکورہ زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ میسر آسکے۔"(47)

مزید لکھتے ہیں:

"راقم الحروف قرآن کریم کے ترجمہ کی جسارت کیسے کرتا ہے؟ نہ کوئی بلند پایہ ادیب، نہ عالمِ دین اور نہ ہی کوئی دینی پسِ منظر لیکن بلوچی، براہوئی اور اردو زبانوں میں خامہ فرسائی اور اخباروں و ادبی رسالوں میں شاذونادر تحریری کام کیا کرتا جبکہ اپنے چچا کے ہفت روزہ اخبار تنظیم کوئٹہ میں سرکاری ملازم ہونے کی وساطت سے ذمہ داری سبنھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے کزن واجہ ماسٹر ظہور الحسن کے جدید ہفت روزہ اخبار بلوچستان میں مختلف موضوعات پر مستقل کالم بنام "من کی آنکھیں کھول بابا" میں تسلسل کے ساتھ کئی برس تک لکھتا رہا۔"(48)

قرآن کریم مترجم در ہفت زبان:

بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر کے موضوع پر جو کام ہوا ہے، ان میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ترجمہ قرآن ہفت کے نام سے شائع اس ترجمہ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہفت زبان ترجمہءقرآن ہے جس میں مترجم حاجی محمد عمر بلوچ نے منفرد اسلوب اختیار کیا ہے۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ سات زبانوں (اردو، پشتو، بلوچی، براہوئی، سندھی، فارسی اور پنجابی) میں ہے۔ بلوچستان کے حوالے سے اس ترجمہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ سات زبانوں میں ہے اور بلوچستان کی سطح پر قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کے ادبی میدان میں ایک خاص اضافہ ہے اور اہلِ بلوچستان کے لئے بیک وقت

یکساں مفید اور معاون ترجمہ ہے۔ جسے یہاں کی عوام کے علاوہ دیگر اہلِ زبان مثلاً (فارسی اور پنجابی) بولنے والوں کے لئے بھی نہایت اہمیت کا حامل ترجمہء قرآن ہے۔ غرض مذکورہ موضوع کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل اور منفرد ترجمہ قرآن ہے جسے سات زبانوں والا قرآن کا ترجمہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ جس کے متعلق مترجم لکھتے ہیں کہ:

" میں اردو، پشتو، فارسی، پنجابی، سندھی، براہوئی اور بلوچی زبانیں روانی سے بول سکتا تھا کہ پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں خیال آیا کہ قرآن کریم کا ترجمہ سات زبانوں میں نقل کروں تاکہ ایک ہی جماعت کی بولیاں بولنے والے بچوں کو ایک ساتھ ہر زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بآسانی میسر آسکے۔"

(49)

مزید لکھتے ہیں کہ:

"قرآن کریم کی ان مذکورہ زبانوں میں ایک زبان انگریزی تھی لیکن اس زبان پر مکمل عبور حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ارداہ ترک کیا اگرچہ پہلے تین سپاروں کا انگریزی ترجمہ آپ کر چکے تھے، سندھی زبان کی رسم الخط ایک دوست نور حسن بگٹی سے سیکھا، جبکہ فارسی، بلوچی، پشتو، اور براہوئی وغیرہ پر آپ کو ازخود عبور حاصل تھا۔ اس طرح ۱۹۹۷ء سے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے اس ترجمہ کا آغاز ہوا، کچھ عرصے میں پہلے پانچ سپاروں کی پہلی جلد چھپ گئی ہے، جبکہ دیگر سپارے مراحلِ تکمیل میں ہیں۔"(50)

خصوصیاتِ ترجمہ قرآن در ہفت زبان:

قرآن کریم در ہفت زبان کے عنوان سے شائع ہونے والا یہ ترجمہ بنیادی خصوصیات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بنیادی خصوصیات یہ ہے کہ یہ ہفت زبان ترجمہ ہے، جس میں مترجمِ قرآن حاجی محمد عمر بلوچ نے یہ منفرد اسلوب اختیار کیا ہے، قرآن کا ترجمہ سات زبانوں (بلوچی، براہوئی، سندھی، پشتو، اردو، فارسی اور پنجابی) زبانوں میں ہے، بلوچستان کے حوالے سے اس ترجمہ قرآن کو یہ خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے کہ یہ

ہفت زبانی ترجمہ ہے، بلوچستان میں تراجم وتفاسیر کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے، کہ اس حوالے سے یہ ترجمہ انفرادی اور امتیازی شان کا حامل ہے، مذکورہ زبانوں میں اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مترجم نے قرآن کریم کا ترجمہ ہی نہیں کیا ہے، بلکہ قرآن کریم کی مختلف زبانوں میں ترجمانی کرتے ہوئے ترجمہ کا عام فہم اسلوب اختیار کیا ہے، جو تراجمِ قرآن کی تاریخ میں انفرادی وامتیازی حیثیت کا حامل ہے۔

مصادر ومراجع ترجمہ ہفت زبان قرآن:

ا۔ تفہیم القرآن اردو۔ ازابوالاعلیٰ مودودیؒ

۲۔ سندھی ترجمہ قرآن۔ از قاضی عبدالرزاق

۳۔ براہوئی تفسیر المنان فی ترجمہ معانی القرآن۔ از مولانا عبدالکریم لہڑی

۴۔ پشتو ترجمہ قرآن۔ از شیخ القرآن عبدالحق دار منگیؒ

۵۔ فارسی ترجمہ قرآن۔ از امام شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی

۶۔ پنجابی زبان مترجم کی اپنی کاوش ہے۔

۷۔ بلوچی زبان مترجم کی مادری زبان ہے۔(51)

سات زبانوں کا حامل ترجمہ قرآن لکھتے وقت مترجم کا اندازِ ترجمہ اور طریقہ کیسا اور کیا رہا ہے، مترجم سب سے پہلے قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ تحریر کرتے ہیں جس کے بعد آیت کے تحت بالترتیب سات زبانوں میں بین السطور اردو، بلوچی، براہوئی، سندھی، پشتو، فارسی اور آخر سطر میں پنجابی زبان میں ترجمہ تحریر کیا ہے اور مذکورہ زبانوں سے قبل ہر زبان کا نام بھی ہمراہ دیتے ہیں۔ غرض بطورِ نمونہ چند آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ درج ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

﴿ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝١ ﴾

ترجمہ زبانوں کی مذکورہ ترتیب سے:

اردو: اللہ کے نام سے جو بڑامہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

بلوچی: گوں نامہ ءَاللہ ئِ کہ باز مہربان رحم کنوکے۔

براھوئی : پنٹ اللہ نابے حد مہربان بھاز رحم کروکے۔

سندھی: شروع اللہ پاک جی نالی ساں باجھاری مھربان

پشتو: شروع کوم پہ نامہ دخدای بخونکی مھربان دی۔

فارسی: بنام خدائے بخشایندہ مھربان۔

پنجابی: شروع ناں اللہ دے نال بہوتی مہربان رحم والا۔[52]

«الحمد لله رب العالمين».

اردو: تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔

بلوچی : کل سپت پہ ءاللہ آ کہ جہانانی رب انت۔

براھوئی : کل تعریف آک اریر اللہ نارب مخلوقاتا۔

سندھی : سپ ساراہ جھانن جی پالٹھار اللہ کی جگائی۔

پشتو: ھرہ ثناخدای لرہ دہ پالونکی دہ ٹولو عالمو دی۔

فارسی: ستائش خدائے راست پروردگار عالمھائے۔

پنجابی: سب تعریف اللہ دی جیڑا رب جہاناں دا۔[53]

﴿ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝٣﴾

اردو: جو بڑامہربان نہایت رحم والا ہے۔

بلوچی : آبے حد مہربان رحم کروکے ئِ۔

براہوئی : بے حد رحم کروکا۔

سندھی: جو باچھار مھربان۔

پشتو: چی بخشونکی مہربان دی۔

فارسی: بخشاینده مہربان۔

پنجابی: بخشش والا مہربان۔ (54)

﴿مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۝٤﴾

اردو: روزِ جزا کا مالک۔

بلوچی : جزاءِ روچ ءِ مالک انت۔

براہوئی: مالک ءِ دیھ قیامت نا

سندھی: قیامت جی ڈیھن جو مالک آھی۔

پشتو: بادشاہ د ورحی د جزا دی۔

فارسی : خداوند روزِ جزا۔

پنجابی : قیامت دے دنڑھ گا مالک۔ (55)

﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ۝٥﴾

اردو: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

بلوچی: ما تئی عبادت کنیں او آچ تو مدت لوٹیں۔

براہوئی : نن نا عبادت کیناا ونے آن مدد خواھنا۔

سندھی: تنجھی عبادت کریوں تاتوکاں کمک تہ گھرون تا۔

پشتو: موژ خاص ستاعبادت کوواوخاص تانہ کمک غوڑو۔

فارسی : ترامی ترستیم واز تو مدد می طلبم۔

پنجابی : خاص تری عبادت کردے آں تیرا کولوں مدد منگنے آں۔

﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ﴾

اردو: ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

بلوچی: مارا سیدائیں راہ پیش دار۔

براہوئی: ننے راستگا کسرا شاع۔

سندھی: اسان کی سدی واٹ دیکا۔

پشتو: موژتہ سمہ لارر راوشایا۔

فارسی: مارا راہ راست بنما۔

پنجابی: سانو سدھی راہ وکھادے۔[56]

﴿صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ﴾

اردو: ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعام فرمایا۔

بلوچی: ہمامر دمانی راہ کہ ءآوانی سرءتووتی نعمت نازل کتہ۔

براہوئی : کسر ہموفتا کہ احسان کرے نس افتا۔

سندھی: انھن جی واٹ جن تی فضل کیواتی۔

پشتو : لارہ دھغو کسانو چی مہربان کڑے دہ تا پر ھغو باندی۔

فارسی: راہ آنکہ اکرام کردہ بر ایشان۔

پنجابی: رستہ ان بندیاں دا جناں تے تساں احسان کیتاء۔ (57)

﴿غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧﴾

اردو: جو موردِ غضب نہ ہوئے (جو معتوب نہیں ہوئے) جو گمراہ نہیں ہیں۔

بلوچی: (ہما مردنانی راہ) کہ آوانی سرئَ (تئ) غضب نہ لوٹہ اونہ گمراہانت۔

براہوئی: نہ کسریٔ ہموفِتاکہ غضب مروکے افتانہ کسرا گمراہتا۔

سندھی: نہ انھن جی جن تی تنھجو ذمر تیل آھی ئَ نہ پلیلن جی۔

پشتو: نہ لارہ دھغوی چی غضب کڑی شوی دی پہ ھغوی باندی اونہ لارہ گمراہانو۔

فارسی: بجز آنانکہ خشم گرفتہ شد بر آنہا بجز گمراہان۔

پنجابی: نہ ان بندیاں دا (راستہ) جناں تے (تے) غضب ہویا اور نہ جیڑے گمراہ ہوئے۔ (58)

عربی تفاسیر:

عربی زبان کا شمار دنیا کی مشہور و معروف زبانوں میں ہوتا ہے اور یہ بات بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی فصیح و بلیغ ترین زبان ہے عربی زبان قرآن کریم کی زبان ہے۔ اللہ تعالٰی نے جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم عربی زبان میں نازل کیا ہے، اس زبان میں قرآن کریم کے تراجم یا تفاسیر کا کام عہدِ رسالت ﷺ سے چلتا ہوا آرہا ہے۔ عربی زبان جن نازک مرحلوں سے معجزانہ طور پر جان بچا کر نکل آئی ہے، اور یہ کہ اس زبان نے عالمِ دنیا میں کتنے نشیب و فراز دیکھے ہوں گے جن کا احاطہ کرنا یہاں مشکل ہے تاہم یہ محض قرآنِ کریم کا ایک عظیم زندہ و تابندہ معجزہ ہے اور اس سے یہ بھی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ من جانب اللہ حفاظتِ قرآن کا ایک بیّن اور واضح ثبوت ہے جس کے متعلق خود اللہ تعالٰی نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩﴾ (59)

ترجمہ ": بلاشبہ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

اس لیے دنیا کی دیگر زبانوں نے اپنی حیثیت کھو دی یہاں تک کہ آج لوگ ان زبانوں کا نام و نشان تک نہیں جانتے ہیں، لیکن قرآنِ کریم اللہ تعالٰی کی آخری آسمانی کتاب ہے جو آج بھی اپنی اصلی شکل میں مسلمانوں کے پاس معجزانہ طور پر محفوظ و موجود ہے، قرآنِ مجید نے الفاظ و معنی کے ضمن میں عربی زبان کی امکانی وسعتوں کو آشکارہ کیا اور اثر آفرینی کے سلسلے میں حقائق پسندی، نفع بخشی اور افادی ہمہ گیری کو ملحوظ رکھنے کا درس دیا جو کہ اس زبان کی حقیقت پر واضح دلیل ہے۔ البتہ بیسویں صدی عیسویں میں قرآنِ کریم کے عربی تراجم و تفاسیر کے سلسلے میں جب ہم بات کرتے ہیں اس بارے میں کہ نہ جانے گذشتہ چودہ سو سال کے طویل عرصے میں بلادِ اسلامیہ کے کن کن شہروں، دینی درگاہوں اور جامعات میں مذکورہ زبان میں کتنی عربی تفاسیر یا تراجم لکھے گئے ہوں گے اس بات کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا، البتہ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً پندرہ سو تفسیریں اب تک لکھی جا چکی ہیں غرض یہاں سب سے پہلے بہتر یہ ہو گا کہ برصغیر پاک و ہند میں جو جو قدیم عربی تفاسیر ہیں ان کا مختصر علمی و تحقیقی جائزہ لینا ہو گا بعد ازاں اپنے موضوع سے متعلق پاکستان کے صوبۂ بلوچستان میں جو عربی تفاسیر یا تراجم دوران تحقیق مقالہ نگار کے سامنے آئے ہیں ان کا علمی و تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔ بلوچستان میں

بیسویں صدی میں مختلف زبانوں کے حوالے سے ایک عربی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم اور تفاسیر سے قبل جو قدیم ترین تراجم یا تفاسیر ہیں درج ذیل ہیں۔

ان عربی تفاسیر میں ایک قدیم ترین نسخہ جسے برصغیر پاک وہند میں سب سے اولین نسخہ خیال کیا جاتا ہے ابو بکر اسحق بن تاج الدین ابوالحسنؒ کا ہے جس کی تاریخ پیدائش ۷۳۶ھ ہے۔ مفسرؒ حنفی المذہب تھے جو کہ ابن تاج کے نام سے مشہور معروف تھے۔ انھوں نے جواہر القرآن کے نام سے عربی زبان میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی اس کے بعد اپنی تفسیر کا خلاصہ بھی کو خود ہی جواہر القرآن فی بیان معانی فی القرآن تحریر کیا تھا یہ نسخہ برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[60]

قرآنِ کریم کی عربی زبان کے تفسیری ادب کے میدان میں جن شہسواروں نے تاریخی اوراق میں اپنا نام رقم کروایا ہے ان میں دوسرے درجہ پر عربی تفسیر کا تعارف ذیل میں مذکور ہے۔

> مولانا نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین قمی نیشاپوری ثم دولت آبادیؒ کی ہے جو ''اعرج'' کے نام سے مشہور تھے موصوف نے قرآن کریم کی ایک عربی تفسیر لکھی تھی جس کا نام ''غرائب القرآن ورغائب الفرقان'' ہے۔ اس تفسیر کو عربی زبان کی اولین تفاسیر میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ موصوف مفسرؒ نے ایک اور عربی تفسیر لکھی تھی جس کا نام ''لب التاویل فی تفسیر القرآن'' ہے اور یہ ایک جلد میں ہے موصوفؒ کا سالِ وفات ۷۲۸ھ بتایا جاتا ہے۔[61]

عربی زبان میں ایسی بے شمار عربی تفاسیر تاریخ کے حوالے سے ہمیں مل سکتے ہیں جو مختلف حضرات نے مختلف مقامات پر اور مختلف وقتوں میں تحریر فرمائی ہیں۔ جبکہ صوبہ بلوچستان میں متعلقہ موضوع سے متعلق جو انیسویں اور بیسویں صدی عیسویں میں لکھی جاچکی ہیں اور جس کے متعلق سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

خواجہ میاں روح اللہ اخوند زادہؒ (۱۸۱۳ء-۱۸۹۶ء) اور عربی تفسیر ترویح الارواح:

خواجہ میاں روح اللہؒ اپنے وقت کے جید اور ممتاز عالم دین تھے۔ سوانح نگاروں نے موصوفؒ کے متعلق لکھا ہے کہ:-

مختصر سوانحی حالات:

"خواجہ میاں روح اللہؒ اخوند زادہ ۱۲۲۸ھ بمطابق ۱۸۱۳ء کو صوبہ بلوچستان ہیں ضلع پشین کے قبائلی علاقہ، گاؤں خداد زئی میں پیدا ہوئے، موصوفؒ کا تعلق نسلاً تور (کالا) ترین کے قبیلے سے تھا۔ میاں صاحبؒ پشین سے آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر گانگلزئی گاؤں میں امامت کی خدمات وفرائض سرانجام دیتے رہے، عالم ظاہری و باطنی علوم میں مراتبِ عالیہ تک پہنچے تھے، ہزاروں افراد نے مولانا میاںؒ کی مریدی اختیار کی اور علمی بصیرت کے حامل ہوئے۔ آپؒ نے کل ۸۳ عمر کی زندگی پائی، ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۶ء میں انتقال ہوا۔"(62)

تفسیر ترویح الارواح (عربی):

بلوچستان میں مختلف زبانوں میں وقتاً فوقتاً جن حضرات علمائے کرام نے قرآن کریم کی تفاسیر لکھی ہیں، ان میں ایک نامِ نامی شخصیت مولانا میاں خواجہ روح اللہ گانگلزئی بھی قابلِ ذکر ہے۔

"روایت کے مطابق مفسرؒ کی متعدد تصانیف ہیں۔ مگر تفسیر "جلالین" کا جسے دو جلیل القدر آئمہء کرام (علامہ جلال الدین محمد بن احمد المحلی الشافعیؒ (۷۹۱ھ-۸۶۴ھ) اور جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی الشافعیؒ)(۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے مرتب کیا۔"(63)

"مذکورہ تفسیر کا حاشیہ جو کہ آج کل برصغیر پاک وہند اور افغانستان میں مشہور ومعروف ہے، موصوف مفسرؒ کی یہ بلند پایہ تصنیف ہے، سبھی علمائے کرام اس امر پر متفق ہیں کہ " ترویح الارواح

'' کے بغیر تفسیرِ جلالین کا سمجھنا مشکل ہے۔''(64)

مفسر موصوفؒ کے متعلق آپ ہی کے مرشد ملا عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ :

''شہباز چڑیا کے دام میں آگیا ہے۔''یعنی میں بہت خوش قسمت ہوں کہ اتنی عظیم شخصیت میرے حلقہء ارادت میں ہے۔''(65)

برصغیر پاک وہند کے جید عالم دین مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اس تفسیر کے پیش نظر بلوچستان کے علماء سے کہتے تھے کہ :

''آپ نے ترویح الارواح کے مصنف کی زیارت کی ہے ؟جس کا جواب اثبات میں ہوتا تو پوچھتے کہ ''پھر تم عالم کیسے نہیں ہوئے۔''(66)

اس طرح راقم الحروف کے موضوع سے متعلق بلوچستان میں بیسویں صدی عیسویں کی عربی زبان میں مختلف علمائے کرام نے قرآنیات پر جو جو کام کیا ہے ان کا علمی و تحقیقی جائزہ درج ذیل ہیں :

مولانا شراف الدین (۱۳۵۸ھ) اور عربی حاشیہ علی الجلالین:

مولانا موصوف کی حالاتِ زندگی دینی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کی تفصیل اردو تفاسیر کے باب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، یہاں موصوف کی عربی تفسیر سے متعلق بحث ہوگی جو درج ذیل ہے۔

''مولانا شراف الدین کثیر التصنیف، محقق اور جید عالمِ دین ہیں، موصوف نے تفسیرِ جلالین کی تفصیلی شرح سپارہ اول تا چہارم تک تفسیر اور شرح لکھی ہے راقم کی موصوف سے (ان کی رہائش گاہ ضلع پشین میں) ان کے صاحبزادے مولوی عطاء اللہ سے ملاقات ہوئی جہاں انھوں نے اپنے والد صاحب کی تفسیر جلالین کی شرح دکھائی موصوف مفسر اس وقت صاحب فراش اور آنکھوں سے نابینا ہیں جس کی وجہ جلالین کی یہ شرح تکمیل کو نہیں پہنچ سکی ''(67)

مولانا شراف الدین (۱۳۵۸ھ) اور عربی تفسیر پارہ ﴿الٓمٓ﴾:

موصوف مفسر چونکہ کثیر التصانیف ہیں اردو تفسر اور عربی تفسیر جلالین کے علاوہ موصوف نے قرآنِ کریم کے پہلے پارے الٓمٓ کی عربی تفسیر لکھی جو کہ بلوچستان کی سطح پر مختلف تفاسیر میں ایک خاص اضافہ ہے۔

خصوصیاتِ تفسیر :

اس تفسیر کی بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں :

''پہلے پارے کی عربی تفسیر جس کا پورا نام موصوف نے جامع البیان فی کشف القرآن واصول القرآن فی تفسیر علوم الفرقان لکھا ہے یہ تفسیر کل ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ کی شکل میں ہے اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم، اصول تفسیرِ قرآن اور عربی میں پہلے پارے کی تفسیر لکھی ہوئی ہے کاغذ زرد اور اعلیٰ طباعتی انداز میں ہے حروف جلی اور سیاہ ہیں انداز تفسیر آسان عربی زبان میں ہے پہلے قرآن کریم کی آیت اس کے بعد تفسیر کے اصول بیان کرتے ہیں جس کے بعد تفصیل کے ساتھ اس پر سیرِ حاصل تفسیر لکھتے ہیں رکوع کے درمیان ربط بھی قائم ہے اس کے ساتھ قرآنی آیات کے درمیان بھی ربط کا خیال رکھا کیا گیا ہے تمام سپاروں میں ابواب بندی کئی ابحاث پر کی گئی ہے اس کے ساتھ ہر مشکل آیت کا آسان ترجمہ لکھا گیا ہے۔ احمد جان بستی، تاجر کتب دینی کانسی روڈ کوئٹہ سے چھپی ہے۔ آخر میں اکابر علمائے کرام کی تقاریظ لکھے ہوئے ہیں۔'' (68)

سید نخبت اللہؒ (۱۹۴۶ء۔۲۰۱۳ء) اور عربی تفسیر نخبۃ البیان :

مختصر سوانحی حالات:

مفسر قرآن نخبت اللہ کی تاریخ اور جائے پیدائش اس طرح سے ہے۔

"آپ کا نام نخبت اللہؒ (کھڈی آغا) بن الحاج مولانا سید عبد المتکبرؒ المعروف (صاحب مبارک) ہے ۔موصوفؒ ۱۲صفر المظفر بروزِ جمعرات ۱۳۶۹ھ /۱۹۴۶ء کو صوبہ بلوچستان کے علاقہ ضلع قلعہ عبداللہ، تحصیل گلستان کے گاؤں عبدالرحمن زئی میں ایک علمی روحانی اور نسلاً حسینی سادات گھرانے ولی کامل الحاج، شیخ المشائخ، مولانا سید نورالحق صاحبؒ کے ہاں آنکھ کھولی موصوف اور ان کے آباؤ واجداد کا شمار (ایک طویل عرصے سے) مذکورہ علاقہ کے اکابر اور سرکردہ مذہبی، علمی، روحانی اور دینی شخصیات میں ہوتا ہے۔(69)"

حصولِ علم:

موصوف نے درج ذیل دینی مراکز سے علم حاصل کیا:

"چونکہ موصوفؒ کا تعلق بنیادی طور پر اپنے علاقے کے مشہور علمی وروحانی خانوادے سے تھا۔ابتداہی سے اپنے گھر ہیں ایک علمی ماحول سے تعلق وواسطہ تھا، تو درسِ نظامی کی ابتدائی کتب والدِ گرامی اور بڑے بھائی الحاج مولانا سید زین العابدینؒ کے زیرِ سایہ مکمل کیں مزید دینی علم کی تکمیل کے لیے موصوفؒ افغانستان کے مشہور شہر قندھار تشریف لے گئے وہاں کی مشہور علمی شخصیات سے کچھ استفادہ کر کے واپس آبائی وطن تشریف لائے اور مزید علمی پیاس بجھانے کی خاطر ملک کی مشہور و معروف اور عظیم دینی درسگاہ دیوبندِ ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا جہاں سے آپؒ نے

درسِ نظامی کی تمام متداولہ کتب وبڑے بڑے اساطینِ علم سے پڑھ کر علم کی پیاس بجائی اور بالآخر ۱۴۹۲ھ میں دورۂ حدیث مکمل کر کے دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان بورڈ سے تمام امتحانات میں نمایاں اور امتیازی نمبرات حاصل کر کے ایم اے علومِ اسلامی (عربی ۔اسلامیات) کی سند حاصل کرلی۔"(70)

شیوخ:

موصوفؒ کی دینی علمی اور روحانی تربیت میں جو اساتذہ کرام شامل ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

"آپؒ کے والد مولانا سید نورالحقؒ، بڑے بھائی مولانا سید زین العابدینؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم زروبویؒ، مفتی اعظم مولانا محمد فریدؒ، شیخ القرآن مولانا عبدالہادیؒ شاہ منصوری، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ اور دیگر اساطینِ علم حضرات شامل ہیں۔"(71)

علمی اور تدریسی خدمات:

موصوف مفسر کی علمی وتدریسی خدمات درج ذیل ہیں۔

"آپ کی فراغت سے قبل موصوفؒ کے والدِ محترمؒ نے اپنی زندگی میں (کوئٹہ شہر) میں تھوڑی سی زمین قیمتاً خرید لی جس پر انھوں نے ایک چھوٹی سی مسجد اور ساتھ ہی طلبہ کی رہائش کے لیے چند کمرے تعمیر کروائے اس طرح یہیں سے آپ نے باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز کیا دیکھتے ہی دیکھتے کچھ ہی عرصے میں یہ ایک معقول رہائشی ادارہ بن گیا، موصوف ماہِ شعبان ورمضان المبارک میں دورۂ تفسیر کراتے بلوچستان میں جہاں قرآنِ کریم کی تفسیر کا کہیں نام ونشان نہیں تھا موصوفؒ نے اس طرح سب سے پہلے

قرآنِ کریم کی تفسیر آغاز کیا اس طرح روز بروز مسجد کی جگہ طلبہ کی رہائش کے لیے تنگ ہوتی گئی اتفاق سے اس کے متصل ہی ایک کھڈہ نما جگہ تھی بعد میں اس کو مسجد کے ساتھ ملا لیا گیا یہی کھڈہ آپ کی شہرت کی وجہ بنی۔ جس کی وجہ سے آج آپ اپنے آپ علاقے میں کھڈی آغا کے نام سے زیادہ مشہور و معرف ہو گئے۔ رفتہ رفتہ یہی جگہ ایک شاندار مسجد اور اقامتی ادارے کی شکل اختیار کر گئی اس طرح آج اسی مقام پر ایک پُر شکوہ اور شاندار کئی منزلہ دینی ادارہ قائم ہے جہاں شب و روز موصوف مسلسل چالیس سال سے درس و تدریس کر رہے ہیں اور یہ موصوفؒ کے اخلاص کا منہ بولتا ثبوت ہے۔"(72)

عربی تفسیر نخبت البیان اور اس کی خصوصیات: نخبت البیان کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

"موصوفؒ کے علمی احسانات میں سے ایک قرآن مجید کی عربی تفسیر نخبت البیان بھی ہے جسے علمی دنیا آج "نخبت البیان" کے نام سے جانتی ہے۔اور یہی تفسیر موصوف کی وجہء شہرت بنی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ تفسیر میں ایک خاص ملکہ عطاء کیا تھا۔ مفسرؒ کا اندازِ بیان نہایت ہی سادہ، عام فہم مبنی بر اعتدال اور سلف کے اقوال و مزاج کے عین مطابق ہوتا تھا اور اگر فرقِ باطلہ پر درکار مرحلہ آتا تو برہان و دلیل سے اپنا مدعی و مقصد بیان کر دیتے اور یہی بات آپ کی تفسیر میں نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت بخشی جس کو قلمبند کرنے سے قلم عاجز ہے تقریباً دس ہزار کے قریب نسخے اب تک چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔"(73)

تاریخِ وفات:

موصوفؒ کی تاریخِ وفات درج ذیل ہے۔

"مولانا سید نخبت اللہؒ مذکورہ دینی ادارے میں چالیس سال سے درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک

تھے کہ عمر کے آخری ایام میں عارضہ ء جگر میں مبتلا ہو گئے جہاں موصوف مفسر کو کوئٹہ شہر کے مقامی ہسپتال لے جایا گیا دورانِ علاج ۲ جنوری ۲۰۱۳ء کو ایک طرف جہاں عالم رنگ و بو کا آفتاب مغربی افق پر ڈھلنے لگا دوسری طرف یہ علمی وروحانی شخصیت اور دنیا کا روشن وتابندہ آفتاب بھی غروب ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔"(74)

دیگر تصنیفات:

اس تفسیر کے علاوہ آپ کی تصنیفات میں درج ذیل کتب شامل ہیں۔

۱۔ تفسیرِ نخبت البیان۔

۲۔ مطوّل۔

۳۔ شرحِ عقائد۔

۴۔ خیالی۔

۵۔ قاضی۔

۶۔ تفسیرِ بیضاوی کی شروحات۔

مولانا سید صفوۃ اللہ شاہ صاحب (۱۳۶۵ھ۔حیات) اور عربی تفسیر صفوۃ البیان:

مختصر حالات زندگی:

مولانا سید صفوۃ اللہؒ کی جائے پیدائش اس طرح سے ہیں:

"صفوۃ اللہ ولد الحاج مولانا سید عبد المتکبر ولد الحاج سید مولانا نور الحق المعروف بہ صاحب مبارک ہے تاریخِ پیدائش بروز منگل ذی القعدہ ہے جائے پیدائش کلی (گاؤں) عبد الرحمن زئی ضلع قلعہ عبداللہ

تحصیل گلستان صوبہ بلوچستان ہے۔"(75)

خصوصیاتِ عربی تفسیر صفوۃ البیان :

بلوچستان میں جہاں مختلف علمائے کرام نے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر لکھے ہیں وہیں حضرت مولانا سید صفوۃ اللہ شاہ صاحب کی عربی تفسیر صفوۃ البیان بھی ہے جو اہلِ بلوچستان کے علمائے کرام کے لئے ایک خاص علمی تحفہ اور ذخیرہ ہے جبکہ بلوچستان کی سطح پر قرآن کریم کے تفسیر وادب کے میدان میں یہ تفسیر ایک عام اضافہ خیال کیا جائے گا۔ جس کے بارے میں جاننا ضروری واہم ہوگا۔

"عربی تفسیر صفوۃ البیان ایک جامع اور آسان عربی زبان میں لکھی ہوئی تفسیر ہے کل دو (۲) جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد میں پندرہ پارے کی تفسیر ہے، کاغذ سفید درمیانہ ہے لکھائی خوبصورت اور نستعلیق ہے، موصوف مفسر قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت پہلے آیتِ مبارکہ لکھتے ہیں اس کے بعد عربی زبان میں اس کا ترجمہ لکھتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کے متن کے ارد گرد اس کی تشریح وتوضیح مفصل اور مدلل انداز میں بیان کرتے ہیں، جس میں جابجا احادیث مبارکہ کے حوالے بھی ساتھ میں لکھتے ہیں گویا کہ یہ تفسیر ایک طرح سے تفسیر بالحدیث ہے۔ اس میں پورے وضاحت کے ساتھ مسئلہ کو سمجھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، اور پورے مضمون کا خلاصہ آیت کی تفسیر میں بیان کرکے اس کا احاطہ کرتے ہیں، اس تفسیر سے عربی زبان کے جاننے والے بآسانی استفادہ کرسکتے ہیں، عربی زبان میں یہ ایک منفرد تفسیر ہے۔ جس سے اس بات کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ یہ تفسیر ایک محققانہ اور عالمانہ انداز میں لکھی گئی ہے جس سے مفسر کی محنتِ شاقہ نمایاں ہے اور مفسر کی علمی لیاقت اور اعلیٰ صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔"(76)

مصادر ومراجع:

اس تفسیر میں مولانا موصوف نے جن عربی اردو تفاسیر سے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند تفاسیر درج ذیل ہیں۔

۱۔روح المعانی۔

۲۔تفسیر قرطبیؒ۔

۳۔تفسیر خازن۔

۴۔تفسیر مظہری۔

۵۔تفسیر درِ منثور۔

۶۔تفسیر سمرقندی۔

۷۔تفسیر کبیر۔

۸۔تفسیر سراج منیر۔

۹۔تفسیر معارف القرآن۔

۱۰۔تفسیر بیان القرآن۔

۱۱۔تفسیر شیخ الہند محمود الحسن۔

۱۲۔تفسیر مدارک وغیرہ۔(77)

تفسیر صفوۃ البیان کے متعلق ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ رقم طراز ہیں :

''فقد طالعت تفسير ''صفوة البيان'' للعلامة مولانا السيد صفوة الله الحقاني المحترم فوجدته تفسيرا قيماً جامعاً للفوائد النادرة والمسائل الحامة، قد بذل المؤلف الموقر جهوده المشكورة فى ربط الآيات والسور، والمعانى والمطالب، وأهداف نبيلة، وأسرار

ثمينة وأسأل الله الكريم أن يجعله مصدراً عظيماً ومرجعاً كبيرا لو زاد المعرفة ويثقل به ميزان مؤلفة والله المستعان وعليه التكلان۔"[78]

ترجمہ :"میں نے مولانا سید صفوۃ اللہ صاحب کی تفسیر صفوۃ البیان کا مطالعہ کیا میں نے اس تفسیر کو ایک جامع فوائدِ نادرہ اور اہم مسائل کو جمع کرنے والا پایا محترم مؤلف نے آیات اور سورتوں کے درمیان، معانی ومطالب اہم اہداف اور قیمتی رموز کو یکجا کرنے میں انتہائی محنت اور لگن سے جمع کیا میں اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس تفسیر کو ایک عظیم بنیاد، اور ایک عظیم مرجع ۔۔۔۔اور اس کو مصنف کے لیے میزان کے بھاری ہونے کا ذریعہ بنائے۔(آمین)اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی ہی پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔"

مولانا حافظ محمودؒ اور عربی تفسیر لُبابُ القرآن:

موصوف کی حالاتِ زندگی اور دیگر خدمات (پشتو باب کے) سورۂ فاتحہ کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں۔

موصوف مفسرؒ چونکہ علاقے کے جید عالمِ دین و محقق اور مصنف تھے اس کے علاوہ صاحبِ عربی (تفسیر) تھے آپ اس تفسیر کی چیدہ چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔لباب القرآن عربی زبان میں بطرزِ تفسیرِ جلالین لکھی گئی ہے۔

۲۔مصنفؒ نے لباب القرآن میں ہر سورت کے شروع میں تین چیزوں کا التزام کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

الف۔ربطِ سورت بماقبلہا۔

ب۔دعویٰ سورت۔

ج۔خلاصہ مضامین۔

۳۔ہر سورت کے آخر میں مذکورہ سورت کے امتیازات کااضافہ بھی دیا گیا ہے۔

۴۔ تفسیر میں مفسرؒ کاانداز بیان تفسیرِ جلالین سے مشابہت رکھتا ہے لیکن قدرے وضاحت کے ساتھ ہے۔

۵۔اسرائیلی روایات اور قصص سے بالکل معرّیٰ ہے جبکہ بسااوقات اسرائیلیات پر تنقید فرمائی ہے۔

۶۔ہر آیت کاواضح طور سے مطلب بیان کیا گیا ہے۔

۷۔جن آیات میں علماء تفسیر نے متعدد تفاسیر بیان فرمائی ہیں موصوف اپنی تفسیر میں ان کااستیعاب فرماتے ہیں۔

۸۔جن آیات کے تحت علمائے تفسیر نے مختلف تفاسیر کاتذکرہ کیا ہے موصوف مفسرؒان میں سے راجح قول کواختیار کرتے ہیں۔

۹۔اکثر مقامات پر آیتوں کو عنوان سے معنون فرماتے ہیں۔مثلاًآیتِ بشارت، تخویف اور علت وغیرہ۔

۱۰۔آیت میں جواندراج اور تقریر ہواس کو تحریر فرماتے ہیں۔

۱۱۔ تفسیر لباب القرآن آسان،انتہائی سلیس عربی میں لکھی گئی ہے۔

مولانا محمد طیب (۱۹۶۹ء۔حیات)اور عربی تفسیر جواہر البحار فی تفسیر الکلام العزیز الغفار:

بلوچستان کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کی تفاسیر کے حوالے سے ایک عربی تفسیر بنام ’’جواہر البحار فی تفسیر الکلام العزیز الغفار‘‘ جسے مولانا محمد طیب صاحب فاضلِ درس نظامی از دار العلوم کراچی کی بہترین کاوش خیال کیا جاتا ہے۔جسے ایک اعتبار سے بلوچستان کی علمی سطح پر اہم اور خاص اضافہ جبکہ عمومی سطح پر ایک عام اضافہ خیال کیا جاتا ہے۔موصوف فاضل نے یہ تفسیر قرآن بزبانِ عربی حوالہء قرطاس کرکے نہ صرف عربی زبان کا حق ادا کیا ہے، بلکہ بلوچستان میں اہلِ علم حضرات پر احسانِ عظیم بھی کیا ہے،مولانا محمد طیب صاحب کی حالاتِ زندگی اور موصوف کی دینی وعلمی خدمات (پشتو باب کے ترجمہ قرآن میں) تفصیلی طور پر گذر چکے ہیں، یہاں صرف عربی تفسیرِ قرآن کریم کااجمالاًتذکرہ کیا جارہا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

خصوصیاتِ عربی تفسیر جواہر البحار فی تفسیر الکلام العزیز الغفار:

مولانا محمد طیب صاحب نے زیر بحث عربی تفسیر میں جوانداز بیان اور اسلوب اختیار کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ لُبّ لباب القرآن۔

۲۔ جواہر البحار عبارۃ عن الارتباط فیما بین السور وآیات الفرقان۔

۳۔ جواہر البحار عبارۃ عن الرائذ اللمتطلقۃ عن شیوخ ھذا الزمان۔

۴۔ جواہر البحار عبارۃ عن حلِ المشکلات فی آی القرآن۔

۵۔ جواہر البحار عبارۃ عن حل المسائل المنغمصنۃ فی کل آن۔

۶۔ جواہر البحار دلیل لمدرس القرآن۔

۷۔ جواہر البحار عبارۃ عن تبین اسماء الحسنیٰ وردت فی کل سورۃ من القرآن۔

۸۔ جواہر البحار عبارۃ عن الامتیازات امتازت السورۃ عن غیرھا فی القرآن۔

۹۔ جواہر البحار فیھا ما تشتھی الانفس و تلذ الاعین۔ (79)

ترجمہ: ۱۔ یہ تفسیر لبابِ قرآن ہے

۲۔ عربی تفسیر جواہر البحار میں آیاتِ مبارکہ اور سورتوں کے درمیان ربط بھی بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ جواہر البحار عصر حاضر کے علمائے تفسیر کے عین مزاج کے موافق ہے۔

۴۔ جواہر البحار میں جہاں جہاں سورتوں میں مشکل عربی الفاظ مستعمل ہیں ان کا حل کیا گیا ہے۔

۵۔ جواہر البحار میں مسائلِ ضروریہ کے حل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۶۔ جواہر البحار اہلِ مدارس کے علمائے کرام کے لیے ایک نشانی کی دلیل ہے۔

۷۔ جواہر البحار میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ مستعمل ہیں انہیں بیان کیا گیا ہے۔

۸۔ جواہر البحار کی عربی تفسیر کرتے ہوئے۔

فصلِ سوم: بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں منتخب تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

پاکستان کا صوبہ بلوچستان کا خطہ مملکتِ خداداد کا ایک وسیع وعریض خطہ ہے جہاں صحابہ ءکرامؓ کے مبارک دور سے اسلام کے نور کا آغاز ہو چکا تھا اس سلسلے میں ان مبارک نفوس کے طفیل یہاں رشد وہدایت کے چشمے پھوٹ پڑے ہیں جس کی وجہ سے اُسی دور میں یہاں کے لوگوں پر اسلامی تعلیمات کا اثر براہِ راست پڑنا شروع ہوا اس طرح یہاں اسلام کی کرنیں مزید تیزی کے ساتھ پورے برِ صغیر پاک وہند میں پورے آب وتاب کے ساتھ آج تک قائم ودائم ہیں یہ انہی مبارک ہستیوں کا مرہونِ منت ہے جہاں مختلف علمائے کرام نے دیگر مختلف علاقائی زبانوں میں جو جو تراجم یا تفاسیر لکھی ہیں۔ پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مذکورہ بالا دمختلف زبانوں میں جو تراجم یا تفاسیر لکھی گئی ہیں، اسی طرح یگر علاقائی زبانوں میں بھی دورانِ تحقیق مختلف تراجم وتفاسیر قرآن سامنے آئی ہیں، جن میں مولانا شراف الدین صاحب کی عربی تفسیر ''الٓمٓ'' پارہ اور عربی تفسیر ''حاشیہ علی تفسیر جلالین''، سید نخبت اللہ آغاؒ کی عربی تفسیر ''نخبۃ البیان''، مولانا سید صفوۃ اللہ صاحب کی عربی تفسیر ''صفوۃ البیان، مولانا حافظ محمودؒ کی عربی تفسیر ''لُباب القرآن''، مولانا محمد طیب کی عربی تفسیر ''جواہر البحار فی تفسیر الکلام العزیز الغفار''، اس طرح دیگر علاقائی زبانوں میں اردو زبان کے مترجمین ومفسرین میں قاری عبدالواحدؒ کا اردو زبان میں ''قرآنِ حکیم کی ایک سو چودہ سورتوں کا اردو خلاصہ''، مولانا عبدالعزیزؒ کا تفسیر فی ظلال القرآن اور تفسیر احکام القرآن للجصاصؒ کا اردو زبان میں ترجمہ، مولانا حسین احمد شرودی صاحب کا تفسیر ''کشف القرآن'' کا اردو زبان میں ترجمہ، مولانا سید بدیع الدین صاحب کا ''اردو ترجمہ ءقرآن (قلمی) اسی طرح اردو زبان کے تفاسیر میں محمد ابراہیمؒ کی ''منظوم اردو تفسیر''، مولانا شراف الدین کی تفسیر ''بُلغۃ الحیران''، مولانا سید عبدالستار شاہ صاحب کی اردو تفسیر ''منازل العرفان فی تفسیر القرآن'' اور تفسیر فی ظلال القرآن خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جبکہ دیگر علاقائی زبانوں میں حاجی محمد عمر بلوچ صاحب کا ہفت زبان (اردو، فارسی، پشتو، بلوچی، براہوئی اور پنجابی) میں ترجمہ ءقرآن خاص اہمیت کے حامل اور قابلِ ذکر ہیں۔

بیسوی صدی میں بلوچستان میں پشتو زبان میں ہونے والے تراجم وتفاسیر اعداد وشمار کی روشنی میں

نمبر	نام کتاب	مترجم/مفسر	کلی/جزئی	طبع
۱	ترجمہ، تفسیرِ ترجمان القرآن	عبدالصمد خان اچکزئی شہیدؒ	جزئی	غیر مطبوع
۲	ترجمہ تفسیر عثمانی	مولانا غلام کبریا خان ترکانیؒ	کلی	غیر مطبوع
۳	سورۂ فاتحہ کا پشتو ترجمہ	مولانا حافظ محمودؒ	جزئی	غیر مطبوع
۴	عقود الجمان (ترجمہ)	مولانا محمد طیب	کلی	مطبوع
۵	ترجمہ قرآن	مولانا موسیٰ دین اخوندزادہ	جزئی	مطبوع
۶	تفسیر سورۂ والضحیٰ	مولانا رحمت اللہ	جزئی	غیر مطبوع
۷	تفسیر زین البیان	مولانا محمد شریف	جزئی	مطبوع
۸	تفسیر حسن البیان	مولانا محمد شریف	جزئی	غیر مطبوع
۹	تفسیر سورہ والضحیٰ	صاحبزادہ حمید اللہ	جزئی	غیر مطبوع
۱۰	تفسیر انوارِ قرآنی	مولانا عبدالخالق تارن	جزئی	غیر مطبوع
۱۱	تفسیر تبیان القرآن	مولانا عبدالشکور طوروی	کلی	جزئی مطبوع
۱۲	تحفۃ الحیران	مولانا عبدالجبار	کلی	غیر مطبوع
۱۳	تفسیر الہامی	مولانا سید علاء الدین آغا	جزئی	غیر مطبوع
۱۴	تفسیر ایوبی حنفی	مولانا عبید اللہ قندھاری	کلی	مطبوع
۱۵	نقیب التفاسیر	مولانا عبید اللہ نہر کاریزی	کلی	مطبوع
۱۶	ترجمہ معارف القرآن	مولانا عبدالرازق	کلی	مطبوع
۱۷	در التفاسیر	مولانا عبدالعزیز کاکڑ	کلی	مطبوع
۱۸	تفسیر قرآن	مولانا صبغت اللہ	کلی	مطبوع

بیسوی صدی میں بلوچستان میں براہوئی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر اعداد وشمار کی روشنی میں

نمبر	نام کتاب	مترجم/مفسر	جزئی/کلی	طبع
۱	ترجمہ قرآن	مولانا محمد عمر دین پوریؒ	کلی	مطبوع
۲	منظوم ترجمہ سورۃ الفاتحہ	مولانا محمد افضل نوشکویؒ	جزئی	مطبوع
۳	منظوم ترجمہ سورۂ یٰس	مولانا محمد افضل نوشکویؒ	جزئی	مطبوع
۴	منظوم ترجمہ سورۂ اخلاص	مولانا محمد افضل نوشکویؒ	جزئی	مطبوع
۵	ترجمہ کنز الایمان	مولانا عبد الغفار حلیمی	کلی	مطبوع
۶	تفسیر قرآن علم نابال (سورۂ علق)	مولانا محمد عمرؒ	جزئی	مطبوع
۷	تفسیر السلطان (تنویر الایمان)	حافظ سلطان احمدؒ	جزئی	جزئی مطبوع
۸	تفسیرِ رشیدیہ (پارہ عم)	مولانا عبد الرشید ہمدم	جزئی	مطبوع
۹	تفسیر المنان فی ترجمۃ معانی القرآن	مولانا عبد الکریم لہڑی	کلی	مطبوع
۱۰	تفسیر مفتاح البیان	مولانا محمد عمر دین پوریؒ	جزئی	غیر مطبوع
۱۱	تفسیرِ اختریہ	مولانا اختر محمدؒ	کلی	مطبوع
۱۲	تفسیر کشف القرآن	مولانا محمد یعقوب شرودیؒ	کلی	مطبوع
۱۳	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن	مفتی عبد الغفار حلیمی	کلی	مطبوع

بیسوی صدی میں بلوچستان میں بلوچی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر اعداد وشمار کی روشنی میں

نمبر	نام کتاب	مترجم/مفسر	جزئی/کلی	طبع
۱	ترجمہ قرآن	مولانا میاں حضور بخش جتوئیؒ	کلی	مطبوع
۲	ترجمہ سورۂ یٰس	مولانا میاں حضور بخش جتوئیؒ	جزئی	مطبوع
۳	ترجمہ سورۂ ملک	مولانا میاں حضور بخش جتوئیؒ	جزئی	مطبوع
۴	ترجمہ پارۂ عم	سید ظہور ہاشمی	جزئی	مطبوع
۵	موضح القرآن	مفتی احتشام الحق آسیاآبادیؒ	جزئی	غیر مطبوع
۶	جمال القرآن (ترجمہ قرآن)	جمال عبد الناصر	کلی	مطبوع
۷	کلمات القرآن (ترجمہ قرآن)	مولانا ریاض الحق جامعی	کلی	غیر مطبوع
۸	تفسیر القرآن (پہلا پارہ)	مولانا قاضی عبد الصمد سربازیؒ	جزئی	مطبوع
۹	تفسیر قرآن	مولانا قاضی عبد الصمد سربازیؒ	جزئی	مطبوع
۱۰	تفسیرِ قرآن	مولانا خیر محمد ندویؒ	جزئی	مطبوع
۱۱	ترجمہ وتفسیر	مرزا فیض اللہ خان یوسف زئی	جزئی	غیر مطبوع
۱۲	تفسیر	الحاج میر عبد القیوم بلوچؒ	کلی	غیر مطبوع
۱۳	تفسیرِ قرآن	مولانا عبد الغفار ضامرانی	کلی	مطبوع

بیسوی صدی میں بلوچستان میں فارسی زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر اعداد وشمار کی روشنی میں

نمبر	نام کتاب	مترجم/مفسر	جزئی/کلی	طبع
۱	منظوم تفسیر سورۂ یٰس	مولانا محمد صالح الشاکر	جزئی	مطبوع
۲	فتح المغنی علی تفسیر الحسینی	مولانا محمد یعقوب	کلی	غیر مطبوع
۳	سعادت الدارین علی تفسیر جلالین	مولانا محمد یعقوب	جزئی	غیر مطبوع

بیسویں صدی میں بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر

نمبر	نام کتاب	مترجم/مفسر	جزئی/کلی	طبع
۱	اردو ترجمہ قرآن	قاری عبدالواحد	کلی	مطبوع
۲	اردو ترجمہ تفسیر احکام الجصاص	مولانا عبدالعزیز	کلی	غیر مطبوع
۳	تفسیر فی ظلال القرآن (ترجمہ)	مولانا عبدالعزیز	جزئی	مطبوع
۴	تفسیر کشف القرآن (ترجمہ)	مولانا حافظ حسین احمد شرودی	کلی	مطبوع
۵	اردو ترجمہ قرآن	مولانا سید بدیع الدین	جزئی	غیر مطبوع
۶	منظوم ترجمہ قرآن	محمد ابراہیم	کلی	غیر مطبوع
۷	اردو تفسیر بلغۃ الحیران	مولانا شراف الدین	جزئی	غیر مطبوع
۸	منازل العرفان فی تفسیر القرآن (اردو)	مولانا سید عبدالستار شاہ	کلی	مطبوع
۹	ہفت زبان ترجمہ قرآن	حاجی محمد عمر بلوچ	کلی	غیر مطبوع
۱۰	حاشیہ علی الجلالین (عربی)	مولانا شراف الدین	جزئی	غیر مطبوع
۱۱	جامع البیان فی کشف القرآن واصول القرآن فی تفسیر علوم الفرقان (عربی)	مولانا شراف الدین	جزئی	مطبوع
۱۲	نخبۃ البیان (عربی تفسیر)	مولانا سید نخبت اللہ	کلی	مطبوع
۱۳	صفوۃ البیان (عربی تفسیر)	مولانا سید صفوۃ اللہ شاہ	کلی	مطبوع
۱۴	تفسیر لباب القرآن (عربی)	مولانا حافظ محمود	کلی	غیر مطبوع
۱۵	جواہر البحار فی تفسیر کلام العزیز الغفار (عربی)	مولانا محمد طیب	کلی	مطبوع

بیسوی صدی میں بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم کی کل تعداد

نمبر شمار	زبان	تراجم	جزئی	کلی	مطبوع	غیر مطبوع
۱	پشتو	۵	۳	۲	۲	۳
۲	براہوئی	۵	۳	۲	۵	ـ
۳	بلوچی	۸	۵	۳	۵	۳
۴	فارسی	--	--	--	--	--
۵	اردو	۷	۲	۵	۳	۴
۶	عربی	--	--	--	--	--
	کل میزان تراجم	**۲۵**	**۱۳**	**۱۲**	**۱۵**	**۱۰**

بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآن پاک کی تفاسیر کی کل تعداد

نمبر شمار	زبان	تفاسیر	جزئی	کلی	مطبوع	غیر مطبوع
۱	پشتو	۱۳	۶	۷	۷	۶
۲	براہوئی	۹	۵	۴	۷	۲
۳	بلوچی	۶	۴	۲	۴	۲
۴	فارسی	۳	۲	۱	۱	۲
۵	اردو	۲	۱	۱	۱	۱
۶	عربی	۶	۲	۴	۴	۲
	کل میزان تفاسیر	**۳۹**	**۲۰**	**۱۹**	**۲۴**	**۱۵**

بیسوی صدی میں بلوچستان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کی کل تعداد

کل تراجم	کل تفاسیر	کل میزان
۲۵	۳۹	۶۴

اختتامیہ/خلاصہ بحث

مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا صوبہ بلوچستان برصغیر پاک وہند کا وہ بابرکت خطہ ہے، جہاں اسلام کی ترویج واشاعت پہلی صدی ہجری میں عمل میں آئی، صحابہ کرامؓ پہلی صدی ہجری میں اس خطے میں وارد ہوئے اور یوں دینِ مبین کی ترویج واشاعت اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں۔ پہلی صدی ہجری کے آغاز سے ہی اس خطے میں توحید کا نور عام ہوااور اسلامی علوم وفنون کی راہیں ہموار ہوئیں۔ قرآنِ کریم رشد وہدایت کا سرچشمہ اور دینِ مبین کا بنیادی ماخذ ہے، قرآن کریم کی تعلیمات، قرآنی علوم، قرآنی تراجم اور تفاسیر سے مسلمانوں کو آغاز ہی سے تعلق رہا ہے، بلوچستان میں بھی اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر مختلف علاقائی زبانوں عربی، فارسی، بلوچی، براہوئی، پشتو، اردو، پنجابی اور بعض دیگر زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر نے اس خطے کے مسلمانوں کو دین اور اسلامی علوم سے جلا بخشی، خصوصاًاس دیار کے علماء نے ہر دور اور ہر عہد میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا ایک خطیر اور گراں بہا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے، عصر حاضر میں بھی اس خطے کے علماء نے قرآنِ کریم کے مختلف علاقائی زبانوں میں تراجم وتفاسیر مختلف اسالیب ومناہج میں پیش کیے ہیں۔

پیشِ نظر مقالے میں بلوچستان میں قرآن فہمی، قرآنی تراجم وتفاسیر کا علمی وتحقیقی اور تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ''بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' پانچ ابواب اور اس کے مختلف فصول پر مشتمل ہے، جس میں علمی وتحقیقی بنیاد پر بلوچستان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا علمی بنیادوں پر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا صوبہ بلوچستان ایک کثیر اللسان صوبہ ہے، جس میں مختلف زبانیں مثلاً بلوچی، براہوئی، پشتو، اردو، فارسی اور دیگر علاقائی زبانیں آج بھی بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ اس طرح بلوچستان میں ہر ہر دور میں مختلف علمائے کرام نے اپنے ماقبل اکابرین (صحابہ ءکرامؓ وتابعینِ عظامؒ) اور اس خطے کے معروف علماء ومفسرین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قرآنِ کریم کے مقدس پیغام کو اپنے اپنے علمی ذوق کے مطابق مذکورہ بالا زبانوں میں تراجم یا تفاسیر پیش کیے، خطہ ءبلوچستان میں تراجم وتفاسیر کا یہ سلسلہ بنیادی طور پر تیسری صدی ہجری سے شروع ہوا جو کہ بوجہ ءامتدادِ زمانہ کی آج یہ تراجم یا تفاسیر ناپید ہو چکے ہیں، جبکہ اس کے بعد آنے والی صدیوں میں بھی گوناگوں تراجم وتفاسیر لکھی جاچکی ہیں جس کا تفصیلی

تذکرہ مقالے کے باب اول فصل دوم ہیں مذکور ہے، یہاں تک کہ پندرہویں صدی ہجری میں قرآنی علوم وفنون اور تراجم وتفاسیر کے حوالے سے سب سے زیادہ کام مذکورہ صدی میں ہوا ہے۔

مقالہ ہذا کو کل پانچ ابواب اور بائیس فصول پر تقسیم کیا گیا ہے، جس کے بابِ اول اور فصلِ اول میں بلوچستان میں آغازِ اسلام کے موضوع پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اس خطہ کا قدیم جغرافیہ اور اس خطے میں صحابہ کرامؓ کا ورودِ مسعود بنیادی اور مستند مآخذ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ جس میں سندھ کے بجائے بلوچستان کو "باب الاسلام" مستند تاریخی حقائق وقرائن کی روشنی میں قرار دیا گیا ہے، بعد ازاں امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قرآنِ کریم کے ترجمہ کے اصول نگاری اور تفسیر کی لغوی واصطلاحی تحقیق اور عرب علماء کی مختلف تعریفات کا ذکر ہے۔ فصلِ دوم میں اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے تراجم وتفاسیر کا عہدِ رسالت اور عہدِ خلفائے راشدین کے مختلف ادوار میں مختصر تعارفی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ فصلِ سوم میں بلوچستان میں بیسویں صدی عیسوی سے قبل مقالہ ہذا کی مناسبت سے پشتو زبان کے علمائے کرام کی قرآنِ کریم کے تراجم اور تفسیری ادب کے حوالے سے ان کی خدمات کا مفصل انداز میں آغاز وارتقاء پر تاریخی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ مذکورہ باب کے فصل چہارم میں صوبہ بلوچستان میں بیسویں صدی میں پشتو زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم کا علمی، تحقیقی اور تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ بابِ اول کے فصلِ پنجم میں بیسویں صدی میں بلوچستان میں پشتو زبان میں لکھی جانے والی تفاسیر کا علمی وتحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور فصل ششم میں بلوچستان میں بیسویں صدی میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ اور تراجم وتفاسیر قرآن کی اہمیت پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم جو کہ بلوچستان میں براہوئی زبان میں بیسویں صدی کے تراجم اور تفاسیر سے متعلق ہے۔ بلوچستان میں بیسویں صدی کے تراجم وتفاسیر سے قبل براہوئی قوم کا معاشرتی وتاریخی جائزہ اور براہوئی قوم کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے اس طرح یہ باب کل تین فصول پر مشتمل ہے، جس کی پہلی فصل میں بلوچستان میں براہوئی زبان میں منتخب تراجم قرآن کا علمی وتحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور فصلِ دوم میں بلوچستان میں مذکورہ صدی کی براہوئی زبان کی تفاسیر پر ایک تفصیلی تعارف نہایت مستند اور بنیادی مآخذ ومراجع سے استفادہ کرتے ہوئے پیش کیا گیا ہے، اسی طرح باب کے آخری فصل میں بلوچستان میں براہوئی زبان میں مختلف تراجم وتفاسیر کا آپس میں تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

منظور شدہ خاکہ کی ترتیب پر عمل درآمد کرتے ہوئے اس کے بعد بلوچستان میں بولی جانے والی بلوچی زبان میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کے ادبی میدان میں بھی مبسوط قدیم اور جدید تراجم وتفاسیر کے حوالے سے پورا ایک باب دیا گیا ہے، جس کی کل تین فصلیں ہیں جس میں پہلے بلوچ قوم اور بلوچی زبان کا تاریخی پسِ منظر اور ان اسلام سے تعلق پر علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس کے بعد فصلِ اول میں بلوچستان میں بیسویں صدی کے منتخب تراجم قرآن کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے جبکہ اسی طرح فصل دوم میں اسی صدی کے تفسیری ادب پر سیرِ حاصل بحث کی گئی ہے اور باب کے آخری فصل میں بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ مجید کے تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اس طرح بلوچستان (قبل از قیامِ پاکستان) میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں ایک فارسی زبان بھی ہے جس میں بیسویں صدی سے قبل بھی قرآنِ کریم کے تفسیری ادب پر قدیم اور جدید علمائے کرام نے کام کیا ہے، اس کا بھی ایک الگ باب بندی کی گئی ہے، اس باب کے بھی کل تین فصلیں ہیں، باب کے پہلی فصل سے قبل قدیم فارسی زبان کے دیگر مختلف فارسی زبان کے تراجم وتفاسیر کا علمی وتحقیقی قدیم اور مستند ماخذ کی روشنی میں جائزہ دیا گیا ہے اس کے بعد پہلی فصل بلوچستان میں بیسویں صدی میں فارسی زبان میں قرآنِ کریم کے منتخب تراجم کے لیے مختص کی گیا ہے لیکن دورانِ تحقیق بلوچستان میں بیسویں صدی میں کسی عالمِ دین یا مترجم کا فارسی زبان کوئی میں ترجمہ ءقرآن سامنے نہیں آیا ہے، اور بعد ازاں بیسویں صدی میں بلوچستان میں قرآنِ کریم کی تفسیری ادب پر جن علمائے کرام نے فارسی زبان میں جو تفاسیر لکھی ہیں ان کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور باب کی آخری فصل میں فارسی زبان کے تراجم وتفاسیر کا آپس میں ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ دیا گیا ہے۔

مقالہ کے آخری باب کی بھی دیگر ابواب کی طرح ایک باب بنام بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کے نام سے باب بندی کی گئی ہے، جس کی تین فصلیں ہیں جس میں بلوچستان میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا احاطہ کیا گیا ہے، باب کی پہلی فصل میں دیگر علاقائی زبانوں کے تراجم وتفاسیر مثلاً اردو، عربی، بلوچی، براہوئی، فارسی، پشتو اور پنجابی زبانیں جبکہ فصل دوم میں تفسیری ادب پر مختصر تاریخی، تعارفی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، اور اس طرح آخری باب کی آخری فصل میں بلوچستان میں دیگر علاقائی زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پیشِ نظر مقالہ اور اس کے ابواب وفصول متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مصادر ومراجع سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے خالصتاً علمی و تحقیقی اسلوب میں مکمل کیے گئے ہیں۔اس ضمن میں مقالے کی تکمیل کے لیے جو علمی و تحقیقی تقاضے مطلوب تھے،ان پر پورے طور پر عمل کرتے ہوئے یہ تحقیقی مقالہ پایہء تکمیل کو پہنچا ہے، جن میں میرے مشرف ومشفق رہبر ورہنماجناب ڈاکٹر حافظ محمد ثانی نگرانِ تحقیق ہر قدم پر میری بھرپور راہ نمائی کرتے رہے ہیں،اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جزائے خیر عطافرمائے۔

مختصر طور پر یہ کہ بلوچستان کے خطے میں قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کا علمی، تحقیقی وتنقیدی جائزہ ہے، جس میں اس خطے کے تراجم وتفاسیرِ قرآن پر سیر حاصل بحث کے ساتھ علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

﴿حواشی وحوالہ جات باب پنجم﴾

(1) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو، ط، دوم ۱۹۹۴ء، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ص، ۵۵۴۔

(2) ایضاً ص، ۵۵۴۔

(3) کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، فکر و نظر، اسلام آباد، جلد ۳۶، شمارہ ۴، ۳، ص ۳۵۹، ۳۵۸ ۔

(4) ایضا ص ۳۵۹، ۳۵۸ ۔

(5) ۱۷/۵۴۔

(6) ایضا ص ۳۵۹، ۳۵۸ ۔

(7) ایضاً ص ۲۔

(8) قاری عبدالواحد، اردو ترجمہ قرآن، ص ۴۔

(9) ایضاً ص ۳۶۰۔

(10) ایضاً ص ۳۹۰۔ عبدالواحد، قاری، اردو ترجمہ قرآن سورۂ مرسلات آیات ۱ تا ۱۴۔

(11) مندوخیل، عبدالخالق، مولانا، مقالہ، علماء بلوچستان کے فقہی آثار کا جائزہ انیسویں و بیسویں صدی میں، یونورسٹی آف جام شورو سندھ، ص ۱۱۱ تا ۱۱۲۔

(12) ایضاً ص ۱۱۱ تا ۱۱۲۔

(13) ایضاً ص ۱۱۱ تا ۱۱۲۔

(14) محولہ بالا ایضاً ص ۱۱۱ تا ۱۱۲۔

(15) ایضاً ص ۱۱۱ تا ۱۱۲۔

(16) ایضًا ص ۱۱۱تا۱۱۲۔

(17) ابو بکر الرازی،احکام القرآن، قدیمی، ص ۱۔

(18) محولہ بالاایضاًعبدالخالق مندوخیل ص۱۱۱تا۱۱۲۔

(19) سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن،اردو ترجمہ سید عارف شیرازی، کراچی، ۱۹۹۰ء ص ا۔

(20) ایضاًص ا۔

(21) ایضاًص ا۔

(22) ایضاًص۔

(23) ایضاًمحولہ بالاعبدالخالق مندوخیل ص۱۱۱تا۱۱۲۔

(24) شرودی، مولانا حسین احمد،اردو ترجمہ، تفسیر کشف القرآن،۱۹۹۹ء، سیلز اینڈ سروسز، ص،۲۲۔

(25) ایضاًص ۲۲۔

(26) ایضاًص ۲۲۔

(27) محولہ بالاایضاً،ص،۲۳۔

(28) موصوف نے راقم کوخط املاء کرایاجوکہ محفوظ ہے۔

(29) ایضاً۔

(30) لائبریری، مدرسہ ضیاءالعلوم سپر ہائی وے کراچی۔

(31) ایضاً۔

(32) براہوئی، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، بلوچستان میں دینی ادب، قلمی کوئٹہ،۱۹۸۷ء ص ۱۴۳،۱۴۲۔

(33) محولہ بالا ص۱۴۳، ۱۴۲۔

(34) محولہ بالا ص۱۴۳، ۱۴۲ ۔

(35) محولہ بالا ص۱۴۳، ۱۴۲ ۔

(36) شراف الدین، مولانا، حالاتِ زندگی، نبذۃ من احوال المؤلف، ص۵۔

(37) ایضاً، ص۵۔

(38) محولہ بالا ایضاً ص۵۔

(39) ایضاً ص۵۔

(40) بتول، فرح، علمائے بلوچستان کی ترجمہ قرآن وتفسیر میں خدمات، ایم فل تحقیقی مقالہ، جامعہ بلوچستان لائبریری، ۲۰۱۲ کوئٹہ، ص۹۴ ۔

(41) ملاقات مفسر سے ۲۲ فروری ۲۰۱۷ء بمقامِ جامعہ رحیمیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

(42) بتول، فرح، علمائے بلوچستان کی ترجمہ قرآن وتفسیر میں خدمات، ایم فل تحقیقی مقالہ، جامعہ بلوچستان لائبریری، ۲۰۱۲ کوئٹہ، ص۹۷ ۔

(43) محولہ بالا ایضاً، ص، ۹۵ ۔

(44) محولہ بالا ایضاً، ص۹۶۔

(45) محولہ بالا ص۹۶۔

(46) محولہ بالا ایضاً، ص۹۶، ۹۵۔

(47) بتول، فرح، ایم فل تحقیقی مقالہ، لائبریری جامعہ بلوچستان، علمائے بلوچستان کی ترجمہ قرآن وتفسیر میں خدمات ۲۰۱۲ء، ص۹۹، ۹۸۔

(48) ایضاً ص۹۹۔

(49) محولہ بالا ایضاً ص۹۹۔

(50) محولہ بالاایضاً ص۹۹۔

(51) محولہ بالاایضاًص۹۹۔

(52) محولہ بالاایضاً،ص ۹۹تا۱۰۰۔

(53) محولہ بالا:ایضاً،ص ۱۰۰۔

(54) محولہ بالاایضاً ۱۰۰۔

(55) محولہ بالا:ایضاً ۱۰۰۔

(56) محولہ بالاایضاً،ص ۱۰۱۔

(57) محولہ بالاایضاً ص۱۰۱۔

(58) محولہ بالاایضاً ۱۰۱۔

(59) ۹/۱۵۔

(60) جمیل نقوی،اردو تفاسیر (کتابیات) مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۹۲،ص۱۵۔

(61) ایضاً ص۱۵۔

(62) راہی،اختر،پروفیسر،تذکرہ مصنفینِ درس نظامی،لاہور،۱۹۷۸ء،ص۱۳۴۔

(63) حریری،غلام احمد،پروفیسر،تاریخِ تفسیر ومفسرین،فیصل آباد،۱۹۸۴ء،ص۲۲۸تا۲۲۹۔

(64) کوثر،انعام الحق،ڈاکٹر،بلوچستان میں تحریک تصوف،لاہور،۱۹۹۵ء،ص۳۹تا۴۰۔

(65) محولہ بالاایضاً ص۴۰۔

(66) حوالہ: محولہ بالاص۴۰۔

(67) شراف الدین، مولانا، جامع البیان فی کشف علوم القرآن واصول القرآن فی تفسیر علوم القرآن، احمد جان بستی، تاجر کتب دینی کانسی روڈ کوئٹہ، ص ۱۲۔

(68) ایضاص ۱۲۔

(69) راقم الحروف کے پاس موصوفؒ کے صاحبزادے حافظ زبیر صاحب کا جامعہ دارالعلوم ہاشمیہ (رجسٹرڈ) کے لیٹر پیڈ پر لکھا ہوا خط موجود ہے بتاریخ: ۲۰۱۴ء/۲۱/۱۲، ص ۱۔

(70) ایضاًص ۱۔

(71) ایضاًص ۲۔

(72) ایضاً ص ۲۔

(73) ایضاًص ۳۔

(74) ایضاًص ۴۔

(75) حقانی، سید صفوۃ اللہ، مولانا، تفسیر صفوۃ البیان، ط دوم، ۲۰۱۰ء ناشر، مدرسہ صفوۃ العلوم موسیٰ کالونی سریاب روڈ کوئٹہ، ص ۵۔

(76) ایضاً ص ۵۔

(77) ایضاًص ۱۔

(78) ایضاًص ۱۔

(79) ابواسامہ، محمد طیب، مولانا، مقدمہ جواہر البحار عربی تفسیر، مکتبۃ شیخ عبدالغیاث، ائیرپورٹ روڈ کوئٹہ، ۲۰۱۷ء، ص ۲۔

کتابیات/مصادر و مراجع

﴿عربی﴾

آلوسی، محمود/روح المعانی،وہبہ عابدین،۱۹۷۴ء

ابن اثیر،عزالدین علی بن محمد م ۶۳۰ھ/اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،دارالکتب العربی،بیروت لبنان،۲۰۰۱ء

ابن اثیر،عزالدین علی بن محمد م ۶۳۰ھ/الکامل فی التاریخ،دارالکتب العربی،بیروت لبنان،۲۰۱۲ء

ابن الاثیرؒ/الکامل فی التاریخ،بیروت،مصر،۱۴۰۳ھ

ابن حجر العسقلانیؒ،احمد بن علی/الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ،مصر،س ن

ابن حجر العسقلانیؒ،احمد بن علی/فتح الباری،مکتبۃ البہیہ،مصر،۱۳۴۸ھ

ابن حجر العسقلانیؒ،احمد بن علی/تہذیب التہذیب،ہندیہ،۱۳۲۵ء

ابن حزم اندلسی،ابو محمد علی بن احمد بن سعید ۴۵۶ھ/جمہرۃ انساب العرب،مصر۱۹۸۷ء

ابن خلدون،عبدالرحمن بن احمد/تاریخ ابن خلدون،مصر،۱۴۰۶ء

ابن قتیبہ،ابو محمد عبداللہ بن مسلم ۲۷۶ھ/الامامۃ والسیاسۃ،مصر،۱۹۷۰ء

ابن قتیبہ،ابو محمد عبداللہ بن مسلم ۲۷۶ھ/عیون الاخبار،مصر،۱۹۷۰ء

ابن منظور،محمد بن مکرم،الارفریقی/لسان العرب،ایران،۱۴۰۵ھ

ابن نجار،محمد بن محمود ۶۴۷ھ/الدرۃ الثمنیۃ فی تاریخ المدینہ،مصر،۱۹۹۰ء

ابو بشر، محمد بن احمد بن حماد دولابی م ۳۱۰ھ /کتاب الکنٰی والاسماء، حیدر آباد، س ن

ابو الفدأ، اسمٰعیل بن عمر بن کثیر /البدایہ والنہایہ، بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۶ء

ابو حیان /البحر المحیط، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ

ابو عبداللہ بن سلام ۲۲۴ھ /کتاب الاموال، حیدر آباد، ۱۹۷۰ء

اصفہانی، ابو الفرج علی بن حسین ۳۵۶ھ /کتاب الاغانی، بیروت مصر، ۱۹۷۶ء

امیر ابو نصر علی بن ھبۃاللہ بن ماکولا ۴۷۵ھ /الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلق والمختلف من الاسمآء والکنی الانساب، حیدر آباد، ۱۹۸۵ء

الاندلسی، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر م ۴۶۳ھ /الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مصر، س ن

بخاری، محمد بن اسمٰعیل ۲۵۶ھ /الادب المفرد، بیروت مصر، ۱۹۷۰ء

بخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسمٰعیل /الجامع الصحیح البخاری، بیروت، ۱۹۸۱ء

بشار، ابو بکر محمد بن قاسم ۳۲۷ھ /کتاب الاضداد فی اللّغۃ، کویت، ۱۹۸۰ء

بصری، ابو بکر محمد بن حسن ۳۲۱ھ /کتاب الاشتقاق، بیروت مصر، ۱۹۸۹ء

بغدادی، ابو علی اسمٰعیل بن قاسم ۳۵۶ھ /کتاب الامالی، مصر، س ن

بلاذری، ابو الحسن احمد بن یحییٰ ۲۷۹ھ /انساب الاشراف، مصر، س ن

بلاذری، ابو الحسن احمد بن یحییٰ /فتوح البلدان، مصر، ۱۳۱۱ھ

بلگرامی، علی آزاد ۱۲۰۰ھ/سبحۃ المرجان فی آثار الہندوستان، ممبئی، ۱۹۷۰ء

ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ/الجامع الصحیح الترمذی، تربیہ، ریاض ۱۹۸۸ء

الجصاص، ابو بکر احمد الرازیؒ ۳۷۰/احکام القرآن، قاہرہ، مصر، ۱۳۴۷ھ

جرجانی، ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی ۴۲۷ھ/تاریخِ جرجان، حیدر آباد، ۱۹۷۰ء

جمیل احمد، ڈاکٹر/المسلمون فی الہند، کراچی، ۱۹۹۰ء

حقانی، ابو محمد عبدالحق/البیان فی علوم القرآن، قرآن محل، کراچی، ۱۹۹۰ء

دینوری، ابو حنیفہ احمد بن دائود ۲۸۱ھ/الاخبار الطوال، بیروت مصر، ۱۹۸۰ء

ذہبیؒ، ابو عبداللہ، شمس الدین محمد بن احمد ۷۴۸ھ/تجرید اسماء الصحابہ، حیدر آباد، ۱۹۹۰ء

الذہبی، شمس الدین/تذکرۃ الحفاظ، اسلامک پبلشنگ ۳۲، لاہور، ۱۹۸۱ء

ذہبی، شمس الدین/العبر فی خبر من غبر، کویت، ۷۵۰ھ

ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد ۷۴۸ھ/تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر الاسلام، مصر ۱۹۹۰ء

الرازی، ابو عبداللہ محمد بن حسین/تفسیر مفاتیح الغیب، دار الکتب، طہران، علمیہ، ۱۹۷۳ء

الرازی، ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم ۳۲۷ھ/تقدمۃ الجرح والتعدیل، حیدر آباد، ۱۹۷۷ء

راغب الطباخ/الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، ۱۹۸۳ء

زرکشی، بدر الدین/البرہان فی علوم القرآن، القاہرہ، دار احیاء، ۱۹۷۰ء

السا داتی، احمد، ڈاکٹر/تاریخ الاسلام فی شبہ القارۃ الہندیۃ، ۱۹۵۷ء

سمعانی، عبدالکریم/کتاب الانساب، لندن، ۱۹۷۰ء

السیوطی، جلاالدین/الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، مکتبۃ الثقافیۃ، ۱۹۷۰ء

السیوطی، جلاالدین/تاریخ الخلفاء، ہند ۱۹۷۶ء

شہرستانی، محمد بن عبدالکریم/کتاب الملل والنحل، مصر، ۱۹۶۰ء

الشہید، سید قطب/تفسیر فی ظلال القرآن، بیروت، احیاء التراث العربی، ۱۹۷۷ء

شیبانی، امام احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ/کتاب العلل و معرفہ الرجال، انقرہ مصر، ۱۹۷۷ء

الصابونی، محمد علی/التبیان فی علوم القرآن، دار عمر بن خطاب، س ن

طبری، محمد بن جریر/تفسیر طبری، مصر، مصطفی البانی حلبی، ۱۳۱۳ھ

طبری، محمد بن جریر ۳۱۰ھ/تاریخ طبری، مصر ۱۹۷۸ء

طرازی، ڈاکٹر عبداللہ/الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، جدہ ۱۹۹۰ء

طرازی، ڈاکٹر عبداللہ/انتشار العالم، جدہ، ۱۹۸۵ء

عمادالدین اسمٰعیل/تقویم البلدان، پیرس، ۳۳۷ھ

القشیری، ابوالحسن، مسلم بن حجاج/الجامع الصحیح المسلم، بیروت، ۱۹۹۰ء

گجراتی، شیخ محمد طاہر پٹنی ۹۸۶ھ/تذکرۃ المضوعات، مصر ۱۹۸۰ء

مصری، ڈاکٹر احمد ادریس/الادب العربی فی شبہ القارۃ الہندیۃ فی أواخر القرن العشرون، عباس فہمی سبا تس الھرم، مصر ۱۹۹۳ء

مقدسی، ابو عبداللہ محمد بن احمد ابو بکر ۳۷۵ھ/احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، لائڈین، ۱۹۹۰ء

المقدسی، مطہر بن طاہر/کتاب البدأو التاریخ، مکتبہ الثقافیۃ الدینیۃ، ۱۹۹۰ء

الندوی، ابوالحسن علی/الدعوۃ الاسلامیہ فی الہند، الہند، ۱۳۷۸ھ

نووی، ابوزکریا محی الدین بن اشرف ۶۷۶ھ/تہذیب الاسماء واللغات، حیدر آباد، ۲۰۱۰ء

ھروی، نعمت اللہ/مخزن الافغانی، کابل، ۱۹۶۰ء

ہیثمی، نورالدین/مجمع الزوائد، دارالکتب، بیروت، ۱۹۶۷ء

وہبہ الزحیلی/التفسیر المنیر، دارالفکر، بیروت، مصر، ۱۴۱۱ھ

یاقوت حموی، شہاب الدین/معجم البلدان، بیروت، دار صاد، ۱۹۹۵ء

﴿اردو﴾

احمد بن یعقوب بن جعفر/تاریخِ یعقوبی، لائڈن، ۱۹۹۰ء

اختر محمد، مولانا/تفسیر اختری، کوئٹہ، ۲۰۱۰ء

اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ/دانش گاہ، پنجاب، لاہور، ۱۹۷۱ء

اردو لغت/اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی، ۱۹۸۳ء

آزاد، ابوالکلام، مولانا/ترجمان القرآن، علمی پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۷۰ء

بخاری، سید محمود شاہ/بلوچستان زمانہ قدیم سے قیامِ پاکستان تک، س ن

بخاری، منصور/بلوچستان کے قبائل، گوشہ ءادب، کوئٹہ ۱۲۰۲ء

براہوئی، ڈاکٹر، عبدالرحمن/براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء

براہوئی، ڈاکٹر، عبدالرحمن/بلوچستان میں صحابہ ء کرامؓ، براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ، ۲۰۰۳ء

براہوئی، ڈاکٹر، عبدالرحمن/بلوچستان میں عربوں کی فتوحات اوران کی حکومتیں، کوئٹہ، زمرد پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء

بروہی، عبدالفرید/براہوئی زبان میں اسلامی ادب، براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ، ۲۰۱۳ء

بزرگ بن شہریار ۴۰۰ھ/عجائب الہند، لائڈن، ۱۹۸۹ء

بزمِ ثقافت/ثقافت اور ادب وادیء بولان میں، کوئٹہ، ۱۹۶۶ء

بلوچ، ذکیہ سردار خان/سرمست بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۶۵ء

بلوچ، میر عبدالقیوم/بلوچی بومیا، کوئٹہ ۱۹۶۴ء

بیدار، عبدالقیوم/براہوئی زبان وادب کا ایک جائزہ، براہوئی ادبی سوسائٹی، کوئٹہ، ۱۹۸۶ء

بھٹی، محمد اسحق/برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء

بھٹی، محمد اسحق/فقہائے ہند، لاہور ۱۹۷۴ء

تنولی، طاہر حمید، ڈاکٹر/معاصر تہذیبی کشمکش اور فکرِ اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۳ء

تھانوی، محمد اشرف علی، مولانا/تفسیر بیان القرآن۔

حافظ سلطان احمد/تفسیر السلطان، اسلامیہ پریس کوئٹہ، ۱۹۷۳ء

خالق داد، ڈاکٹر/پاکستان کی علاقائی زبانوں کا علاقائی ادب، عالمی رابطہ ءادب اسلامی، لاہور، ۲۰۰۲ء

خان، آغا نصیر/تاریخ بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۵۲ء

خداد گل/براہوئی ادبی تاریخ، کوئٹہ، قلات پبلشرز، ۱۹۹۰ء

خواجہ، محمد زکریا، ڈاکٹر/تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ ہندو پاک، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۱ء

دہلویؒ، شاہ ولی اللہ/فتح الرحمن بترجمۃ القرآن، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، ۲۰۱۶ء

دہوار، ملک محمد سعید/تاریخِ بلوچستان، مطبوعات النسأء، کوئٹہ، ۱۹۹۰ء

دین پوری، محمد عمر، مولانا/تفسیر مفتاح البیان، اسلامیہ پریس، کوئٹہ، س ن

دین پوری، محمد عمر، مولانا/قرآنِ مجید بزبانِ براہوئی، ہجرہ قومی کمیٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۲ء

ڈاکٹر تاراچند/تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات، لاہور، ۱۹۶۴ء

رزاقی، شاہد حسین/علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصہ، لاہور، ۱۹۷۷ء

سید حبیب/تذکرۂ خاران، لاہور، ۱۹۶۰ء

شرودی، محمد یعقوب مولانا/تفسیر کشف القرآن، کوئٹہ، ۱۹۹۶ء

شیخ، جعفر علی/جغرافیہ ء بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۴۹ء

صابر، قاضی عبدالرحیم/بلوچستان کی وادیوں میں بلوچستان کے جانباز، کراچی، ۱۹۶۰ء

صابر، قاضی عبدالرحیم/مکران تاریخ کے آئینہ میں، کراچی، ۱۹۶۷ء

صارم، عبدالصمد/تاریخ التفسیر، معین الادب، لاہور ۱۹۸۲ء

صارم، عبدالصمد/تاریخ القرآن، لاہور، ۱۹۶۳ء

ضیاء الرحمن، ڈاکٹر/پاکستان کے ارد و ادب میں موجودہ بلوچستان کی ثقافت، ۲۰۰۱ء

عبدالرحمن، سید صلاح الدین/ہندوستان کے سلاطین علماء ومشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ہند، ۱۹۶۴ء

قریشی، محمد اسحق، ڈاکٹر/علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصہ، لاہور، ۱۹۷۷ء

قیصرانی، محمد اشرف شاہین، ڈاکٹر/بلوچستان تاریخ ومذہب، س ن

کامل القادری/براہوئی زبان وادب، لاہور، ۱۹۶۲ء

کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر/ بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں کا تقابلی مطالعہ، سیرت اکادمی، کوئٹہ، ۱۹۹۷ء

کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر/ نبی کریم ﷺ کا ذکرِ مبارک بلوچستان میں، لاہور، ۱۹۸۳ء

لالا ہتورام/ تواریخِ بلوچستان، لاہور، ۱۹۰۷ء

لالا ہتورام/ بلوچی نامہ، لاہور، ۱۸۹۶ء

لہڑی، صالح محمد/ بلوچستان، کوئٹہ ۱۹۵۵ء

لہڑی، عبدالکریم، مولانا/ ترجمہ قرآن مجید، مجمع فہد بن عبدالعزیز، مدینہ منورہ، سعودی عرب، ۱۴۱۳ھ

لوئیس معلوف/ المنجد، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۶۰ء

مارہروی، احمد الدین/ جغرافیہ مکران، کوئٹہ، ۱۹۵۱ء

مبارکپوری، قاضی اطہر/ خلافتِ امویہ اور ہندوستان، لاہور، ۱۹۸۶ء

مبارکپوری، قاضی اطہر/ رجال السند والہند، بمبئی، ۱۹۷۶ء

مبارکپوری، قاضی اطہر/ عرب وہند عہدِ رسالت میں، دہلی ۱۹۶۴ء

مبارکپوری، قاضی اطہر/ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، دہلی، ۱۹۸۰ء

محمد ادریس/ وادی سندھ کی تہذیب، مکتبہ نیاراہی، کراچی، ۱۹۵۹ء

محمد عمر، مولانا/ تفسیر علمنا بال، براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ ۱۹۷۸ء

مہر، غلام رسول، مولانا/ تاریخِ عالم (اردو) لاہور، ۱۹۶۰ء

ندوی، سید سلیمان/عرب وہند کے تعلقات، مکتبہ عارفین، کراچی، ۱۹۷۵ء

ندیم، خورشید احمد/برصغیر کی چند اہم تفاسیر ایک تقابلی جائزہ، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

ندوی، سید سلیمان/عرب وہند کے تعلقات، مکتبہ عارفین، کراچی، ۱۹۷۵ء

ندیم، خورشید احمد/برصغیر کی چند اہم تفاسیر ایک تقابلی جائزہ، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

﴿فارسی﴾

ابن البلخی، فارس نامہ، کیمبرج، 1921ء

احمد شاہ بابا، میر غلام محمد غبار، کابل، 1944ء

بار تولد، جغرافیای تاریخی ایران، تہران، 1928ء

براؤن، تاریخ ادبیات فارسی، لندن، 1902ء

بہاؤالدین، تاریخ طبرستان، تہران، 1320ھ ش

تاریخ سیستان، تہران، بھار، 1932ء

تاریخ نظامی ایران، تہران، 1315ھ ش

حبیبی، عبدالحبیبی، مؤرخانِ گمنام افغان، کابل، 1946ء

حبیبی، عبدالحئ، افغانستان در عصر تیموریانِ ہند کابل، 1341ھ

خالص، کندھاری، سلطان محمد، تاریخ سلطانی، بمبئی، 1298ھ

خوافی، یعقوب علی، پادشاہانِ متاخر افغانستان، کابل، 1953ء

دکتور شفق، تاریخ ادبیات ایران، تہران، 1942ء

رازی، عبداللہ، تاریخ ایران، تہران 1936ء

رازی، امین احمد، ہفت اقلیم، کلکتہ، 1918ء

رضا قلی هدایت، روضۃ الصفای ناصری، تہران، 1302ھ

رضوانی، میر احمد شاہ، بہارستانِ افغانی، لاہور 1305ھ

رضوانی، میر احمد شاہ، شکرستانِ افغانی، لاہور، 1305ھ

سید قاسم رشتیا، افغانستان در قرن نزدھم، کابل 1329ھ ش

سیستانی، ملک شاہ حسین، احیاء الملوک در تاریخ سیستان، تہران، 1344ھ ش

عباس اقبال، تاریخ مفصل ایران، تہران، 1932ء

عمر خیل، محمد عبد السلام خان، نسب نامہ افغانہ، ھند، 1914ء

غبار، میر غلام محمد، خراسان، کابل، 1948ء

غبار، میر غلام محمد، افغانستان بیک نظر، کابل، 1953ء

فرغی، تاریخ ایران، تہران، 1318ھ

قزوینی، محمد، چہار مقالہ ء عروضی، لیدن، 1909ء

قزوینی، محمد طاہر وحید، عباس نامہ، تہران، 1329ھ ش

کہزاد، احمد علی، مسکوکاتِ افغانستان، در عصر اسلام، کابل، 1939ء

کہزاد، احمد علی، درزوایای تاریخ افغانستان، کابل، 1952ء

گب، فتوحاتِ عرب در آسیای میانہ، لندن 1923ء

گرگانی، عبدالعظیم، اخبارِ برامکہ، تہران، 1212ھ ش

لاوردی، نوراللہ، زندگانی نادر شاہ، تہران، 1939ء

معزی، نجف قلی، تاریخ روابط سیاسی ایران، تہران، 1947ء

نفیسی، سعید، تاریخ تمدن ایران ساسانی، تہران، 1331ھ ش

ھروی، سیفی، تاریخ ہرات، کلکتہ، 1943ء

ویلسن، آریانا اتنیکوا، لندن، 1337ء

(انگریزی)

- Abdul Hayee Habibi,The out line history of Afghanistan,siddiuqi publication,kanhar,1948
- Tariq rehman ,Language and politics in Pakistan ,oxford university press Karachi 1996
- Anwar rooman,The Brahvis of Quetta kallat region, Pakistan historical society Karachi,1961
- Sir Bray Denys, The Brahvi language vol i, ii, Quetta, .1931
- ،Mansoor,Bukhari,Baluchistan district gazetteer, Quetta .1907
- Hughes A.W, The country of Baluchistan, London, .1877
- Mayer, English baluchi dictionary,Lahore 1910
- Mayer, proceeding of the first all Pakistan history conference Karachi 1951
- M.Anwar rooman,journal of the Pakistan historical society Baluchistan literature and language Karachi,1968

- The history of Pakistan part 1London 1949
- History of balochistan race and Baluchistan, Karachi 1958, Muhammad sardar khan.
- Mr. malison ,Afghanistan's history Lahore 1880
- L.Deans,baloch triples multan,1961
- C.m sadiq ,imperia gazetteer of India oxford 1908
- C.m sadiq a note on the development of education in Quetta region, Quetta 1964
- M.S khan,baloch ,the great baloch Karachi 9167
- M.S khan baloch,history of Baloch race and Baluchistan Karachi,9158
- A short history of the Indian people BY Dr Tara Chand 1967
- Influence of Islam on Indian culture by Dr Tara Chand 1970
- Growth of Islamic thought in India by Dr Tara Chand 1975
- History of philosophy east & west by Dr Tara Chand 1975

- State and society under the Mughals in India by Dr Tara Chand 1977
- Lies lichtenstadler,abrbic & Islamic historiography in Muslim world new york 1945

﴿جرائد، رسائل ومجلّات﴾

الحق (ماہنامہ) دارالعلوم حقانیہ، ج10/شمارہ8 اکوڑہ خٹک، ۲۰۱۸ء

اشراق (ماہنامہ) لاہور ج4/شمارہ6، ۲۰۱۸ء

اجتہاد (ماہنامہ) اسلام آباد، ج7/شمارہ8، ۲۰۱۷ء

البرہان (ماہنامہ) لاہور، ج3/شمارہ3، ۲۰۰۸ء

البلاغ (ماہنامہ) جامعہ دارالعلوم، ج8/شمارہ5، کراچی، ۱۹۹۸

بیداری (ماہنامہ) جولائی، حیدرآباد، ج / ، ۲۰۱۸ء

بیّنات (سہ ماہی) جامعۃ الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، ج5/7، ۲۰۱۸ء

ترجمان القرآن (ماہنامہ) لاہور، ج12/13، ۲۰۱۲ء

پیام (ماہنامہ) البصیرہ، جی نائن ون، اسلام آباد، ج3/شمارہ9، ۲۰۱۸ء

تعمیر افکار (ماہنامہ) زوّار اکیڈمی، پبلی کیشنز، ناظم آباد، کراچی، ج19/شمارہ13، ۲۰۰۹ء

الاقرباء سہ (ماہی) الاقرباء فائونڈیشن، اسلام آباد، ج9/شمارہ4، ۲۰۱۷ء

ایوانِ اسلام (ماہنامہ) کراچی، ج13/شمارہ7، ۲۰۱۵ء

التوحید والسّنہ (ماہنامہ) جامعۃ الامام محمد طاہر، دارالقرآن، پنج پیر صوابی، ج8/شمارہ7، ۲۰۱۸ء

بلوچی دنیا (ماہنامہ) بلوچستان کی تاریخ کے قدیم اوراق، احمد زئی، میر نصیر خان، ملتان، ۱۹۸۳ء

- حکمتِ بالغہ (ماہنامہ) قرآن اکیڈمی، جھنگ، ج9/شمارہ 7، ۲۰۱۰ء
- حکمتِ قرآن (ماہنامہ) انجمن خدام القرآن، لاہور، ج7/شمارہ 14، ۲۰۱۸ء
- الخیر (ماہنامہ) جامعہ خیر المدارس، ملتان، ج7/شمارہ 5، ۲۰۱۲ء
- دعوۃ اسلام (ماہنامہ) دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ج15/شمارہ 10، ۲۰۱۸ء
- السعید (ماہنامہ) دار العلوم سعیدیہ، اوگی، مانسہرہ، ج5/شمارہ 8، ۲۰۱۸ء
- الشریعہ (ماہنامہ) گوجرانوالہ، ج7، شمارہ 7، ۲۰۱۸ء
- شعور و آگہی (سہ ماہی) ادارۂ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور، ج10/شمارہ 5، ۲۰۱۷ء
- صحیفہء اہلِ حدیث (پندرہ روزہ) کراچی، جولائی، ج10/شمارہ 3، ۲۰۱۸ء
- صدائے فاروقیہ (ماہنامہ) جامعہ فاروقیہ، شجاع آباد، ملتان، 8/شمارہ 3، ۲۰۱۴ء
- ظلال القرآن (ماہنامہ) ظلال القرآن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ج14/10، ۲۰۱۸ء
- الفاروق (ماہنامہ) جامعہ فاروقیہ، کراچی، ج9/شمارہ 14، ۱۹۹۹ء
- فکر و نظر (ماہنامہ) ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ج12/شمارہ 8، ۱۹۹۰ء
- الفوز (ماہنامہ) کراچی، ج8/شمارہ 13، ۲۰۱۸ء
- میثاق (ماہنامہ) لاہور، ج7/شمارہ 5، ۲۰۱۵ء
- نداءُ الخیر (ماہنامہ) جامعہ دار الخیر، گلستان جوہر، کراچی، شمارہ، 10، ۲۰۱۸ء

نُشور (ماہنامہ) کراچی، جولائی، شمارہ، 5، ۲۰۱۸ء

نصرۃ العلوم (ماہنامہ) گوجرانوالہ، شمارہ، 8، ۲۰۱۸ء

الہادی (ماہنامہ) ادارۂ صدیقیہ، گارڈن، ویسٹ، کراچی شمارہ 2، ۲۰۱۶ء

وفاق المدارس (ماہنامہ) ملتان، شمارہ 9، ۲۰۱۳ء